اردو

جلد ۸ حصہ ۳۱

جولائی سنہ ۱۹۲۸ ع

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے —

(۱) " عطاے سلیم "

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جائے گا -

(۲) " عطاے عبدالحق "

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، عطا فرمائیں گے —

(۳) " عطیۂ ہاشمی "

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی —

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا - انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا —

المعــــــــــــــــــلن

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہورہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائےگی - اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اهل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلا نے بھی اس رسالے میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے۔ اس رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوا کریں گے —

سالانہ چندہ آٹھہ روپے سکۂ انگریزی (نو روپیہ چار آنے سکۂ عثمانیہ) —

امید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

فہرستِ مضامین

مرزا غالب کی خود نوشتہ سوانح عمری کا ورق

(از تہذیب)

جب بھوپال کے سرکاری کتب خانے میں مرزا غالب کے قدیم کلام کا نسخہ ملا تو انجمن ترقی اُردو کی جانب سے اس کی ترتیب وغیرہ کا کام ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس کے لئے بہت سی نئی نئی چیزیں جمع کی گئی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک عجیب چیز خود مرزا صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوے اپنے حالات تھے جو انھوں نے کسی تذکرہ نویس کی فرمائش پر لکھے تھے۔ یہ ورق کہیں سے سید افتخار عالم مرحوم کے ہاتھ لگ گیا تھا اور انھوں نے اپنی عنایت سے مرحوم بجنوری کو بھیج دیا تھا۔ اگر چہ یہ حالات انھوں نے اس طرح لکھے ہیں جیسے کوئی غیر شخص لکھتا ہے، لیکن عبارت کا ڈھنگ صاف بتا رہا ہے کہ اس پردے میں خود مرزا نوشہ باتیں کررہے ہیں۔ دوسرے ایک دو باتیں جو وہ لکھہ گئے ہیں وہ مرزا کے دل کی ہیں، وہ دوسرا شخص کہاں لکھہ سکتا تھا۔ تیسرے خط اُن کا ہے۔ میرے پاس اُن کے قلمی خط ہیں، ملا کر جو دیکھا تو سب میں وہی شان پائی —

ان حالات کے پڑھنے سے کم سے کم ایک بات تو پکی ہو جاتی ہے، اگر چہ ان کے کلام اور رقعات میں بھی جا بجا اس کا ذکر آچکا ہے اور ایک صاحب نے جو مرزا صاحب کی حب وطن اور حب قوم کی نسبت (جدید خیالات کے رو سے) جو حسن ظن

قائم کیا تھا، اس کی تردید خود مرزا صاحب کے الفاظ سے ہو جاتی ہے—

سید افتخار عالم مرحوم نے ان حالات کے ساتھ نیر راجستان جلد ۲ نمبر ۱۵ کا بھی ایک مطبوعہ ورق بھیجا تھا جس میں "تذکرۂ مظہرالعجائب" کا اشتہار شایع ہوا تھا۔ اغلب ہے کہ یہ حالات مرزا صاحب نے اسی تذکرے کے لئے تحریر کئے ہوں۔ ہم یہاں وہ اشتہار بھی نقل کئے دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک دلچسپ چیز ہے۔ اس تذکرے کے مؤلف مولوی محمد انوارالحق صاحب مرحوم، مولوی احتشام الدین صاحب ایم۔ اے، دہلوی کے والد ہیں۔ معلوم نہیں اس تذکرے کا کیا حشر ہوا—

"خوش مذاقان مائدۂ سخن اور شیریں کامان شربت علم و فن پر واضح و لائح ہو کہ عرصۂ چند سال سے ایک تذکرۃالشعرا فارسی دهلی میں تالیف ہو رہا ہے، آج تک ایسا تذکرہ فراہم نہیں ہوا ہے۔ مصنف اس کتاب کے جس کو ایک دفتر کہنا چاهئے، عالی مرتبت معانی منصبت سندالمحققین طرازالمدققین، فاضل جلیل، عالم نبیل، شاعر کامل، ثانیء سحبان وائل، برگزیدۂ ایزد مطلق مولوی مظہر حق صاحب خلف الرشید و فرزند سعید یگانۂ همه‌داں، فرزانۂ دوراں، مهین قاآن کشور شیدا بیانی، زندہ کن نام انوری و خاقانی، گزیدہ خداوند اقلیم زباندانی، مقبول بارگاہ لم یزلی، مولانا مولوی ظہور علی صاحب مدظلہ‌العالی المتخلص بہ ظہور ہیں۔ اگرچہ یہ تاریخ سنہ ۱۲۸۱ھ میں ختم ہو چکی تھی اور تقاریظ و تواریخ جو نجم‌الدولہ بہادر و مولوی نظامی و حضرت ظہور وغیرهم نے عنایت کیں، اُن سے بھی ۱۲۸۱ھ مفہوم ہوتے ہیں، مگر اب یہ تذکرہ دوبارہ ترقیم ہوا اور اب قریب دو ہزار شاعروں کے ترجمے سے مزین ہوا اور اشعار کی تو کچھ حد نہیں، حالات جو اس میں لکھے ہیں بڑی تلاش اور تجسس سے بہت ہی صحیح ایک سو جلد کتب تواریخ سے جمع کئے جن کی فہرست اکثر اخباروں میں چھپ چکی اور جناب مسٹر ریڈگن صاحب بہادر جج سابق دهلی کے اور اس کے

اسد اللہ خان غالب تخلص قوم کا ترک سلجوقی سلطان برکیارق سلجوقی کی اولاد میں سے اسکا دادا
قوقان بیگخان شاہ عالم کے عہد میں سمرقند سے دلی میں آیا پچاس گھوڑے اور نقارہ نشان سے بادشاہ
کا نوکر ہوا پہاسو کا پرگنہ جو اب سمرو کی بیگم کو سرکار سے ملا تھا وہ اوسکی جاگیر میں مقرر تھا باپ
اسد اللہ خان مذکور کا عبد اللہ بیگخان ~~رفیق ہوا مہاراجہ بختاور سنگھ راجہ الور کا اور وہاں ایک~~
~~لڑائی میں مارا گیا یہ شخص~~ دلی کی ریاست چھوڑ کر اکبرآباد میں جا رہا اسد اللہ خان اکبرآباد میں پیدا ہوا
عبد اللہ بیگخان الور میں راؤ راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا اور وہاں ایک لڑائی میں بہادرانہ مارا
گیا ~~جس~~ جس حال میں کہ اسد اللہ خان مذکور پانچ برس کا تھا اسکا حقیقی چچا نصر اللہ بیگخان مرہٹوں کی
طرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا سنہ ۱۸۰۶ عیسوی میں جب جرنیل لیک صاحب اکبرآباد پر آئے تو نصر اللہ
نے شہر سپرد کر دیا اور اطاعت کی جرنیل صاحب نے چار سو سوار کا برگیڈیر اوسکو کیا اور ایک ہزار سات سو کی
تنخواہ مقرر کی پھر جب اوسنے اپنی زور بازو سے سونک سونسا تو ہر گنی پھر تو پر کے قریب ہی لیکر کے
سواروں سے چھین لئے جرنیل صاحب نے وہ دونوں پرگنے بہادر موصوف کو بطریق استمرار عطا فرمائے مگر
خان موصوف جاگیر مقرر ہونے کے دس مہینے کے بعد مرگ ناگاہ ہاتھی پر سے گر کر مر گیا جاگیر سرکار میں
بازیافت ہوئی اور اوسکے عوض نقدی مقرر ہو گئی ~~[illegible]~~ اور سرکار کا نوکر ~~[illegible]~~ ساٹھ برس سے
سات سو روپیہ سال اس شخص کی ذات کو اوسی زر معافی میں سے ملتے ہیں اسنے عربی میں
ہنر کمال پیدا کیا نہ فقط شعر بلکہ نثر میں بھی دستگاہ رکھتا ہے نثر کی تین کتابیں ہیں پنج آہنگ
مہر نیمروز دستنبو فارسی نظم کا کلیات دس ہزار بیت کا بالفعل اسی اخبار لکھنؤ میں
چھاپا ہوا ہے ~~[illegible]~~ گورمنٹ میں اسکی بڑی عزت ہے اشرفیوں کے عوض قصیدہ مع نذر

دیا ہے اور سات بار جیغہ سرپیچ موتیوں کے مالا خلعت پاتا ہی ایک بار جو لاہور میں لارڈ صاحب کا

دربار ہوا تو موافق سابق کے درباریوں کے فہرست کے صاحب کمشنر بہادر حصار نے درج لا

قایمقام صاحب کمشنر دہلی بہی نہیں مثل اور رئیسوں کے اور رئیس زادوں کے اسکو بہی خط لکہا

بیچارہ بسبب تہیدستی اور [illegible] کے لاہور نجا سکا مجہسے کہتا تہا ستر برس کا آدمی

کانوں سے بہرا ہوں اور اکثر بیمار رہتا ہوں لیکن اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں ان عوارض کو

نمانتا اور جناب لارڈ صاحب کے دربار میں حاضر ہوتا خیر آخر عمر میں یہ ایک داغ حسرت رہا

حق بات کو ظاہر کرنا خدا پرستی اور حق شناسی کے خلاف ہے اسی شخص نے ۱۸۵۵ء

کے آخر میں قصیدہ مدح ملکہ معظمہ ولایت کو بسبیل ڈاک [illegible] لارڈ ڈلہوزی گورنر سابق

کے معرفت بہیجا ہی اور اوایل ۱۸۵۶ء میں تین خط انگریزی [illegible] انڈیا گورنمنٹ

ولایت سے اسکو ڈاک میں آئے ہیں اب ہم ان تینوں خطوں کی نقلیں لکہہ کر اس

ذکر کو ختم کرتے ہیں

[illegible]

رالی ہوے تھے اور چھہ سو شاعروں کا ترجمہ بہ زبان انگریزی انھوں نے فرمایا اور خبر ہے کہ ولایت میں چھپا - سواے ازیں جناب صاحب کمشنر بہادر دہلی اور نواب محمد ضیاءالدین خاں بہادر رئیس لوہارو و نواب اسداللہ خاں بہادر و دیگر رؤسا نے عنایت فرما کر اپنے کتب خانوں سے بڑی مدد دی اور نیز فضائل و کمالات دستگاہ، گوہر درج شرافت، اختر برج نجابت، مولانا مولوی محمد انوارالحق صاحب میر منشی اجنتی مارواڑ نے چار سو سے زیادہ شعرا کا حال اضافہ کیا اور جناب منشی درگا پرشاد صاحب مدرس اول ریاضی تعلیم المعلمین دہلی نے بھی ہر ایک طرح کی مدد دی - لیکن با اینہمہ جیسا کہ چاھئیے شعراے بمبئی و کلکتہ و ممالک وسط ہند کے کلام فارسی اور حالات سے کچھہ آگہی نہ ہوئی :-

لہذا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جمیع شعراے فارسی اپنا حال مفصل مع تقریظ و تواریخ و اشعار خدمت میں جناب مؤلف صاحب کی بھیج دیں اور جن صاحبوں کو خریداری منظور ہو تو درخواست اپنی تعدادی تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک خدمت میں جناب ممدوح کے دہلی محلہ بہرام خاں میں بذریعہ خط بیٹ ارسال کریں اور اہل مطابع اس اشتہار کو اپنے اپنے اخبار میں درج فرماویں' الدال علی الخیر کفاعلہ' والسلام' فقط

گل - گلاب

از

(جناب برجموهن دتاتریہ کیفی صاحب)

فارسی زبان کے ادب کی کتابوں میں آیا ھے کہ "فارسی بر دو نوع بود، فارسی ایران و فارسی توران" - اور فن کی مستند کتابوں میں خراسان کی فارسی کی خصوصیات جو ایران کی زبان سے مابہ الامتیاز ھیں اُن کا ذکر بھی ھے۔ اسی طرح ھندوستان کی فارسی کی خصوصیات اور تصرفات بھی مذکور ھیں۔ اس بیان سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنی مقصود ھے کہ جب ایک زبان اپنے مولد و منشا سے نکل کر اور ملکوں میں رواج پاتی ھے اور اُس کے زباندان تصنیف و تالیف میں مستند فضیلت حاصل کرلیتے ھیں تو اُنھیں تصرف اور اجتہاد کا حق حاصل ھو جاتا ھے، خواہ اُس میں اس زبان کے مولد و منشا کے مروجات اور مستعملات سے اختلاف ھی کیوں نہ ھو، خراسان اور توران کے اجتہاد کی تفصیل کی اس جگہ ضرورت نہیں ھاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ھوگا کہ ھندوستان کے بعض اجتہادات اور تصرفات ایران میں بھی مقبول ھو چکے ھیں۔ نظیراً "باد فروش" پیش کیا جاتا ھے، ایرانیوں کے محاورے میں اس کے معنی ھیں —

"تفاخر کنندہ و لاف زنندہ"

لیکن ایران کے ایک مستند شاعر، نواب عاقل خاں "رازی" نے مثنوی "شمع و پروانہ" میں "باد فروش" کو (باتباع محاورۂ ھند) "باد خواں" کے معنی میں استعمال کیا ھے —

بود در بزم سرد باد فروش
باد پیما شدہ بہ جوش و خروش

اس کے متعلق مرزا "قتیل" نے یہ لکھا "شاید کہ بموجب محاورۂ ہند آوردہ باشد" اس سے یہ قیاس پختہ ہوتا ہے کہ اہل ہند کے بعض تصرفات اہل ایران نے قبول فرمائے اور اُنھیں استعمال کرنے لگے تھے۔

خود عجمیوں نے عربی زبان کے ساتھ کیا کیا؟ - فہمیدن اور طلبیدن وغیرہ مصادر کو رہنے دیجئے، اعلام بھی تصرت کے عمل سے نہ بچے - "حور" جو عربی میں "حورا" کا صیغۂ جمع تھا فارسی میں مفرد قرار دیا گیا اور اُس کی جمع "حوراں" فارسی قاعدے کے بموجب بنائی گئی - حمل (ساکن الاوسط) جو ایک برج فلکی کا نام ہے، متحرک الاوسط ہو کر عمل کے ساتھ ہم قافیہ کیا گیا - "خالو" اور "خوشدامن" توران اور ہندوستان کے اختراعات میں سے ہیں - اسی طرح اسم ضمیر "وے" توران کا محاورہ تھا، ایران میں اس کی جگہ "او" بولتے تھے، لیکن یہ تورانی اختراع جو ہندوستان میں بھی رواج پا گئی تھی ایران میں بھی چل نکلی۔ شیخ علی 'حزیں' نے کہا: —

سراپا بسکہ لبریز 'ویم' خود را نمی یابم
ہنوزم آں بت دیر آشنا بیگانہ میداند

اور علامہ سراج الدین علی خاں 'آرزو' نے یوں نہ ٹوکا - ذم کا پہلو بھی ہند کے اجتہادات میں آتا ہے - سب سے پہلے علامہ ابوالفضل کی توجہ اس طرف ہوئی - فرمایا: —

"غرض آنست کہ ہنگام گفتگو برآں اساس باشد
کہ لفظ "گوبر" ہندیست، واجب الاحتراز باشد
و ہم بریں قیاس ست لفظ چون و مفتخر......" *

---

* ملشآت ابوالفضل - دفتر دوم —

''گوبر'' کا لفظ غالباً ایسے شعر میں شیخ کو کھٹکا ہو۔

گوے من بردی و بردی گوے من

درمیان گوبراں 'گوبر' توئی

علامہ موصوف کا اشتباہ تو کلام کی ایسی بندشوں سے اجتناب کے متعلق تھا جو ہندی میں رکیک یا سخیف معنی اور حیثیت رکھتی ہیں۔ سراج المحققین خان 'آرزو' نے ذم کے پہلو کے اس نظریے کو وسعت دی اور تائید کی کہ کلام کے ایسے اسلوب سے بچنا لازم ہے' جس میں دو الفاظ یا اُن کے اجزا باہم مل کر ذم کا پہلو پیدا کریں۔ مثلاً ایسی ترکیبیں نہ استعمال کرنی چاہئیں جن میں ''راز'' سے پہلے ''بہ'' آئے' یا ''گو'' کے بعد ''ز'' درت جار آئے۔ جیسا اس شعر میں۔

کسے زباں نتوانند 'برار' غیب کشود

جرس بہ قافلۂ اهل دل خموش آمد

یہ اجتہاد اور تصرف جس کا مجمل ذکر اوپر آیا 'تفریس' اور 'تہنید' کی حد سے متجاوز ہیں۔ یہاں تک بطور اولیات کے لکھ کر اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں ــــ

کہا جاتا ہے کہ لفظ 'گلاب' جب ایک خاص پھول کے معنی میں استعمال کیا جاے تو مہمّل ہونے کی وجہ سے اضافت سے وابستگی کی اہمیت نہیں رکھتا۔ فتح الدولہ بہادر 'برق' لکھنوی نے' اُس زمانے میں جب کہ وہ اصلاح سے مستغنی ہو چکے تھے' یہ شعر کہا۔ —

اُس گُل نے ایک رات جو پہنا تو بس گیا

بوئے گُلاب آتی ہے موتی کے ہار میں

اُستاد 'ناسخ' نے دوسرے مصرع سے گلاب نکال دیا' جس کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ''جب گلاب ہندی ہے تو مصرع ثانی میں اضافت کیسی''۔ میرے خیال میں شیخ 'ناسخ' کی اصلاح کی توضیح ٹھیک نہیں کی گئی۔ اُستاد نے دوسرے

مصرع کو اس طرح بدلا تھا:-

بو موتیے کی آتی ہے موتی کے ہار میں

اس پر دلائل لانے کی ضرورت نہیں کہ اُستاد کا مصرع شاگرد کے مصرع سے بہت اعلیٰ ہے - ایک لفظ کی تبدیلی سے شعر کا رنگ دہ چند ہو گیا' موتی اور موتیے کی مناسبت سے شعر چمک اُٹھا - ممکن ہے کہ شیخ مرحوم نے اصلاح کے وجوہ بیان کرتے ہوے یہ بھی فرما دیا ہو کہ ایران والے اِس معنی میں گُلاب کا لفظ استعمال نہیں کرتے - بیشک ایران میں گُلاب ایک خاص پھول کے معنی میں عام طور پر استعمال نہیں ہوتا' لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ اسے اضافت کے تعلق سے محروم کیا جاے - جب ہندوستان میں "جھروکۂ درشن" جیسی ترکیبیں ثقہ گفتگو اور تحریر میں داخل ہوگئیں اور ایران والوں نے خود اپنی زبان میں یہاں تک تصرفات کئے جیسے:—

'لنگنت' گر ترا کنـــد فربه
سیر خوردن ترا ز 'لنگن' به (حکیم سنائی)

در چاشت که از شبنم گل گرد فشان است
آں باد که در هند دراید 'جکر' آید (عرفی)

سیر گـــشـــتم ز 'کچری' آیام
هوس خوان سیم و زر نه کنم (سالک)

ان اشعار میں لنگن (فاقہ) - جکر (جھکڑ) - کچری (کھچڑی) ہندی الفاظ جوں کے توں یا محض تلفظ کے اختلاف کے ساتھہ استعمال کئے گئے ہیں' ایک لفظ کے نیچے اضافت بھی لگا دی ہے - ایران کے ایک اور مستند شاعر نے "قطرۂ پانی" (قطرۂ آب) بھی شعر میں باندھا ہے - اس سے استدلال کرتے ہوے ایک معقول پسند شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جب ایرانیوں کی زبان میں لغوی ضرورت اور اصطلاحی حیثیت کے بغیر بھی ہندی الفاظ کا استعمال اور اُن کی کسرۂ اضافت سے

وابستگی کی اهلیت ثابت هے تو ایک مرکب جو سراسر فارسی هو یعنی اس کا کوئی جز هندی نه هو اُردو میں اضافت کی اهلیت سے کیوں محروم هو سکتا هے—

'گلاب' کو ایک خاص پھول کے معنی میں استعمال کرنا 'خوشدامن' اور 'حالو' کی طرح اهل هند کا تصرف کہا جا سکتا هے اور هندوستان کے ادیبوں کی یه شان تھی که وہ ایسا تصرف کرتے۔ جیسا که مولانا صہبائی فرما گئے هیں:—

" صاحب قدرتاں تصرفہا دارند هم در زبان خود

و هم در زبان غیر* "—

اسی قبیل سے هے که شیخ 'ناسخ' جیسا محتاط انگریزی لفظ غزل میں باندھ گیا اور 'غالب' جیسا ادیب عربی لغت کی جمع فارسی قاعدے کے بموجب بنا گیا:—

ترے رخسار تاباں کا کبھی جو عکس پڑتا هے

'فریم' آئینے کی بنتی هے هالا ماہ کامل کا (ناسخ)

'غلطیہاے' مضامیں مت پوچھ

لوگ ناله کو رسا باندھتے هیں (غالب)

حالانکه نه شیخ بیسویں صدی کی کسی یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے اور نه مرزا عربی سے نا واقف—

خیر یه تو هوا - میں نہیں جانتا که وہ لوگ جو گلاب کے ساتھ اضافت فارسی کا رشته قائم کرنا ننگ ادب سمجھتے هیں، خواجه آتش مغفور کی شان اُستادی کی نسبت کیا راے رکھتے هیں، جنھوں نے فرمایا هے:—

'عطر گلاب' مل کر حلقے میں یار بیٹھا

بلبل پکڑنے آئے صیاد انجمن میں

اس ضمن میں ایک اور بات ذکر کے قابل هے، اور وہ یه که ایران اگر چه صحرا نہیں بلکه سرسبز اور شاداب ملک هے اور وهاں طرح طرح کے پھول اور بیل بوٹے

---

* قول فیصل صفحه ۵۳—

ہوتے ہیں لیکن اُس کی زبان میں 'پھول' کے لئے یا کہئے 'گلاب' کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں۔ ایک لغت 'گُل' ہے جو ہر پھول اور ایک خاص پھول یعنی گلاب دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فارسی زبان کی یہ ناداری حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ پھولوں کے ذکر میں ہمیں یہ نام ملتے ہیں:- گل آتشی، گل شب افروز، گل خطائی، گل نرگس، گل سوسن، گل صد برگ، گل شاہوس، گل شب بو، گل سفید، گل احمر، وغیرہ وغیرہ —

فارسی زبان میں ایک لفظ شگوفہ بھی ہے لیکن وہ اُس پھول کے لئے بولا جاتا ہے جو پھلدار درختوں پر آتے ہیں یا اُن پھولوں کے لئے جو ارتقاے نباتات کے تسلسل میں پھل بن جاتے ہیں۔ جیسے "نار"۔ ہر پھول کو شگوفہ نہیں کہتے —

مزید تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایران کو اس بارے میں اپنی بے بضاعتی کا احساس ہوا اور اُنہوں نے تشکر کی نظر سے اہل ہند کے اجتہاد کو قبول کر لیا۔ چنانچہ لغات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواص نے جسے ہم 'گلاب' کہتے ہیں اُسے 'گل گلاب' بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

"گل آتشی آن گل سرخ دیمرنگ ست کہ در
عرف ہند 'سدا گلاب' خوانند و او ہمیشہ بشگفد
و بصورت 'گل گلاب' باشد"-

اس 'گل گلاب' کو ذہن میں رکھئے گا۔ لغت میں گلاب کے معنی اس طرح کئے گئے ہیں:—

"گلاب- عرق گل سرخ کہ ترجمۂ ماءالورد ست
و از 'برگ گلاب' کہ بمعنی برگ گل مذکور گزشت
مستفاد می شود کہ مزید علیہ گل یا بمعنی گل
بطریق مجاز بود"-

صاحب چراغ ہدایت کا قول ہے :—

"گل گلاب - باضافت' نام گلے معروف که
گلاب عرق آنست" —

صاحب بہار عجم لکھتے ہیں :—

"گل گلاب - مرادف گل احمر که گذشت"۔
ز خوے جہاں نبی چوں گل گلاب شدست
شقایق از حسد بخت گل کباب شدست (ملا طغرا)

غالباً اسی اجتہاد کے اتباع میں اہل ایران نے ایک رنگ کا نام 'گلابی' قرار دیا - یعنی "گلاب" کے پھول کا سا رنگ - کیونکہ ماءالورد کا رنگ تو کچھ ہوتا ہی نہیں' وہ ایسا ہی نظر آتا ہے جیسا کنوئیں کا پانی' یہ رنگ 'ورد' کے رنگ سے مشابہ ہوتا ہے' اس لئے یہاں بھی 'ورد' کے لئے 'گلاب' کا استعمال ثابت ہے —

اس بحث سے متعلق ایک بات اور کہنی ہے - سید 'انشا' ایک جگہ لکھتے ہیں :—

"وحال اکثر صیغہاے امر چنیں باشد مانند
'ناچ' و 'پہنچ' و 'سمجھ' و 'کھینچ' و 'اکڑ'
و 'رہایش' بمعنی ماندن و 'دیوان پن'
بمعنی دیوانگی*" —

جب اہل ہند ایک ہندی مصدر 'رہنا' سے فارسی صرف کے اتباع میں حاصل مصدر 'رہایش' بنا سکتے ہیں اور اُن کے اس تصرف کو سید 'انشا' جیسے نقاد

---

* دریاے لطافت - "شہر چہاردہم خبر دہندہ است از حاصل مصادر" صفحہ ۱۳۱ -
یہاں یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ بعض حضرات 'رہایش' کو غریب پنجابیوں کی جاہلانہ ادبی بدعت خیال کرتے ہیں - یہ ان کی فاش غلطی ہے اور جارحانہ حملہ - سید صاحب نے جا بجا پنجاب اور لاہور کی زبان اور اُردو محاورے پر ایراد و تعریض سے کام لیا ہے' لیکن 'رہایش' کو اُن کا اختراع یا بدعت نہیں بتایا اس سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ 'رہایش' 'اہل زبان' کا اختراع ہے نہ کہ غریب پنجابیوں کا —

لے نہیں تو کا' تو 'گلاب' کے ساتھ اضافت لانے میں اب کیا کلام ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں اگر ادبی سخت جان سند ہی پر زور دیں تو خواجہ آتش کا یہ شعر کافی ہے جو آگے بھی آچکا ہے۔—

عطر گلاب مل کر حلقے میں یار بیٹھا
بلبل پکڑنے آئے صیاد انجمن میں

امیر مرحوم درست فرما گئے ہیں:—

ہم لغت کے لئے سند میں (امیر)
فصحا کی زبان لیتے ہیں

مرھٹی شاعری کی کہانی

از

(جناب دتاتریے ابھینکر صاحب بی - اے ' بی - ٹی)

(مترجمۂ مولوی سید غلام ربانی صاحب اُستاد مدرسۂ تعلیم المعلمین اورنگ آباد)

کسی قوم کے ادب کی تاریخ بیان کرنا گویا اس قوم کی ذھنی خصوصیات اور خصائل کے پرت کھولنا ھے - جسے عرف عام میں تاریخ کہا جاتا ھے' اس میں زیادہ تر بحث صرف کسی قوم کے تمدن کی اوپری باتوں سے ھوتی ھے - وہ ان کی زندگی کے ظاھری اشکال کا نقشہ اُتارتی اور ھم کو بتاتی ھے کہ انھوں نے دنیا کے عملی کام میں کیا کچھہ کیا یا کیا نہ کرسکے - لیکن اگر ھم ان کی ذھنی اور اخلاقی خصوصیات کو سمجھنا چاھیں یا ان قوتوں کے مد و جزر کو دیکھنا ھمارا مقصد ھو جنھوں نے ان کے جذبات کے لئے مواد فراھم کیا' اور ان کی دماغی اور روحانی زندگی کو ڈھالا' تو ھمیں ان کے ادب کی طرف متوجہ ھونا چاھئے - اس اعتبار سے مرھٹی شاعری کی تاریخ' شعرا اور ان کی تصانیف کا محض تاریخی گوشوارہ نہیں ھے جس میں کلام کے حسن و قبح کی تنقید بھی شامل ھو' اگر چہ شاعری کی تاریخ میں یہ چیز اھم ترین ھے - شاعری کی تاریخ کو ھر مصنف اور دوسرے مصنف میں' اور ھر طبقے اور دوسرے طبقے کے درمیان جو تعلق ھے اسے بتانا چاھئے - اس کا فرض ھے کہ ھر پیہم نسل کی اندرونی زندگی کے محرکات کا پتا لگا کر ''مذاھب شاعری'' کی تحریکات کی ابتدا' نشو و نما اور زوال کو معلوم کرے - پس ضرور ھوا کہ مرھٹی شاعری کی کہانی کو بنظر سہولت ایسے دوروں میں

تقسیم کیا جائے جن میں کا ہر ایک دور موضوع، خیال، رنگ اور طرز بیان کی مشابہت سے ایک ہو، اور اسے اس کے خاص الخاص اور نمائندہ شاعر کے نام سے موسوم کیا جائے—

مرھٹی شاعری کی تاریخ کو دو نمایاں دوروں یعنی قدیم اور جدید میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جدید سے ہمارا مقصد وہ دور ہے جب سے مہا راشٹر مغربی ادب سے متاثر ہوا ہے، قدیم مرھٹی شاعری چار دوروں میں تقسیم ہوتی ہے:—

(۱) زمانۂ قبل دنانیشور ۱۰۰۰ تا ۱۲۰۰ ع
(۲) عہد دنانیشور ۱۲۰۰ تا ۱۵۰۰ ع
(۳) مکتیشور کا زمانہ ۱۵۰۰ تا ۱۷۰۰ ع
(۴) عہد موروپنت ۱۷۰۰ تا ۱۸۵۰ ع

سطور آئندہ میں ہم اُن اثرات کا پتہ لگانا چاہتے ہیں، جنھوں نے ہر عہد کے رنگ اور انداز بیان کو ڈھالا اور چونکہ اس مختصر سے خاکے میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ہر دور کے تمام شعرا کا ذکر فرداً فرداً کیا جائے، لہذا ہم ہر دور کے عالی رتبہ شعرا کے بیان پر اکتفا کریں گے۔ اور اُن کا رنگ و طرز ادا وغیرہ دکھانے کے لئے اُن کے کلام کا نمونہ پیش کریں گے۔

زمانۂ قبل دنانیشور

آج کل یہ عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ مرھٹی مہاراشٹری کی ترقی یافتہ شکل ہے جو ان ابتدائی پراکرت بولیوں میں سے ایک اہم بولی ہے جن سے شمالی ہند کی تمام موجودہ زبانوں کی ابتدا ہوئی۔ جب سنسکرت متروک ہوگئی تو مہاراشٹری (پراکرت بولی) علمی مقاصد کے لئے استعمال ہونے لگی۔ آٹھویں صدی عیسوی کے قریب مہاراشٹری سے الگ ایک اور زبان مرھٹی وجود میں آئی، لیکن اس زبان کی کوئی ایسی تحریر جو دسویں صدی سے قبل کی ہو، اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہے۔ شاید اس کا سبب سنسکرت زبان کا وہ زبردست احیاء ہے جو

شنکراچاریا نے سناتن دھرم کی تجدید کے باعث ہوا - اس زمانے میں سنسکرت کا اثر پھر عوام الناس کے دلوں پر چھا گیا تھا - مرہٹی ادب کی قطعی ابتدا کا زمانہ صرف دسویں صدی سے ہے -

---

چونکہ مرہٹی زبان سنسکرت کا ایک شعبہ ہے' اس لئے مرہٹی ادب بھی سنسکرت ادب ہی کی ایک شاخ ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سنسکرت ادب نے فرزندان مہاراشٹر کے لئے تہذیب اور بلند خیالی کی ایک بیری پری کان کا کام دیا - یہی وجہ ہے کہ مرہٹی شاعری کا ابتدائی رنگ فلسفیانہ ہے - یہ ایک عجیب بات ہے کہ فلسفہ جو عموماً دوسرے ادبوں کا منتہا ہوتا ہے مرہٹی ادب کی ابتدا تھا' لیکن اس زمانے میں تمام تہذیب یافتہ اور شائستہ مہاراشٹر کی زبان سنسکرت ہی تھی؛ اور تمام سوسائٹی کے خیالات خاص طور پر مذہبی مرکز پر بھرتے تھے - مکتی حاصل کرنا ہر فرد کی زندگی کا مقصد تھا - یہ خیال سماج میں صدیوں پلتا رہا اور سارے ملک کی فضا میں سرایت کر گیا - تمام غور و فکر کرنے والوں کے سامنے صرف یہ مسئلہ رہ گیا تھا کہ نجات حاصل کرنے کے سب سے زیادہ کارگر ذرائع معلوم کریں - اسی زبردست خیال کے گونا گوں جلوے مرہٹی ادب میں نظر آتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پورا مرہٹی ادب مذہبی اور زیادہ تر سنتوں کی تصنیف ہے - شنکراچاریا نے' جو ساتویں صدی میں گذرا ہے' اپنے آدویت فلسفے کی تلقین کی - اس فلسفے کا خاص عقیدہ یہ ہے کہ قدرت کی مختلف مخلوقات بشمول انسان صرف ایک ہستی برتر کے مظاہرات ہیں' اور اس علم پر دسترس پانے اور اس پر عمل کرنے ہی پر نجات منحصر ہے - چونکہ اس خیال کا درس عوام الناس کو بھی دینا مطلوب تھا' جو سنسکرت سے بالکل بے بہرہ تھے' اسی لئے مکند راج اور اس کے ہم عصر دوسرے شعرا کی تصانیف ظہور میں آئیں - پس مذکورۂ بالا وجوہ کی بنا پر مرہٹی شاعری کے پہلے مذہب کو "تبلیغی" یا

"اشاعتی" مذهب کہا جا سکتا هے' جو فلسفۂ ویدانت کی تعلیم کو پھیلانے میں لگا رها۔ اس مذهب کا نمایندہ شاعر مکند راج هے - یہ امبا جوگئی (موجودہ مومن آباد) کا باشندہ تھا' اس کی بڑی تصانیف 'وی ویک سندھو' اور 'پرما مرت' هیں - یہ دونوں فلسفیانہ تصانیف هیں اور نظم کی بحروں میں لکھی گئی هیں - مکند راج کی تخئیل بہت واضح هے' لیکن اس کی شاعری کے بیشتر حصے پر فلسفے کا رنگ غالب هے - ذیل کی عبارت میں مکند راج اُس شخص کی شادمانی کو بیان کرتا هے جس نے یہ محسوس کرلیا هے کہ میری هستی اُس هستی برتر کے ساتھ ایک رشتۂ وحدت رکھتی هے:—

> "اس شخص کے مانند جو امرت کی مٹھاس چکھتا
> هے' صرف وهی شخص معرفت کامل کی مسرتوں کو
> جانتا هے جسے اس کا تجربہ هوا هے' اس سے ایسی
> مسرت هوتی هے کہ کوئی شخص دنیوی زندگی کا
> خیال تک نہیں کرسکتا - جب ازلی خوشی پانی بھری
> گھٹا کی طرح برس پڑتی هے تو آسودگی کہاں کو
> پہنچ جاتی هے - "علت آخر" کی دھن میں آنا کی
> تمیز تک جاتی رهتی هے"—

اس مذهب کے شعرا کا تمام تر کارنامہ یہ هے کہ اُنھوں نے شنکراچاریا کے فلسفیانہ مسائل کو مرهٹی لباس میں پیش کیا - ان کی خاص قابل تعریف بات یہ هے کہ اُنھوں نے همت کرکے مرهٹی زبان میں فلسفیانہ رسائل لکھنے کا ایسے وقت میں بیڑا اُٹھایا' جب کہ وہ صرف عوام اور ادنیٰ طبقے کی زبان خیال کی جاتی تھی—

مکند راج هی وہ پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے مرهٹی میں سنجیدہ نظم لکھنا شروع کیا - اُس نے مشکل سے مشکل بحث اور نازک سے نازک خیال کو

سوھتی میں ظاھر کرکے اس زبان کی قدرت اور صلاحیت کا عملی طور پر ثبوت دیے اور ایک بحر 'اووی' ایجاد کی جس سے بعد کے شعرا نے خوب کام لیا—

عہد دنانیشور (۱۲۰۰ تا ۱۵۰۰)

اس عہد میں ھوئیں مذھبی مفکرین کے طرز عمل میں ایک عجیب و غریب تبدیلی نظر آتی ھے - رامانج نے، جو گیارھویں صدی میں ھوا ھے، یہ تلقین کی کہ نجات پانے کے لئے بھکتی (عبادت) وحدت الوجود کے علم سے زیادہ پر تاثیر ھے - رامانج پہلا شخص تھا جس نے اس امر پر زور دیا کہ ھستی برتر صفاتی نہیں بلکہ ذاتی ھے اس دور کی کل تصنیفات میں یہی رنگ جھلکتا ھے—

اس عہد کے تمام شعرا کا سرتاج دنانیشور ھے - دنانیشور سنہ ۱۲۷۵ء میں الندی میں پیدا ھوا - اس کا باپ وٹھل پنت ایک موضع اپاگاؤں (تحصیل پٹن) کا پٹواری تھا، کہتے ھیں کہ اپنے والدین کی موت پر وٹھل پنت بہت دل برداشتہ ھوا اور دنیوی جھمیلوں کے خلاف اس کے جذبات میں اس قدر تغیر ھو گیا کہ اس نے گھر بار کو تج دیا اور مکتی حاصل کرنے کے لئے کسی روحانی پیشوا کی تلاش میں بنارس کو چل دیا، اور اُس زمانے کی رسم کے مطابق سنیاسی ھو گیا - لیکن اس نے اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر سنیاس لیا تھا - وہ بنارس میں اپنے گرو کے ساتھ رھنے لگا - گرو کو کسی جاترا کے دوران میں الندی میں قیام کرنے کا اتفاق ھوا جہاں وٹھل پنت کی بیوی اپنے والدین کے ھاں رھتی تھی - اس نے اُس زمانے کے موافق گرو کو ڈنڈوت کی، گرو نے دعا دی "بھگوان تجھکو سعادت مند بیٹے دے، تم میاں بیوی سکھی رھو" - اس دعا پر اِس عورت کے چہرے سے کچھ ایسی حسرت برسنے لگی کہ سوامی پر بڑا اثر ھوا، پس اس نے تحقیق کرنی شروع کی تو معلوم ھوا کہ وہ چیلا جس کو اس نے سنیاسی بنا ڈالا ھے اسی عورت کا شوھر ھے - سوامی جلدی سے بنارس واپس گیا اور وٹھل پنت کو تاکید کی کہ وہ گرھست اختیار کرے - چنانچہ یہ تارک دنیا پھر دنیادار بن گیا - رفتہ رفتہ گرو کی دعائیں پوری ھوئیں

کیونکہ اس کی بیوی کے چار بچے ہوے (۱) نورتھہ ناتھہ (۲) دنان دیو (۳) سوپن دیو۔ تین بیٹے اور مکتا بائی ایک لڑکی۔ ان بچوں کے سر سے بہت جلد والدین کا سایہ اٹھہ گیا۔ متعصب سوسائٹی نے ان کی کچھہ خبر نہ لی' کیونکہ وہ ایک سنیاسی کی اولاد ہونے کی وجہ سے سب کی نظروں سے گر گئے تھے۔ سنیاسی کا گرھست میں پڑنا اُس زمانے کی رسوم کے مطابق ایک عجیب بات تھی۔ پس چاروں بچے اپنی بسر اوقات اور تربیت کے بارے میں بالکل بے یار و مددگار رہ گئے۔ اس طرح دنانیشور کو چھوٹی ھی عمر میں دنیا سے سابقہ پڑا۔ اس کے ذاتی تجربے نے اسے محسوس کرا دیا کہ مذھبی رسوم اور رواج کی پابندی سے خالق و مخلوق کے درمیان کیسی کیسی رکاوٹیں پیدا ھو گئی ھیں۔ اس کے دل میں مذھبی اصلاح کا شعلہ بھڑکنے لگا تاکہ نجات کے ذرائع کو بادشاہ اور دھقان دونوں کے لئے یکساں طور پر ممکن الحصول بنائے۔ رامانج کی تلقین اس کے روحانی تجربات کے عین موافق تھی۔ چنانچہ دنانیشور شعرا کے جس مذھب کا بانی ھے اس کو مذھب ریاضت یا "بھکتی مذھب" کہتے ھیں —

دنان دیو چار کتابوں کا مصنف سمجھا جاتا ھے (۱) امرتا نوبھاوا (۲) ابھنگ (۳) پنچادیشی اور (۴) دنان دیوی۔ ان میں سے آخری سب سے زیادہ مشہور ھے اور اس تصنیف کی بدولت دنانیشور کا نام مرھٹی ادب میں بقائے دوام حاصل کرچکا ھے۔ مرھٹی سے اس کی محبت خود اس کے الفاظ میں خوب بیان ھوسکتی ھے —

"یہ میری مرھٹی تقریر شیرینی و حلاوت میں
آب حیات سے بھی سبقت لے جاے گی" —

دنان دیوی جس نے دنان دیو کو مرھٹی ادب میں حیات جاوید بخش دی ھے ایک سنسکرت کتاب 'بھگوت گیتا' کی شرح ھے' جس میں ویدوں اور اپنشدوں کے ھندو فلسفہ اور مذھب کا عطر نکال لیا گیا ھے۔ عام طور سے دیکھا جاتا ھے کہ فلسفے کی تصانیف شاعرانہ جولانیوں کا میدان بہت تنگ کر دیتی ھیں' کیونکہ

ان میں پیچیدہ اور ادق مسائل کے متعلق منطقیانہ استدلال کیا جاتا ھے لیکن دنانیشور کے ھاتھہ میں آکر فلسفہ بھی صاف ستھری شاعری بن جاتا ھے - یہ چیز اس کے کمال شاعری کی پوری دلیل ھے - شاعر اپنے مشاهدے اور تخئیل سے خوبصورت خیالات کا تصور قائم کرتا اور اُن کو نہایت مؤثر پیرایے میں ظاهر کرتا ھے - دنانیشور کے کلام میں بھی چمکتے ھوے جذبات اور دلاویز خیالات بہترین پیرایوں میں دست و گریباں نظر آتے ھیں دنانیشور کی خصوصیات شاعری کا خاص امتیاز یہ ھے کہ وہ لطیف ترین تشبیہات اور استعاروں کا نہایت بر محل استعمال کرتا ھے، جس سے اس کے کلام میں بالکل روحانی رنگ پیدا ھو جاتا ھے، اس لئے کہ وہ تمام ممکنہ میدانوں سے تشبیہات کا انتخاب کرتا ھے - نئی سے نئی اور انوکھی سے انوکھی تشبیہات یکے بعد دیگرے اس کی قلم سے تراوش کرتی ھیں اور جس مسئلے کو اسے سمجھانا ھوتا ھے وہ اس کے گرد ایک جڑاؤ مالا ڈال دیتا ھے جس کا ہر جواهر اپنی آب و تاب کے لحاظ سے بے نظیر ھوتا ھے—

(بھگوت گیتا) کے نویں باب پر جو مقدمہ اس نے لکھا ھے، اس میں حاضرین سے خطاب کرکے کہتا ھے:—

(۱) "لیجیے! میں آپ سب کو دعوت دیتا ھوں
کہ اگر آپ تمام ممکن راحتوں کو حاصل کرنا چاھتے ھیں
تو صرف ایک کام کریں، یعنی میری بات توجہ سے
سنیں (۲) آپ سب علما کے سامنے میری یہ دعوت
کہیں تعلی نہ سمجھی جاے، یہ صرف ایک بے تکلفانہ
درخواست ھے (۳) آپ لوگ سکھہ کے امرت کے گھرے
چشمے ھیں اور صرف آپ ھی کی طرف رجوع ھونے
سے مجھے اپنے حسب منشا ٹھنڈک نصیب ھوسکتی ھے -
لیکن اگر یہاں پہنچ کر بھی میں رشتۂ اتحاد کو

مضبوط کرنے میں شرماؤں اور تکلف کروں تو پھر اور کونسی جگہ مجھے راحت نصیب ہوگی! (۴) بچہ اگرچہ تتلا کر بولتا اور لڑکھڑاتا ہوا چلتا ہے مگر ماں کا دل اسی چیز سے باغ باغ ہو جاتا ہے (۵) میں بھی آپ کے سامنے بالکل بچہ ہوں• اور میری سعی صرف آپ کی نظر عنایت حاصل کرنا ہے (۶) کوئی نئی چیز نہیں ہے جس کو میں آپ جیسے داناؤں کے سامنے پیش کرسکوں - کیا سرسوتی کو ضرورت ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے لئے کتابیں پڑھے؟ (۷) جگنو ہزار کوشش کرے مگر ناممکن ہے کہ آفتاب کی ہمسری کرسکے - جس خزاں میں پہلے ہی شراب طہور موجود ہو اُس میں اور کونسی نعمت زیادہ کی جا سکتی ہے (۸) کیا کوئی ایسا پنکھا ہے جس سے چاند کو ٹھنڈا کیا جا سکے؟ کیا کوئی ایسی شیریں آواز ہے جس کو سحر آمیز موسیقی سن سکے؟ کیا کوئی ایسا زیور ہے جو زیور کے حسن کو دوبالا کردے؟ (۹) مہربانی کرکے مجھے کوئی اتنا بتادے کہ وہ کونسی بو ہے جس کو خوشبو سونگھے؟ سمندر غسل کرنے کے لئے کہاں جائے؟ کیا آسمان کے لئے کوئی ٹھکانا ہے جہاں وہ آرام کرسکے؟ (۱۰) کس کی مجال ہے کہ آپ جیسے دانشمندوں کے سامنے عالمانہ تقریر کرسکے (۱۱) لیکن جب ایک بچہ' جو اپنے باپ کے ساتھ

• دنانیشور کی عمر اس وقت صرف سولہ سال کی تھی—

کھانا کھا رہا ہے، ایک نوالہ پیش کرتا ہے تو باپ نہال ہو جاتا اور خوشی کے مارے ملہ کھول دیتا ہے۔ (۱۲) اسی طرح اگرچہ میری تقریر میں طفلانہ لکنت ہے لیکن یہ آپ کو خوش کرے گی اس لئیے کہ پریم کا تقاضا یہی ہے (۱۳) بچھڑے کی ھمک سے گاے کے تھن میں دودھ زیادہ اُترتا ہے - میری ہرزہ سرائی آپ کے دلوں میں میری محبت بڑھائیے گی (۱۴) پس میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ جو کچھہ کہوں اُس کو غور سے سنیں - آپ کا التفات میرے لئے چاند کی کرن سے زیادہ ٹھنڈا اور امرت سے زیادہ مقوی ہوگا۔ (۱۵) چندرکانتا * رستا ہے مگر اس کو پگلانے والا چاند ہوتا ہے - اسی طرح سے ایک مقرر ہیچ ہے اگر اُس کے مخاطبین آپ جیسے نہ ہوں" —

(۲) پارساؤں کے حال میں لکھتا ہے :—

(۱) " اے ارجن! پارسا آدمی کبھی بے راہ نہیں ہوتا اس کے ہاں دوست دشمن کی تمیز نہیں، وہ سب کے لئیے یکساں ہے (۲) چراغ اپنے مالک اور پڑوسی دونوں کے گھروں کو برابر روشن کرتا ہے (۳) درخت اپنے لگانے والے کو جو ٹھنڈی چھاؤں دیتا ہے، وہی اس کو بھی دیتا ہے جو اسے اپنی کلہاڑی سے کاٹنا چاھتا ہے (۴) گنّا اپنی رکھوالی کرنے والے کے لئیے میٹھا

---

* یہ ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے، مشہور ہے کہ چاند کی روشنی سے یہ پتھر رسنے لگتا ہے - مترجم

ہوتا ہے مگر اُن لوگوں کے لئے بھی کڑوا نہیں ہو جاتا
جو اس کو کولھو میں پیل کر رس نکالنا چاہتے ہیں۔
(۵) اسی طرح سے ایک بادشاہ کے سامنے تعریف یا
مذمت کوئی وقعت نہیں رکھتی (۶) موسموں کے ساتھ
آسمان نہیں بدلا کرتا، نیک آدمی کا دل تنگ حالی
یا خوش حالی سے متاثر نہیں ہوتا (۷) چاند کی ٹھنڈی
روشنی کی طرح وہ سب کو عزیز ہوتا ہے، بادشاہ کو
بھی اور فقیر کو بھی (۸) تمام دنیا کو اس کی ایسی
ہی ضرورت ہے جیسے پانی کی''—

رحم کی خصوصیات کے متعلق دانشور کہتا ہے:—

''پانی اگرچہ ایک حقیر سی شے ہے لیکن گھاس کی
جان بچانے کے لئے خود کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک
خدا ترس آدمی دوسروں کے مصائب کم کرنے میں چاہے
اپنی جان قربان کردے، اس کو ایک معمولی بات
سمجھتا ہے (۲) پانی ایک انچ آگے نہیں بڑھتا تا وقتیکہ
وہ اپنے راستے کے چھوٹے سے چھوٹے نشیب کو پر نہ کردے،
پس ایک دردمند شخص ایک قدم آگے نہیں بڑھاتا
جب تک مصیبت زدوں کے آلام کو دور نہ کردے (۳) کانٹا
پاؤں میں چبھتا ہے مگر اُس کی کھٹک روح تک
پہنچتی ہے، اسی طرح خدا ترس کا دل غم زدوں کے
رنج سے بھر جاتا ہے''—

خدا ہر انسان کے دل میں موجود ہے مگر ہم اسے بھول جاتے ہیں، دانشور
اس حقیقت کو ذیل کی تشبیہ سے واضح کرتا ہے:—

(۱) چھری کا ے کے تھن پر چمٹی رهتی هے اور ایک
پتلی سی کھال کی ته کے نیچے خالص شیریں دوده
هوتا هے مگر اس کی پروا نهیں کرتی اور غلیظ خون سے
خوش رهتی هے (۲) مینڈک اور کنول دونوں اکٹھے
رهتے هیں لیکن کنول سے مکھیاں شهد حاصل کرتی
هیں اور مینڈک کیچڑ میں مگن رهتا هے —

جی تو نهیں چاهتا که 'دنانیشور' کی شاعرانه بلندی ثابت کرنے والے اقتباسات کا سلسله ختم کیا جا ے مگر همیں مجبوراً اُسے ختم کرنا پڑتا هے' اس لئے که ابھی ان سے زیاده ضروری امور کی طرف ناظرین کو توجه دلانی هے —

ادبی نقطۂ خیال سے 'دنانیدیوی' ایسی نادر اور پاکیزه کتاب هے' اس کی تشبیہات و استعارات اور تمثیلوں میں ایسی شاعری کوٹ کوٹ کر بھری هے' اس کی طرز ادا اتنی سلیس اور تخئیل اتنی اچھوتی هے که باوجود دقت موضوع' اور باوصف اس امر کے که مصنف کا بڑا مقصد کسی قسم کے اضافے کی بجاے اصل کی شرح لکھنا تھا' اس کا پڑھنے والا مسحور اور میٹھے سروں اور نغموں کی فضا میں گم هوجاتا هے' حتیٰ که اس کی قوت فکر مفقود هوجاتی هے اور وه صرف شکر گزاری کے جذبات میں ڈوب جاتا هے - یہی در اصل مرهٹی ادبیات کا نقطۂ آغاز هے اور جہاں تک که اس ادبیات کے ایک پہلو یعنی تبلیغی یا اشاعتی پہلو کا تعلق هے' یہی اس کی تکمیل کی حد بھی هے- 'دنانیدیوی' جذبات اور بلند تخئیل سے اس قدر مملو هے که گو اس تصنیف کو آج تقریباً سات سو سال گزرچکے هیں مگر تمام مرهٹی بولنے والے علاقوں میں بڑے شوق اور احترام سے پڑھی جاتی هے —

غرض که 'دنانیشور' نے 'مکند راج' کے تبلیغی پند آموز فلسفے کو کچھه اس طرح بلند کیا که اس کے ڈانڈے حقیقی معنی خیز اور ولوله انگیز شاعری سے جاملے' کیونکه تبلیغ و اشاعت کے میدانوں میں رومانی عنصر کو رائج کرنے والا یہی شخص هے -

'بھگوت گیتا' کی شرح میں وہ رومان نگاروں کی طرح آزاد ھے اور چونکہ وہ اپنے تخئیل کی جولانی کو روکتا نہیں ھے اس لئے اس کے تصورات اور توضیحات میں دل پذیر ندرت پیدا ھوجاتی ھے - وہ شاعر پہلے ھے اور فلسفی بعد کو - جس طرح 'چاسر' انگریزی شاعری کا باوا آدم ھے' اسی طرح 'دنانیشور' بجا طور پر مرھٹی شاعری کا باوا آدم کہا جاسکتا ھے' یہی وہ سرمدی چشمہ ھے جس سے مرھٹی ادبیات کا آب صافی جاری ھوا - 'دنانیشور' کے بھائیوں اور بہن نے بھی کچھہ نظمیں لکھی ھیں' مگر ھم ان سے قطع نظر کرکے دوسرے جلیل‌القدر شاعر 'نامدیو' کی طرف متوجہ ھوتے ھیں —

ذات باری کی بھکتی کے عقیدے کا مہاراشٹر کے لوگوں پر ایسا غالب اثر ھوا کہ جذباتی شاعری کا ایک نیا مذھب پیدا ھوگیا - اس کا آغاز سب سے پہلے 'نامدیو' میں نظر آتا ھے - اس کے حالات زندگی کے بارہ میں اب تک کوئی مستند معلومات فراھم نہیں ھوسکی - اس کی تصنیفات کی داخلی شہادتوں سے اتنا ظاھر ھوتا ھے کہ وہ ایک درزی کا بیٹا تھا اور سنہ ۱۲۷۰ ع میں پیدا ھوا - اس کا باپ ایک سچا عابد تھا لیکن 'نامدیو' اپنے عنفوان شباب میں چوروں اور قزاقوں کے جتھے میں جا پڑا اور اپنے والدین کی ایک نہ سنتا تھا' وہ شاھراھوں پر ڈاکے ڈالتا اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا رھا' لیکن ایک مرتبہ جب کہ وہ 'ناگناتھہ' میں تھا' اُس نے بیواؤں اور چھوٹے چھوٹے یتیموں کی تباھی کا جو خود اس کی شقاوت کا شکار ھوے تھے' بچشم خود نظارہ کیا اور اُنھیں فاقوں کے مارے ھلاک ھوتے ھوے دیکھا' اس سے اُس کے خیالات میں دفعتہً ایک تغیر سا پیدا ھوا' اس کے نازک جذبات بیدار ھوگئے اور اس کے ذکی الحس قلب پر ٹھیس لگی- غرض کہ جب یہ رد عمل شروع ھوگیا تو 'نامدیو' قدرتاً دوسری حد پر جا پہنچا' اور اب دنیوی زندگی کو خوف سے دیکھنے لگا' اور خدا کی عبادت میں مصروف ھوگیا - اپنی زندگی میں اسے جن مدارج سے گزرنا اور گونا گوں کشمکشوں اور قلبی ھیجانات کا سامنا کرنا پڑا اُن سب کا

عکس اس کی تصنیفات میں جھلکتا ھے —

اس کی تصنیف میں سب سے زیادہ درد انگیز اشعار وہ ھوتے ھیں جن میں وہ اپنا دل چیر کر اس کے سیاہ داغ دنیا کو دکھاتا ھے - یا پھر وہ جن میں وہ متضاد هیجانات کی کشمکش کا بیان یا وصال ربانی کی آرزو کرتا ھے -

نمونۂ کلام '

وہ اپنے نفس کو یہ تلقین کرتا ھے :-

"اے دل! دوسروں کی بیویوں کو اپنی ماں خیال کر اور دولت کو ٹھکر پتھر یا مٹی کا ایک ڈھیر سمجھہ - لوگوں کی بھلائی کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہ اور ان کے مصائب کو محسوس کر - ھمیشہ یاد رکھہ کہ تجھے یہاں زیادہ نہیں رھنا ھے' جو کچھہ مل جائے اس پر قناعت کر - بھگتوں کی صحبت میں خدا کے گُن گا - سمجھہ لے کہ تمام مخلوقات میں خدا موجود ھے" —

جلوۂ حق کی تمنا -

اے خدا! تو مجھے کیوں نہیں دکھائی دیتا ' میں تیری جدائی برداشت نہیں کرسکتا' ایک بچہ جو اپنی ماں سے چھٹ گیا ھو' اس وقت تک برابر روئے جاتا ھے جب تک کہ وہ اسے دیکھہ نہ لے - بچھڑا اپنی ماں کے بغیر بے چین رھتا ھے - مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی - اے خدا میں تیری دید کا آرزو مند ھوں' تیری جدائی مجھہ سے برداشت نہیں ھوسکتی" —

" تیرے دھیان کے بغیر ایک لحظہ ' اے خدا مجھہ پر

ایک صدی کی طرح شاق گزرتا ھے - تو ارحم الراحمین
کہلاتا ھے ' پھر میرے لئے اسقدر سنگدل کیوں ھے ؟
تو اپنے عابدوں پر مہربان رھا ھے ' اُن کے ساتھہ تجھے
تغافل کرتے کبھی نہیں سنا - مجھے یقین ھے کہ تو
میرے ساتھہ بے اعتنائی نہیں برتے گا - اے کریم !
مجھے اپنی حضوری میں لے " —

" چڑیا اپنے بچوں کو گھونسلے میں چھوڑ کر دانے
کی تلاش میں جاتی ھے - ھر چند اس کا جسم دور
ھوتا ھے مگر دل اپنے بچوں ھی میں پڑا رھتا ھے '
پس اے خدا ! ایسا کر کہ میں دنیوی کاروبار میں
لگا ھوا ھوں تو بھی میرا دل تجھی میں اٹکا رھے -
ایک گائے جنگل میں چرنے کو جاتی ھے ' مگر اس کا
دل گھر پر اپنے بچھڑے میں لگا رھتا ھے - عورتیں
اپنے سروں پر گھڑوں کی جیگھڑ رکھتی ھیں اور جب
اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی ھیں تو ان کا دھیان
جیگھڑ میں ھوتا ھے - اے خدا ! ' نامدیو' یہ چاھتا ھے
کہ اُس کے دل میں بھی تیرا ایساھی دھیان ھو " —

" بچھڑا اپنے کُھلنے کے لئے کھونٹے کے گرد چکر
کاٹتا رھتا ھے لیکن اس سے رسی اور بھی اُلجھہ جاتی
ھے ' اسی طرح میں بھی دنیوی علائق اور مکروھات
میں گرفتار ھو گیا ھوں ' مجھہ پر رحم کر ' توھی
ایک میرا سہارا ھے " —

'نامدیو' جذباتی شاعری کی ایک نئی طرز کا موجد اور اُس کا بہترین نمائندہ ھے -

اس کا اثر بعد کے شعرا پر بے انتہا پڑا ہے ' اسی اثر کا نقاضا تھا کہ ہمیں اس کے متبعین کا ایک طویل سلسلہ نظر آتا ہے ' جنھوں نے اس نئی طرز کو ایسے جوش اور سرگرمی سے ترقی دی جس کی کوئی انتہا نہیں--

'نامدیو' کی شاعری کا اثر اس کے سارے گھرا نے میں سرایت کر گیا ' چنانچہ اس کی بیوی ' ماں ' بچوں حتیٰ کہ گھر کی خادمہ جنی کے اشعار اب تک موجود ہیں اور ' جنی بائی' کے کہے ہوے ابھنگ تو خلوص اور گرمی جذبات کے اعتبار سے خود ' نامدیو ' کے کلام سے ٹکر کھا تے ہیں —

مہاراشٹر کی مذہبی تخئیل بیدار کر نے میں جو کام 'نامدیو ' نے کیا ' وہ اس واقعے سے ثابت ہے کہ عین اس وقت اور اس کے بعد ہی 'پرلی' کا 'جگامترناںبھا' پرسا بھاگوت ' ' وتھوبا کھیچر' سوانا مالی' 'نرھری سنار' گورا کمھار'اور'چوکھا میلا ' وغیرہ شعرا کا ایک جھمکڑا پیدا ہوا ' (ان میں سے آخرالذکر شاعر ذات کا مہار تھا) یہ ' نامدیو ' ہی تھا جس سے وہ آگ پیدا ہوئی ' جس نے ذات پات کے فرق مراتب کو پھونک کر ایک روحانی جمہوریت قائم کی' یعنی خدا کی عشقیہ عبادت اور محبت کے رشتے میں ساری دنیا کو شریک کرلیا - یہی وہ اثر تھا جو شاعری کو اس عرش بریں سے اُتار کر ' جسے پنڈتوں نے اپنا حق سمجھ لیاتھا ' جمہور کی سطح پرلے آیا - جہاں سب مل جل کر ہم آہنگ ہوسکتے تھے - عاشقان الٰہی کی وارفتگی اور جوش ' اور حقیر سے حقیر ملازم کا بے چینی کے ساتھ اپنے " آقا " کو دیکھ لینے کا اشتیاق ' دل زدہ اور تائب کی ندامت کا کرب یہ سب باتیں ان کے اشعار میں بڑی خوبی سے ظاہر ہوتی ہیں —

بھکتی مذہب کی شاعری کا بیشتر حصہ جذباتی ہے اور عبادت اور خدا پرستی کے خالص گیتوں پر مشتمل ہے ' یہی چیز مرہٹی شاعری کی خصوصیت عالیہ ہے - جذباتی شاعری دل کی گہرائیوں میں جنم لیتی ہے ' ذہن میں پرورش پاتی ہے اور دل کی گہرائیوں ہی میں ڈوب جاتی ہے - دل کا یہ گیت دل ہی کے لئے ہوتا ہے -

جب قلب گرمیٔ حیات سے متاثر اور جوش و خروش سے مضطرب ہوتا ہے تو اس کے خزانے پھٹ پڑتے ہیں - اگر جذباتی شاعری کی یہی خصوصیت ہے ' جو بیان ہوئی ' تو مہاراشٹر کی بھکتی شاعری اصلی اور اعلیٰ ترین قسم کی جذباتی شاعری کہلائے جانے کی مستحق ہے - جذباتی شاعری وہ پریم کا گیت ہے جو ہر قسم کے جنسی عشق سے بے نیاز ہوتا ہے ' اس شاعری سے کہیں بہتر ہے جو محض " حسن کی دیویوں " کے صدقے ہوتی رہتی ہے ' خواہ یہ دیویاں کیسی ہی دلفریب کیوں نہ ہوں - یوں تو قوت اور تاثیر اس شاعری میں بھی ہوتی ہے جو دنیوی حسن کی مجازی محبت کے گیت گاتی ہے لیکن بھکتی کے گیتوں اور عشق حقیقی کے نغموں کے اعتبار سے مرہٹی شاعری آج عدیم المثال اور بے نظیر ہے - تزکیۂ نفس اور روح کو تشفی بخشنے کی قوت میں مغرب کی کوئی شاعری بھکتی مذہب کی جذباتی شاعری کا مقابلہ نہیں کرسکتی - اگر کوئی ادب ایسا ہے جو بشر کی درندگی اور بہیمیت کو دور کرنے ' اس کو بہتر انسان بنانے اور غالباً اُس مقام تک پہنچانے میں کارگر ہے ' جس کو عموماً الوہیت کہتے ہیں تو بھکتی مذہب کی مرہٹی شاعری ہے - اگر آج مہاراشٹر کے لوگ ہندوستان کے دیگر باشندوں کی نسبت زیادہ فرماں بردار ' زیادہ اطاعت گزار' زیادہ قانع اور زیادہ سلیم الطبع ہیں تو اس کی وجہ بھی بھکتی مذہب کی ادبیات کا اثر ہے —

جذباتی شاعری کی داغ بیل ڈالنے کے علاوہ ' نامدیو ' نے " پرانوں " سے اخذ کرکے مختصر قصص بھی لکھنے شروع کئے- اپنی دوسری نظموں کی طرح یہ قصے بھی اس نے کسی ادبی تحریک سے نہیں لکھے بلکہ اس کے نزدیک یہ خدا کی عبادت کا طریقہ تھا- گویا وہ یہ سمجھتا تھا کہ خدا کی حمد گارہاہے اور اس کی قدرتیں بیان کررہاہے- بھکتی مذ ھب کے دوسرے شعرا بھی اسی طریقے پر کار بند ہوے - ان سب شعرا نے ' ابھنگ بحر ' اختیارکی- یہ 'اووی سے' جس کو قدیم شعرانے استعمال کیا تھا' مختلف ہے- 'ابھنگ' اووی بحر کی ایک اصلاح یافتہ شکل ہے' اور یہ ان مرہٹی شعرا کے جذبات

کے اظہار کے لئے جن کا تعلق بھکتی مذھب کی ادبیات سے ھے ' بہت موزوں ھے —

مکیشور کا زمانہ سنہ ۱۵۰۰ ع

اب هم جس دور کا بیان کرنے والے ھیں ' وہ مہاراشٹر کی ادبی تاریخ کا زرین دور ھے - اس عہد میں مرھٹی شعرا کی جولانیاں انسانی زندگی کے صرف ایک شعبہ یعنی مذھب اور نجات کی حد تک محدود نہیں رھیں بلکہ اب انسانوں کے روحانی تعلقات نے بھی ان کی ادبی قابلیتوں کے نئے نئے میدان فراھم کئے۔ اب تک ادب صرف بہ حیثیت ادب ان کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا ' ان کے ادبی کارنامے محض اتفاقی یا پھر ان کے واردات قلبی کے اظہار کا ایک ضروری ذریعہ تھے۔ لیکن جس دور میں ہم اب پہنچتے ھیں' اس میں مرھٹی ادبیات نے ایک مخصوص اور محدود میدان کی بجائے دوسرے میدانوں میں قدم بڑھائے - اس دور میں اگر ایک طرف قدیم ادبیات انتہائی اوج پر پہنچی تو دوسری طرف جدید ادبیات نے بھی اپنا ایک نمایاں قالب تیار کرلیا - قدیم تبلیغی ادبیات کی تکمیل ' ایکناتھ ' اور ' وامن ' پنڈت کے ھاتھوں ھوئی تو رزمیہ اور بیانیہ شاعری جس میں رومانیت کا چٹخارا بھی تھا '' مکیشور ' اور ' وامن ' کے کلام میں ابھری اور چمکی - اگر ایک طرف قدیم الوھیت ' کا رام ' کی جذباتی شاعری میں معراج کمال کو پہنچتی ھے تو دوسری طرف ' رام داس ' ایک نئی قسم کی اخلاقی شاعری سے سننے والوں کے دل ھلادیتا ھے - وہ دونسے اثرات تھے جنھوں نے اس نئے دور کو پیدا کیا ؟—

اگر اس موقع پر مہاراشٹر کی سیاسی تاریخ پر ایک سرسری نظر دوڑائی جائے تو اس سے غالباً ھماری تحقیق میں مدد ملے گی۔ سولھویں صدی عیسوی میں غیر ملکی حکومت مہاراشٹر میں جڑ پکڑ چکی تھی' ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اس غیر ملکی قوت کے مختلف مرکز تھے اور حملہ آور اور ملکی باشندے دونوں پہلو بہ پہلو ایک غیر مستقل قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس زمانے میں اطمینان اور

امن اور بد امنی و انتشار کا باری باری دور دورہ رہا کرتا تھا، چونکہ مسلمانوں اور ہندؤوں کے درمیان تبادلۂ خیالات و افکار بھی ہوتا تھا، اِس لئے اُس وقت کی زبان میں فارسی الفاظ کی نمایاں آمیزش نظر آتی ہے یہ انہی غیر ملکی حکومت کے اثرات کا نتیجہ تھا کہ چودھویں، پندرھویں اور سولھویں صدی کی اکثر ادبیات میں شکایت اور سوز و گداز کی لے بہت بڑھی ہوئی نظر آتی ہے - شہزادوں اور بادشاہوں کا یکے بعد دیگرے بڑہ چڑہ کر دفعہ دب جانا ضرور تھا کہ قومی تخئیل کو متاثر کرے اور ہوا بھی یہی - وہ آبادی جس پر پہلے ہی 'دنانديو' اور 'نامديو' کی تعلیمات کا رنگ چڑہ چکا تھا اور جن کے قلوب پر تمام دنیوی ہستی کے ناپائدار اور سراب صفت ہونے کا عقیدہ راسخ ہوچکا تھا جلدی سے رشیوں کے ہم آہنگ ہوکر دنیا کو اوکوت گھاٹی سمجھہ بیٹھی - ان لوگوں کے قلوب میں غیر ملکی حکومت کی طرف سے کسی طرح کے غصے کے جذبات نہ تھے - "تمام فانی چیزیں غائب ہوجانے والی ہیں، پس فانی اشیا کے لئے تم کیوں جنگ کرتے اور اپنا سر پھوڑتے ہو، کوئی حکومت کرے، تم اپنی ابدي بہبودی کا خیال رکھو"، یہ اُس وقت کے عوام کا فلسفہ تھا، یعنی ایک مرنجاں مرنج اور شاکرانہ زندگی بسر کرنا - تمام مذہبی فرقوں نے اپنے آپس کے اختلافات ختم کرلئے تھے - خیالات و عقائد کی اس تبدیلی کی یادگار یوں قائم کی گئی کہ پنڈھرپور میں ایک مندر بنایا گیا جس میں وجے نگر سے لاکر 'وتھوبا' کی مورت رکھی گئی - غرض کہ مہاراشٹر کے لوگوں نے دنیوی زندگی کے معاملات سے بے پروائی اور مایوسانہ بے تعلقی اختیار کرلی، البتہ چند اولوالعزم اور جری طبیعتیں جن کی رگوں میں قدیم شہزادوں کا خون تھا، یا چند مرہٹہ سردار ایسے تھے جو گمنامی کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرسکتے تھے، اُنھوں نے جب اُن کو موقع ملا، کبھی اِس قطعۂ زمین پر قبضہ کیا، کبھی اُس ٹکڑے پر ہاتھہ مارا اور اس طرح شہاب ثاقب کی طرح رہ رہ کر چمکتے اور اپنی زندگی کا ثبوت دیتے رہے۔ چونکہ چودھویں صدی سے لے کر سولھویں صدی تک مہاراشٹر پوری طور سے

ایک فرمانروا کے ماتحت نہیں رہا بلکہ متعدد حکومتوں میں ٹکڑے ٹکڑے رہا، اس لئے من چلوں کو اپنی بے قاعدہ جانبازیاں دکھانے کے لئے اچھا خاصا میدان مل گیا - اگرچہ یہ سیاسی حالات مرہٹی ادب کے ارتقاء کے مساعد نہیں ہوسکتے تھے تاہم یہ واقعہ ہے کہ اعلی مرہٹی ادبیات کا بیشتر حصہ اسی ہل چل اور بد امنی کے زمانے میں پھلا پھولا - اگرچہ عوام الناس خاموش تھے لیکن فضا میں برابر ہیجانی کیفیت موجود تھی اور بلند حوصلہ نوجوانوں میں من چلاپن اور جیوٹ دکھانے کا شوق سرایت کرچکا تھا اس لئے کہ اس طوائف الملوکی کے زمانے میں اُن کی سرکوبی کون کرتا - غیر ملکی یا بیرونی حملہ آوروں کی متعصبانہ ایذا رسانی اور شقاوت کے واقعات بھی اکثر ہوتے رہے - ان ایذا دہی اور وحشیانہ سنگدلی کی باتوں سے مرنجاں مرنج باشندوں پر ہیبت چھاگئی اور وہ تائید ایزدی، امداد غیبی اور اس قسم کی دوسری کہانیوں سے اپنے دلوں کو تسکین دینے لگے - چنانچہ لوگوں میں یہ دھن پیدا ہوگیا کہ اگر کوئی سمجھانے والا ملتا تو وہ اس سے پُران پڑھواتے اور کوروں اور پانڈوں کی جنگ کے قصے بڑی غور سے سنتے - غرض کہ جس طرح ملکۂ الزبتھ کے زمانے میں انگلستان کے عوام کا ذھن ڈرامے اور تمثیلی ادبیات کے ظہور کے لئے تیار ہوگیا تھا، اسی طرح سولھویں اور سترھویں صدی میں مہاراشٹر ایسی ادبیات کا تشنہ ہوگیا جو اُس کے دل کی کسک کو کم کرسکے، درد کو تسکین دے، شجاعت کی کجلائی ہوئی چنگاری کو بھڑکائے اور حالات زندگی کے اقتضاء سے جو ہیجانات ناگزیر ہوگئے تھے، اُنھیں بھڑکائے یا دھیما کرے - چنانچہ ایک طرف 'مہابھارت' اور دوسری طرف 'بھاگوت' کا مرہٹی ترجمہ (اول الذکر میں قدیم شجاعت کے قصص تھے اور آخرالذکر میں مذھب کے مسلک ریاضت کے مسائل تھے) اور تکا رام کی 'ابھنگ' اور رام داس کی 'داس بودھ' ظہور میں آئیں- اب ہم مہاراشٹر کی ادبی تاریخ کے اس دور زریں کے خاص نمائندوں کے سوانح اور کلام پر مختصر سا تبصرہ کریں گے —

اس مقام پر شکر گزاری کے ساتھہ یہ اعتراف کرنا کچھہ بے محل نہ ہوگا کہ بعض مسلمان حکمرانوں نے مرھٹی ادبیات اور مرھٹہ قوم کی حقیقی قدر افزائی کی۔ ابراھیم عادل شاہ کا زمانہ آیا، وہ مرھٹوں کے جنگ جویانہ اوصاف کے باعث اُن کا بڑا مداح تھا۔ اُس نے مرھٹوں کو سلطنت کے اکثر ممتاز عہدوں پر مامور کیا۔ مہاراشٹر اور مرھٹی سے اسے اس قدر انس تھا کہ مرھٹی درباری زبان بنائی گئی۔ دربار میں مرھٹی کے رواج نے قدرتاً اُس کی ترقی کی رفتار کو تیز کردیا —

ایکناتھہ | یہ اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا ولی، جید عالم اور جلیل القدر شاعر تھا۔ سنہ ۱۵۲۸ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۶۰۹ع میں وفات پائی۔ اس کے حلم، توکل، ضبط نفس، ریاضت اور عالمگیر محبت کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں جن کو ہم یہاں دھرانا نہیں چاھتے۔ ان قصوں سے ثابت ہوتا ھے کہ ایکناتھہ کا روحانی خلوص کس حد تک تھا۔ اُس کا ظاھر اس کے باطن کی سچی تصویر تھا۔ اس کی تصنیفات عظیم‌الشان اور ضخیم تھیں۔ اس کی 'بھاگوت' کی شرح (باب ۱۱) مہاراشٹر کی مقدس ترین کتاب سمجھی جاتی ھے۔ 'ایکناتھہ' میں اصل سنسکرت تصنیف کی صحیح تشریح اور ترجمانی کا فن کمال کو پہنچ گیا ھے اور جیسا کہ اس کی 'رامائن' سے ظاھر ہوگا وہ طرز بیان میں بھی دوسرے شاعروں سے بہت آگے ھے۔ 'ایکناتھہ' نے جو کچھہ لکھا، جہلا اور عوام میں صداقت اور نور علم پھیلانے کے لئے لکھا۔ اس کا دل روحانی اندھوں اور گونگوں کے درد سے تڑپتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اُن کے دلوں تک رسائی پانے کا اگر کوئی ذریعہ ھے تو صرف ایک یعنی انھی کی زبان لکھنا۔ پنڈتوں کی تمام مخالفتوں کے باوجود اس نے اپنی تصنیف ملکی زبان میں کی۔ ایکناتھہ مرھٹی پر فخر کرتا تھا، اس زبان کی حمایت میں وہ کہتا ھے :-

" مانا کہ سنسکرت مصنفین جلیل القدر' ھیں لیکن
مرھٹی میں کونسی قباحتیں ھیں۔ سونے کے بلے

ہوے نئے اور پرانے پھولوں میں کوئی کیسے تمیز
کر سکتا ہے ؟ سنسکرت خدا کی بنائی ہوئی ہے تو
کیا 'پراکرت' چوروں کی پیدا کردہ ہے ؟ خدا زبانوں کا
طرفدار نہیں اُس کے نزدیک مرہٹی اور سنسکرت
دونوں برابر ہیں'' —

ادب جمہوری ہے اور جمہوری ہونا چاہئے - 'ایکناتھ' نے سنسکرت پنڈتوں کی مخالفت کے باوجود اس کا اعلان کیا —

بہ حیثیت شاعر کے 'ایکناتھ' خاص طور پر اپنی 'بھاگوت' کے لئے مشہور ہے - اس کتاب کا مضمون اس کا اپنا نہیں ہے لیکن جن تشبیہوں، استعاروں اور موزوں تمثیلوں سے وہ اصل کی تشریح اور توضیح کرتا ہے، وہ اس کے اچھوتے تخئیل کا ثبوت ہیں - یہ تصنیف 'اووی' بحر کے تقریباً بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے - کتاب کا خاص موضوع یہ ہے کہ بھکتی یعنی پرماتما کی لگن سے دلوں کو بھردیا جائے - یہاں بھکتی کو اس کے محدود معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس مسلک میں رفعت اور ہمہ گیری داخل ہے - 'ایکناتھ' بھکتی کی تعریف اِن لفظوں میں کرتا ہے : '' بھکتی کے معنی تمام مخلوق کی خدمت اور اس سے محبت کرنا ہے '' - شاعر کی حیثیت سے 'ایکناتھ' کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے - وہ انسانی قلب کے تمام مختلف واردات اور خواہشات کی سچی تصویر کھینچنے پر قادر ہے - جذبات کے تمام اصولوں سے واقف ہے اور اپنے الفاظ کی قدرت سے ہر جذبے کو بر انگیختہ کر سکتا ہے - چند مثالیں ملاحظہ ہوں -

'رام' کی بیوی 'سیتا' کا حال بیان کرتے ہوے 'ایکناتھ' لکھتا ہے :—

" وہ اس قدر نازک اندام تھی کہ معلوم ہوتا تھا،
چاند کی کرنوں سے اُس کا بدن چھلنی ہو جاے گا،
اور کنول اُس کے مقابلے میں سخت تھا - اُس کے اعضا

آسمان سے بھی زیادہ لطیف چیز کے بنے ہوے معلوم
ہوتے تھے (۲) اُس کے چھونے سے تمام اعضا اور دماغ
میں ایک پھریری سی پیدا ہوتی تھی اور اُس کے
خوبصورت نظارے سے جو انبساط ہوتا تھا اُس کے سامنے
امرت کی شیرینی کی کچھہ حقیقت نہ تھی ۔ اُس کے
چہرے پر نظر ڈالنے سے آنکھوں پر خوشی کے مارے
وجد طاری ہوتا تھا ، وہ اُس کے چہرے پر جمی رہتی
تھیں اور کسی دوسری چیز کو دیکھنے سے حظ نہیں
پاتی نہیں (۴) اُس کے حسن کی دید ہر مقاومت
پر فتح پاتی تھی اور حسن کی ایسی تکمیل یافتہ
شکل کہیں اور نظر نہ آسکتی تھی " —

مکتیشور

مکتیشور ھی وہ پہلا شاعر ہے جس نے بھکتی مذھب کی جلائی ہوئی شمع سے کسب سوز کر کے اسے بکثرت اور خاص ادبی اغراض کے لئے استعمال کیا ۔ اُس کا رتبۂ شاعری بہت بلند ہے ۔ ویسے بھی ' ایکناتھہ ' کا نواسا ہونے کی وجہ سے شاعری اُس کی رگ و پے میں موجود تھی ۔ دو عظیم رزمیہ 'راماین' اور 'مہابھارت' کے ترجمے اُس کی اہم ترین تصنیفات ہیں ۔ 'راماین' میں ' مکتیشور ' نے ' اووی' کی بجاے سنسکرت بحر استعمال کی ہے ۔ رنگین تصورات ' تخئیل کی بلند پروازی ' استعارے اور بر محل و موزوں الفاظ اور زبان کا استعمال ' مکتیشور ' کی شاعری کے ممتاز خط و خال ہیں ۔ ' مکتیشور' کے بیانات اُس کے شوخ تخئیل کا نتیجہ ہیں اور اُن میں اکثر مقامی رنگ جھلکتا ہے ۔ وہ پہلا شاعر ہے جس نے اپنی فکر میں گرد و پیش کے معاشرتی ' سیاسی اور مذھبی مواد سے کام لیا ' اُس کی تصنیفات فطرت نگاری سے بھری پڑی ہیں ' اُن کا رنگ شوخ اور بیان روشن ہے ' چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔ شام کا سماں —

" شام کے وقت ہزاروں کرنوں والے دیوتا سورج کو
دوشیزۂ مغرب کا بوسہ لیتے دیکھ کر کلیاں کھلا
گئیں اور اُن کے چہرے زرد ہوگئے (۲) مرد کی بیوفائی
کا خیال کر کے چکویٔں اپنے نروں کو چھوڑ کر دریا کے
دوسرے کنارے چلی گئیں (۳) سورج جیسے فضیلت
مآب دیوتا کو اس طرح معصیت میں آلودہ دیکھ کر
چاند، اگرچہ خود بھی سیاہ داغ رکھتا تھا، زیادہ
روشن ہونے لگا، اور جس طرح بڑوں کے زوال سے
ادنیٰ لوگوں کی بن آتی ہے، ستارے چمکنے لگے،
جس طرح بڑوں کو دیکھ کر حاسدوں کی زبان کھل پڑتی ہے
اسی طرح رات کو کھلنے والے اور کیچڑ میں پیدا ہونے
والے کنول بھی اب ہنس پڑے " ۔(آدھی پروا)—

نمائشی لوگوں کے اوپری ملمع کو شاعر ذیل کی تشبیہ سے بیان کرتا ہے :—

" نمائشی آدمی کی ظاہری شان اور سازو سامان
مردوں اور عورتوں کے دلوں میں اُن کی عزت پیدا
کرتا ہے لیکن اُن کے دل میں چور ہے جس کو صرف
خدا جانتا ہے (۲) وہ ایک فاحشہ عورت کے بنے
سنورے چہرے، زہر کی نرمی، ناگن کی نازکبدنی
اور دھکتے ہوئے کوئلوں کی چمک دمک کی طرح ہے"۔

راجہ نل کی عہدہ حکومت کو وہ ان استعاروں میں بیان کرتا ہے —

" جب زبردست سورج (نل کی دلاوری) نے سطح زمین
کو منور کیا تو کنول (رعایا) کے چہرے خوشی سے روشن

ہوگئے ' چکوے چکوی کا جوڑا (یعنی دولت اور مذہب)
جوصرف شب کی ظلمت میں جدا ہوتاھے ' اب اس
سورج کی روشنی کی وجہ سے ہمیشہ اکھٹا رھا (۲) رات
(یعنی افلاس اور اُس کے برے نتائج کبھی نہیں دیکھے
گئے - ستاروں کے جاے وقوع (یعنی مجرم اورشریر)
کی تمیز نہ ہوسکی (۳) اُلوؤں (بےدینوں) کی آواز
سنائی نہ دیتی تھی اور چوروں کے لئے کہیں رخنے
نہیں تھے - کوئل اور ہنس (یعنی دانشمند لوگ) خوشی
سے گاتے تھے "—

' مکتیشور " دروپدی ' کے اُس خیمے میں داخل ہونے کا حال ' جہاں بہت سے شہزادے
اس کے سوئمبر کے لئے جمع ہوئے ' تھے یوں بیان کرتا ھے .—

(۱) " ہاتھی پر سوار ہوکر جس وقت دروپدی خیمے
کے قریب پہنچی ھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی
ایک حسن کی کان پھٹ پڑی ھے - سرسوتی بھی اُس کے
جمال کو پوری طور سے بیان نہ کرسکتی تھی - جب اس کے
جسم کی خوشبو میلوں پھیلی تو ہنس (یعنی
شہزادے) اُسے جھیل مانسرور (عشق کے دیوتا کا مسکن)
سمجھکر تیزی سے اس کی طرف دوڑے - اس کے
خوبصورت جسم کی نزاکت کے آگے کنول کے اندر کا حصہ بھی
کسی قدر سخت معلوم ہوتا تھا اور اُس کے لبوں کے اندر
سے ہیروں (یعنی دانتوں) کی چھوٹ پڑ رہی تھی -
(۴) جب اُس کے بھائی نے اُسے ہاتھی سے زمین پر اُتارا تو اُس
کے سنہری زیوروں کی چمک دمک چاروں طرف پھیل گئی.

(۵) وہ آھو چشم حسینہ سونے یا بجلی کی ایک بیل
معلوم ھوتی تھی یا چاند کا ٹکڑا انسانی شکل میں
نمودار ھوگیا تھا " —

مکتیشور کا کلام اخلاقی نتائج سے مالامال ھے؛ دوسروں کے لئے برے الفاظ
استعمال کرنے کا نتیجہ وہ یوں بیان کرتا ھے: —

" ایک برا لفظ برسوں کے قائم شدہ رشتۂ دوستی
کو توڑ دینے کے لئے کافی ھے' جس طرح چھاچھہ کی
ایک بوند دودہ کے ایک پورے گھڑے کو خراب
کردیتی ھے (۲) جس طرح سالہا سال کی توبہ ایک ذرا
سی بُری خواھش سے بیکار اور رائگاں ھوجاتی ھے' اسی
طرح بے اعتنائی یا تحقیر کے اظہار سے مہمانوں کے سامنے
رکھے ھوے مرغن اور پر تکلف کھانوں کا مزہ کرکرا
ھو جاتا ھے (۳) بخار اور موسم گرما کی گرمی اُس جلن
کے مقابلے میں کچھہ حقیقت نہیں رکھتی' جو دوسروں
کو بُرے الفاظ کہنے سے پیدا ھوتی ھے (۴) لوھے کی گرم
کیلوں کے کچوکے برداشت کرنا آسان ھے لیکن برے
الفاظ سے جو ایذا پہنچتی ھے وہ کبھی دور نہیں ھوتی -
سونے کا ایک زیور یا جسم کی پسلیاں اگر ٹوٹ
جائیں تو ماھرین فن اُن کو جوڑ سکتے ھیں' لیکن ٹوٹے
ھوے موتی اور ٹوٹے ھوے دل کو خدا بھی ٹھیک نہیں
بٹھا سکتا ھے "—

تیرتھوں کے متعلق وہ لکھتا ھے :: —

" وہ شخص جو " صاف قلب اور پاک روح رکھتا اور تمام

دنیوی هستیوں کو ایک قوت برتر کے مظہرات سمجھتا ہے'
بجائے خود ایک تیرتھہ ہے - اور تمام متبرک مقامات کو
پاک و صاف کرنے کی قوت اُسی سے حاصل ہوتی ہے-
(۲) وہ شخص' جو حواس پر قابو رکھتا ہے - میٹھے اور
سچے بول بولتا ہے اور خود غرضی جس کے دل کے پاس
نہیں پھٹکتی' جس کی آنکھیں پرائے مال کے لئے
اندھی ہوں' جس کا دل غیروں کی بیویوں کو دیکھکر
پتھر کی طرح بے حس ہو جائے' جو دوسروں کی
عیب گوئی کے لئے گونگا ہو وہ تمام جاتراؤں اور
تیرتھوں کا بانی مبانی ہے''—

مذکورۂ بالا سطور سے بہ آسانی معلوم ہوگا کہ سکتیشور سب سے پہلا جلیل القدر شاعر ہے جس نے ادب کو ادب سمجھا' وہ ایک ذکی الحس قلب اور تہذیب یافتہ دماغ رکھتا تھا- اُس کی شاعری زور اور ولولے سے بھری ہوئی ہے' اُس کی منظر نگاری رنگ میں شوخ اور بیان میں دلنشیں ہے - اُس کے بیانات حقیقی کی بجائے کسی قدر رومانی ہوتے ہیں' لیکن وہ اُنہیں کچھہ ایسا اُجاگر کر دیتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے ہم بالکل بھول جاتے ہیں کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی—

اب ہم اسی عہد کے ایک اور شاعر 'تکا رام' کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - 'تکا رام' سنہ ۱۶۰۸ ع میں 'پونہ' کے قریب موضع 'دیہو' میں ایک شودر کے ہاں پیدا ہوا - اُس کے آبا ؤ اجداد 'وٹھوبا' کے بھگت تھے - اُس کا باپ اپنی جوانی ہی کے عالم میں دنیوی زندگی سے کنارہ کش ہوگیا اور گھر کا کار و بار 'تکا رام' کو سونپ دیا' جو ایک مستعد نوجوان تھا اور اپنے بڈھے والدین کی زیر ہدایت ہر کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا- معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پانچ سال تک وہ دنیوی عیش و کامرانی میں بسر کرتا رہا' لیکن بہت جلد حالات نے پلٹا کھایا- اُس کے پیارے

والدین ایک ایک کرکے مرگئے - ان مصائب کا 'تکا رام' کے دل پر بہت گہرا اثر پڑا -
والدین کی موت کے بعد اُس کے بڑے بھائی کی بیوی بھی مر گئی' اُس نے فوراً 'دیہو'
کو خیرباد کہا اور ھندوستان کے مقدس مقامات کی جاترا کے لئے روانہ ھوا اور
اُسی وقت سے تارک الدنیا ھوکر خدا کی عبادت کرنے لگا ——

اُس کے کلام پر ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی یہ محسوس کرنے لگتا ھے
کہ 'تکارام' کا دل تائید الہی کے لئے کتنا بے چین ھے اور اُن مظالم کا جو دنیا انسانوں
کی روح پر کرتی ھے' اُس کے قلب میں کتنا دردانگیز احساس موجود ھے - وہ اپنے
تخئیل کی مدد سے دنیاوی نمود و نمائش کی بے ثباتی کا سچا سچا نقشہ کھینچ کر
رکھہ دیتا ھے - وہ کوئی ماھر فن نہیں تھا اور ادبی خوبیوں کو پرکھنے کی قدرت
بھی اُس میں کچھہ زیادہ نہ تھی - اُس کے کلام کا بیشتر حصہ مقفی نثر میں ھے'
لیکن اس کے باوجود اگر اُس کے کلام کی معقول طور پر چھان بین ھو اور اس کو
سلیقے کے ساتھہ پیش کیا جائے تو اُس سے وہ جوھر آشکارا ھوں جو اُس کے پیشرووں
میں سے کسی کو میسر نہ تھے - دلیل کی سنجیدگی تخئیل کی نوک جھوک'
نازک خیالی' جوش غضب' کمال ھمدردی اور حساسیت قلبی میں 'تکا رام' اپنا
جواب نہیں رکھتا —

——(مثالیں)——

یقین کی اھمیت کو 'تکا رام' اِس طرح بیان کرتا ھے: —

(۱) چاھے مجھے کھانا میسر نہ آئے' اولاد میسر
نہ ھو' لیکن اُس کی رحمت مجھہ پر ضرور ھونی چاھئے'
یہی میرے ضمیر کا تقاضا ھے اور یہی نصیحت میں
لوگوں کے سامنے پیش کرتا ھوں - چاھے میرے جسم کی
توھین ھوا کرے اور میں بپتا میں پڑا رھوں - لیکن
نارائن میرے من سے جدا نہ ھو - کیونکہ تمام دنیوی

سامان عارضی ھیں اور صرف وھی اکیلا ابدی ھے"—

(۲) "اے خدا! تجھے معلوم نہیں کہ تو اپنے پرستاروں کو کیسی کیسی خوشیاں بخشتا ھے - کنول کا پھول اپنی خوشبو کو نہیں جانتا لیکن شہد کی مکھی اُس سے لطف اُٹھاتی ھے - گائے صرف گھاس کا مزہ جانتی ھے لیکن بچھڑا دودھ کی لذت سے بھی واقف ھے - سیپی کے اندر موتی ھوتا ھے لیکن اس کے پہننے کا لطف دوسرے اُٹھاتے ھیں"—

"بچہ اگر اپنی ماں کو لحظہ بھر نہ دیکھے تو بے چین ھو جاتا ھے، گو بہت سے لوگ اُسے بہلانے کی کوشش کرتے ھیں مگر وہ اپنی ماں ھی کے پاس رھنا چاھتا ھے اور دوسروں کی باتوں میں اُس کا جی ھرگز نہیں لگتا - میرا خدا میری ماں ھے اور میرا جی کسی اور چیز میں نہیں لگتا"—

جلوۂ حق کے شوق کو یوں بیان کرتا ھے:—

(۱) "میری روح تیرے دیدار کی تمنا ھے اور میں تجھے دیکھنے کے لئے دن رات روتا ھوں - چکور ماہ کامل کو دیکھکر جیتا ھے - نئی نویلی دلہن دیوالی کے دن بڑے شوق سے اپنی ماں کے بلاوے کی راہ دیکھتی رھتی ھے - ایک بھو کا بچہ روئے جاتا اور بڑی چاھت سے اپنی ماں کا انتظار کرتا ھے - میں بھی اے خدا تیرا پیاسا ھوں! ذرا اپنے جلوے سے میری پیاس بجھا"—

"(۲) دلہن اپنی سسرال کو جاتے ہوئے بار بار مڑمڑکر دیکھتی ہے، اِسی طرح اے کیشوا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ بچہ اگر اپنی ماں سے بچھڑجائے تو بے چین ہوجاتا ہے اور مچھلی پانی سے باہر آجائے تو اُسے کبھی قرار نہیں آتا" —

"اے خدا! تو مجھے اب تک کیوں نہیں نظر آیا؟ اگر کسی کروڑ پتی کا نوجوان بچہ چیتھڑوں میں اپٹا رہے تو لوگ کس پر الزام دھریں گے؟ ایک مشہور آدمی اپنی شہرت قائم رکھنے کے لئے بے قرار رہتا ہے اگر تو حقیقت میں رحیم ہے، جیسا کہ لوگ تجھکو کہتے ہیں، تو مجھ مصیبت زدہ پر رحم کر" —

"اگر کوئی ماں اپنے بچے کی گردن کاٹنی چاہے، تو کون بچاسکتا ہے؟ اے خدا! اگر تو عالم ہے تو مجھے کیوں ترسا رہا ہے؟ اگر خود ایک نگہبان قزاقی پر اُتر آئے تو اُس کا کیا علاج ہے؟ اگر کوئی بادشاہ رعیت کو کھسوٹنا چاہے تو اور کون حفاظت کرسکتا ہے؟ اے خدا میں تیرے ہاتھ میں ایک پتلی ہوں جس طرح جی چاہے مجھے نچا" —

عارفوں کی بابت 'تکا رام' کہتا ہے:-

(۱) "صندل کی لکڑی کا ہر ذرہ خوشبو سے پر ہوتا ہے پارس پتھری کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو دھات کو سونا نہ بنادے، چراغ کی روشنی میں کہیں دھندلا پن نہیں ہوتا، شکر کا ہر

ذرہ میٹھا ہوتا ہے، اسی طرح سے ایک ولی میں کسی
قسم کا عیب نہیں ہوتا" —

"اولیاے کرام کے اوصاف کی ستائش کا حق میں
کیونکر ادا کرسکتا ہوں - یہ لوگ دنیا میں صرف
بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر عارضی قیام کرتے
ہیں - دوسروں کی رضا جوئی کے لئے اپنی زندگیاں
قربان کردیتے ہیں - اپنے آپ سے محبت نہیں رکھتے -
اُن کی تمام یونجی یہی ہے کہ کائنات کی ساری مخلوق
سے محبت کریں - دوسروں کو خوش حال دیکھ کر اُن
کو مسرت ہوتی ہے - اُن کے بول ایسے میٹھے ہوتے ہیں
جیسے امرت" وغیرہ وغیرہ —

بد خصلت لوگوں کے لئے کہتا ہے :-

" (۱) جس بد آدمی میں درد مندی نہ ہو، وہ
جل جاے تو اچھا، اُس کی ماں نے اُس کی پیدائش میں
جو تکلیفیں اُٹھائیں، سب رائگاں گئیں - وہ شخص جو
دوسروں کی مصیبت کو محسوس نہیں کرتا، پتھر کا
دل رکھتا ہے؛ وہ ایک درندے سے بہتر نہیں؛ جو یہ نہیں
جانتا کہ اُس کی روح بھی ویسی ہی ہے جیسی دوسروں
کی ہے - 'تکا' کہتا ہے کہ وہ دوسروں کے گلے کاٹ کر خوش
ہوتا ہے مگر جب خود اُسکی باری آئے گی تو بہت روئے گا"-

'تکا رام' کا اثر متعدد چھوٹے چھوٹے شعرا پر پڑا، جنھوں نے اُس کی تعلیمات کو
دھرایا اور اپنی اپنی طرز میں نظمیں لکھیں- ان میں سے بعض دیگر مذاهب کے بھی
تھے- مثلاً 'شیخ سلطان' اور 'شیخ محمد'- شیخ محمد قصبۂ شری گوندا (ضلع احمد نگر

کا باشندہ تھا، اُس پر بھکتی مذھب کے شاعروں کی تعلیم کا بہت اثر پڑا۔ اس نے اپنی تصنیف میں ھندو مسلمان، دونوں فرقوں کو نصیحت کی ھے کہ وہ ایک ھوکر خدا کی عبادت کریں —

رامداس | سنہ ۱۶۰۶ع میں موضع جام (ضلع اورنگ آباد) میں پیدا ھوا، اُس نے بہت چھوٹی سی یعنی تقریباً آٹھ سال کی عمر میں جوگ رما لیا اور مختلف مقدس مقامات کی جاترا کے لئے ھندوستان کے تمام طول و عرض میں سفر کیا۔ غیر ملکی حکومت کے مظالم کی وجہ سے رعایا کی پریشان حالی دیکھ کر وہ اس قدر متاثر ھوا کہ سیاسی انقلاب کو ضروری سمجھنے لگا - 'داس بودھ' میں وہ عوام کی حالت کا نقشہ اس طرح کھینچتا ھے :

"چونکہ جوھر حیات بالکل مفقود ھوگیا ھے اور ملک اُجڑ گیا ھے، اس لئے بہت سے خاندانوں کو آنے والے مصائب برداشت کرنا پڑتے ھیں - لوگوں کے پیٹ کو روٹی نہیں، تن کو کپڑا نہیں اور مکان بنانے کے لئے مسالہ نہیں، یہ اپنے آپ کو کیونکر سنبھالیں گے! ھر چیز ھمت شکن اور نفرت انگیز بنی ھوئی ھے - اُمید کی کہیں سے کوئی جھلک ھی نظر نہیں آتی - مصائب کا ایک سیلاب ھے کہ سب کو بہائے لئے جارھا ھے - کوئی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی سبب سے تکلیف نہ اُٹھا رھا ھو - میں ایک متنفس کو بھی تو بشاش نہیں پاتا اور بڑی جرات کی بات یہ ھے کہ کوئی ایک دوسرے کی پروا بھی نہیں کرتا" —

رامداس نے اپنا سارا جوش و خروش عوام میں قومی احساس پیدا کرنے کے لئے صرف کیا اور لوگوں کو غیر ملکی جوا اُتار پھینکنے کا درس دینے لگا۔

اِس مقصد کے لئے اُس نے مہاراشٹر اور باہر کے رہنے والے اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت تیار کی - اُن لوگوں کی تبلیغ یہ تھی کہ دنیوی جد و جہد کی طرف سے جو غفلت اور بے پروائی اُس زمانے کے لوگوں میں عام طور سے پھیلی ہوئی تھی کسی طرح اُس کی بیخ کنی کی جائے - ' رامداس ' نے سمجھ لیا کہ شعرا کے بھکتی مذہب کے بیان کردہ اعلیٰ اخلاقی اصول اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتے' جب تک پر جوش دنیوی مستعدی کا اُن کے ساتھ سنجوگ نہ ہو' اِس لئے کہ اِس دنیا کی زندگی بھی ایسی ہی اہم ہے جیسی مرنے کے بعد جنت کی زندگی - اُس کی پاک زندگی' حب وطن اور جوش نے مہاراشٹر کے سپوتوں میں ایک نئی روح پھونک دی --

مختصر یہ ہے کہ جس چیز نے ' رامداس ' کے نام کو بقاے دوام بخشا وہ اس کے یہی سیاسی خیالات تھے جو اُس نے اپنی نظموں میں ظاہر کئے - اُس کی حب الوطنی ہی وہ قومی جذبہ ہے جس نے اُس کے لفظ لفظ میں شعریت کا جادو بھر دیا - اُس کی سر گرمیاں پھل لائیں اور سنہ ۱۶۶۴ ع میں 'سیواجی' نے مہاراشٹر میں مرہٹہ حکومت قائم کردی --

اُس عہد کا ایک اور قابل ذکر شاعر ' وامن ' ہے- وہ سنسکرت کا ایک مشہور عالم متبحر تھا - اُس کو سنسکرت کے ساتھ ایسی محبت اور اُس پر ایسا فخر تھا کہ شروع شروع میں مرہٹی سے نفرت کرنے لگا تھا لیکن بعد کو جب اپنی مادری زبان کے ساتھ اِس سلوک پر وہ نادم ہوا تو اُس کی ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ اِس کے بعد سے اُس کا تمام کلام مرہٹی میں رہا - وہ بہت پر گو تھا اور اُس کے کلام میں اُس وقت کی مرہٹی شاعری کے تمام اصناف نظر آتے ہیں - وہ اعلیٰ خدا داد قابلیتوں کا شاعر ہے اور اُس کے کلام کا کچھ حصہ تو سرتاپا تاثیر میں ڈوبا ہوا ہے- کہیں کہیں صنائع بدائع کے گل بھی کھلاتا ہے اور موسیقیت الفاظ کی تانیں اُڑاتا ہے -

اُس زمانے میں' شریدھر' ' وٹھل' ' ماھی پتی' ' رنگ ناتھ' ' اودھو چت گھن' اور بہت سے شاعروں کی ایک فوج کی فوج پیدا ہوئی' جن کا کلام قابل ذکر ہے'

لیکن اس مختصر سی کہانی میں ہم صرف اُن کے نام ہی لے سکتے ہیں —

عہد موروپنت

اب ہم جس عہد سے بحث کرنے والے ہیں، وہ اپنے رنگ اور موضوعات شاعری کے اعتبار سے تمام سابقہ عہدوں سے الگ تھلگ ہے۔ وہ اخلاقی جوش اور آخرت کا شوق، جس کے لئے گزشتہ عہد مخصوص تھا، اب آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ مرہٹہ حکومت نہ صرف مہاراشٹر میں قائم ہوچکی تھی بلکہ اس کے باہر بھی پھیل گئی تھی اور اپنے جلو میں دولت، سامان عیش اور لذات جسمانی کی خواہش لے آئی تھی۔ اب سنسکرت کے مطالعہ کا شوق پھر تازہ ہو گیا اور بڑے بڑے سنسکرت کے عالم مرہٹی میں شعر کہنے لگے لیکن متقدمین اُن کے بر خلاف، جو معنی پر زیادہ نظر رکھتے تھے، یہ نئے شاعر زیادہ قوت بندش پر صرف کرتے تھے۔ غرض کہ پرانی رومانیت کی جگہ اب "سند جوی" نے لے لی تھی۔ ایک اور صنف شاعری، جو پہلی مرتبہ اِس دور میں وجود میں آئی، لاؤنی (عشقیہ شاعری) تھی۔ میدان جنگ کی مصروفیتوں اور سر گرمیوں کے بعد اب سورماؤں کا دل کسی قدر سکون کا طالب تھا، چنانچہ ایسے ہلکے رنگ کی اور لطیف ادبیات کی خواہش پیدا ہوئی جو اُن کے جذبات کو گُدگُدائے اور میدان کار زار میں کھائے ہوئے زخموں کے لئے تسکین دینے والے مرہم کا کام دے۔ غرض کہ اس زمانے سے گوپیوں کے گیتوں اور اس ساری ادبیات کا آغاز ہوا جو کرشن یا کنھیا اور گوالنوں کے ساتھ ان کی رنگ رلیوں سے متعلق ہے اور اُن متفرق قطعات کا ایک طومار بندھ گیا جن کو لاؤنی کہتے ہیں —

اُس عہد کی ایک اور خصوصیت تصنیف (Balleo) ہے۔ اُن میں اشتعال انگیز قومی واقعات مثلاً پانی پت کا معرکہ، کربلا کی لڑائی، فتح و شکست، جیوٹ کے کام، جانبازیاں اور فتوحات وغیرہ کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تصنیفیں

جہاں کہیں بھی گائی جاتی ہیں ، مہاراشٹر کی قومی سرگزشت ، آزادی کے لئے اُس کی شریفانہ جدوجہد اور فاتحانہ ترقی کے زمانے کی یاد تازہ کر دیتی ہیں - پرانے زمانے میں گوندھلی پر جوش اور مسحور مجمعوں کے سامنے ان تصنیفوں کو گا گا کر سناتے تھے - ہم اُس عہد کے سب سے اہم شاعر کی زندگی اور اُس کے کلام پر ایک مختصر تبصرہ کرتے ہیں —

مورو پنت | سنہ ۱۷۲۹ میں ' کوکن ' میں پیدا ہوا - اس کی سنسکرت کی تعلیم پنہالا ' میں ہوئی جو ضلع ' ستارا ' میں ایک قلعہ ہے - یہیں اُس کا باپ قلعے کے عملے میں ایک اہلکار تھا - ' مورو پنت ' بارا متی میں مرہٹہ پیشواؤں کے رشتہ دار بابوجی نائک کے امیر خاندان میں پران خوانی کرتا تھا ' وہ بڑا پرگو ہے ' اُس کے اشعار کی تعداد ۷۵۰۷۵ تک پہنچتی ہے - اس کا کلام رزمیہ یا بیانیہ قسم کا ہے جو تقریباً سب کا سب ' رامائن ' ' مہا بھارت ' اور پرانوں پر مبنی ہے - تخیل اور طرز ادا دونوں حیثیتوں سے اُس کی شاعری متقدمین کے رنگ کی ہے - انگریزی ادب کے دور زریں کا کوئی شاعر کیا بہ اعتبار کیفیت اور کیا بہ لحاظ ضخامت ' مورو پنت ' کے کلام کا جواب پیش نہیں کر سکتا - الفاظ کی شوکت ' زبان کی صحت ' جملوں کی جامعیت ' بدائع کی فراوانی اور ذخیرۂ الفاظ کی کثرت ان سب میں ' مورو پنت ' اپنا نظیر نہیں رکھتا - وہ قافیہ پیمائی ' موسیقیت الفاظ ' صنائع وبدائع ' اور لفظی شگوفوں کا بادشاہ تھا - ظاہر ہے کہ جب شاعر معنی کی بجائے بندش اور لفظی تراش خراش پر اُتر آے تو اُس کے کلام کی شاعرانہ اہمیت ضرور کم ہو جائے گی - مثالاً —

" کیکاولی " اُن حمد یہ نظموں کا مجموعہ ہے ' جن میں شاعر نے وصال ربانی کی آرزو ظاہر کی ہے - اُس کے چند خیالات کی تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے :—

" تیری عجیب وغریب صناعیوں کی پوری طرح
تعریف کرنا ناممکن ہے ' مبارک ہوگا وہ دن جب ایسے
پیدایشی شاعر ہوسکیں جو تیری حمد کرنے کی قدرتی

صلاحیتیں رکھتے ہوں - اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو
قادرِمطلق، رحیم وکریم ہے لیکن خود تیرے سامنے تیری
تعریف کرتے مجھے شرم آتی ہے، اس لئے کہ میں
جانتا ہوں کہ اِس دنیا میں بھی جو نیک بندے ہیں
وہ اپنی تعریف سن کر کانوں کو بند کرلیتے ہیں اور مدح
و ستائش کو زھر سمجھتے ہیں - کاش اے پرماتما تو
اس ' مدح و ستائش کے زھر 'کو قبول کرلے جس کے چکھتے
ہی دنیا کے لوگ مست ہوجاتے ہیں اور حسن سے اچھے
ناموں کو بتا لگتا ہے - میری بہبودی اسی میں ہے
کہ میں اپنے آپ کو بالکل تیرے حوالے کردوں - چاتک جب
آسمان کی طرف پرواز کرتا ہے تو اپنی چونچ کھلی
رکھتا ہے ایسے بادلوں سے پانی کی ٹھنڈی بوندیں
ضرور مل جاتی ہیں - میں جانتا ہوں کہ تو جابر
نہیں ہے اور مجھے بے صبرا نہ خیال کرے گا - موت کے
دیوتا کا سفید پرچم (ریش سفید) لہرارہا ہے اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ اب موت قریب آرہی ہے 'میری
حفاظت تمام تر تیرے ہی بس میں ہے'' —

(۲) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رکمنی کا شوہر 'سری
کرشن' پلنگ پر آرام کرہا تھا اور وہ اُس کے پاؤں دباتی
جاتی تھی اور اپنی جڑاؤ مالا سے کھیلتی جاتی تھی -
چونکہ اُس کا شوہر ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتا تھا اِس
لئے وہ اپنی قسمت پر بہت نازاں تھی، اور دوسری
بیویوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو محبوب ترین سمجھتی تھی۔

۔' سری کرشن ' کو اُس کے ان خیالات کا علم ہوگیا اور اُنھوں نے اُس کے غرور کو توڑنے کے لئے ایک ترکیب کی —

(۲) 'کرشن ' نے اُس سے کہا " تم میں اتنی خوبیاں ہیں کہ مجھ جیسا شوہر تمھارے لئے موزوں نہیں ہے ' اے حسن کی دیوی تو اب بھی کسی دوسرے راجہ سے شادی کر لے ' اس لیئے کہ عقلمند لوگ ہمیشہ اپنے نقصان کی تلافی کے لئے تیار رہتے ہیں " —

(۳) 'سری کرشن ' نے اپنی بہت سی برائیاں جتائیں اور دوسرے راجاؤں کی خوبیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا - اس پر تقریر سے اُس کا دل ملول ہوگیا " سری کرشن ' کی یہ خلاف معمول باتیں گرم گرم لوھے کے تیروں کی طرح اُس کے دل کے پار اُتر گئیں ' اُسے خیال ہوگیا کہ اب شاید مجھے طلاق دے دی جائے گی —

(۴) جس طرح کہ کیلے کی گیلاوں سے لدا ہوا درخت ہوا کے جھونکے سے زمین پر آ رہتا ہے 'رانی 'رکھمنی' 'سری کرشن' کی اس دل آزار تقریر کو سن کر زمین پر گر پڑی 'سری کرشن' نے اُسے غش کی حالت میں اُٹھا لیا اور دلاسا دینے لگے —

(۵) 'کرشن' نے اُسے پلنگ پر لٹادیا 'اور اپنے ہاتوں سے اُس کے بکھرے ہوے بال 'اُس کے جڑاؤ ہار اور کڑوں کو ٹھیک کرنے لگے ' اُنھوں نے اُس کی آنکھوں 'رخساروں اور سینے کو جو آنسوروں سے بھیگ گئے تھے 'پونچھا ' اِس سے اُسے تھوڑی

سی تسلی ہوئی—

اُنہوں نے رکمنی سے کہا، اے نازک مزاج دیوی!
تو میرے الفاظ کی تاب نہ لاسکی، وہ گرم گرم لوہے کے
تیروں کی طرح تجھے ناگوار ہوے اور تجھہ کو غش
آگیا لیکن میں نے اصل میں مذاق کیا تھا، میں یہ
دیکھنا چاہتا تھا کہ غصے کی حالت میں تیرا حسن
کیا بہار دیتا ہے۔ میں تیرا حسین مکھڑا، کمان کی
طرح کے ابرو، تیری نیم‌باز آنکھوں کی غلط انداز
نظریں، کانپتے ہوے ہونٹ اور آنکھوں کے سرخ ڈورے
دیکھنا چاہتا تھا—

میاں اور بیوی مچھلی کے جوڑے کی طرح
ہمیشہ سکھہ کے ساگر میں مگن رہتے ہیں اور روٹھنے
اور منانے میں دن رات گزار دیتے ہیں۔ میں تو
صرف مذاق کر رہا تھا۔ پیاری دیوی تو اس سے کسی
قسم کا اندیشہ نہ کر—

مختصر یہ ہے کہ اِس زمانے میں شاعری کی ایک نئی صنف پیدا ہوگئی
جس کا بڑا حصہ جذبات کا نہیں، بلکہ عقلی نکتہ آفرینیوں کا آفریدہ تھا۔ بندش کے
ضبط اور لفظی تراش خراش کی مقبولیت نے ایک حد درجے کی مصنوعی اور رسمی
طرز قائم کردی جوں جوں آرائش اور ترصیع لفظی کا غلط خیال بڑھتا اور
پھیلتا گیا، کلام کی سادگی اور اصلیت رخصت ہوتی گئی، حتی کہ سنجیدہ نظم
کا دار و مدار لے دے کر دو مصرعی مقفی اشعار پر رہ گیا—

عصر جدید

اب ہم اِس کہانی کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ اُنیسویں صدی کے آغاز

تک مرھٹہ سلطنت تقریباً پارہ پارہ ھوگئی تھی' مرھٹہ اتحاد ٹوٹ چکا تھا اور اس کا ھر رکن اپنے اصل مرکز یعنی پیشواؤں سے الگ ھو گیا تھا' جن کا آخری نو نہال بے تخت ھوکر وظیفہ خوار بن گیا - دوسرے مرھٹہ حکمرانوں نے عہد معاونت (سب سڈی اری سسٹم) کو قبول کرکے انگریزی شہنشاھیت کو تسلیم کرلیا- برطانوی حکومت اپنے جلو میں مغربی تہذیب اور مغربی شائستگی لائی' جو انگریزی تعلیم کی بدولت ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی - لارڈ مکالے نے ھندوستان کے قدیم ادب کو قصص پارینہ اور روایات کہنہ کا دفتر بتایا اور انگریزی تعلیم کو ھندوستانیوں کے حق میں ایک بیش بہا نعمت قرار دیا' نئی تعلیم کی نئی روشنی نے زاویۂ خیال کو بدل دیا اور مرھٹہ لوگوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں ایک تغیر عظیم پیدا ھو گیا - اِس تحریک کو یورپ کی تحریک احیاء سے تشبیہ دے سکتے ھیں - نتیجہ یہ ھوا کہ خیالات میں ایک انقلاب پیدا ھو گیا- نئے نظریوں کا پرانوں سے تصادم ھوا- قدیم اصولوں کی بنیادیں ھل گئیں' ریل اور تار برقی نے صوبوں کی حدود فاصل کو توڑ دیا اور تبادلۂ خیال کو سہل اور تیز تر بنا کر قومی روح کو بدل دیا - اس انقلاب نے خیال اور زندگی دونوں میں مادیت پسندی کا رجحان پیدا کر دیا - زندگی کی نئی روح جو اس طرح مہاراشٹر لوگوں میں پھونکی گئی' اِس عہد کے مرھٹی ادبیات میں بھی جھلکتی ھے - اب تک مرھٹی شاعری کا موضوع خاص خاص مستثنیات سے قطع نظر کرکے تمام تر روحانی اور فلسفیانہ تھا' یعنی عبادت الٰہی کے ضمن میں 'کرشن' 'رام' اور 'وشنو' کی زندگی کے سوانح بڑے درد سے گائے جاتے تھے' لیکن اب روحانیت کے رجحان کی جگہ مادیت پسندی نے لے لی —

حکومت انگریزی نے زبان کی ایک قواعد مرتب کرا کر مرھٹی کی حقیقی مدد کی' اور مرھٹی میں کتابیں لکھنے کے لئے صلے اور انعام پیش کئے- یہ طویل عہد دو حصوں میں تقسیم ھو سکتا ھے (۱) عہد ترجمہ (۲) عہد تصنیف —

اس عہد کے شروع میں سنسکرت کے علماء نے سنسکرت کی کتابوں کا ترجمہ مرھٹی نظم میں کیا اور 'کالیداس' جیسے مشہور اہل قلم کے کلام کو ترجمے کے لئے انتخاب کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ جو انگریزی تعلیم پا چکے تھے' ورڈس ورتھ' بائرن' شیلے اور براؤننگ جیسے مشہور شعرا کی نظموں کا ترجمہ کرنے لگے۔ علاوہ اخبارات اور دیگر رسائل ان کی نظموں کو اشاعت کا موقع دے کر اس قسم کی نظموں کا میدان وسیع کرنے لگے—

جدید شاعری اپنی نئی اور انوکھی بحروں کے استعمال' تصوفانہ مضامین' روز مرہ کے واقعات کو موضوعات شاعری بنانے اور زندگی کے موضوعی پہلو پر زور دینے کے لئے ممتاز ہے۔ اُنیسویں صدی کے وسط تک اس قسم کی نظمیں مرھٹی میں تصنیف ہونے لگیں۔ اب ہم عصر جدید کے چند مشاہیر کے کلام پر نظر ڈالتے ہیں—

مترجمین میں قابل ذکر شعرا 'کرشنا شاستری' 'چپلونکر' 'مہاجنی' اور 'کیرتنے' ہیں۔ ان سب نے اپنے مرھٹی ترجموں میں اصل کے شاعرانہ جذبات کو بڑی احتیاط سے قائم رکھا ہے۔ مرھٹی شاعری کے خزانے میں یہ تراجم انمول جواہر کی سی حیثیت رکھتے ہیں' اس لئے کہ جو شاعرانہ تخیل' نئے نئے موضوعات' نیا رنگ اور نئے نئے انداز بیان ان (ترجموں) کی وجہ سے فراہم ہوئے' انھوں ہی نے بعد کی مرھٹی شاعری کے لئے نئے سانچے بہم پہنچائے —

کیشو سُت | سنہ ۱۸۶۶ میں 'مال گنڈا' میں (متصل رتنا گری) پیدا ہوا۔ مرھٹی اور انگریزی تعلیم نیو انگلش اسکول پونہ میں حاصل کی اور مختلف مقامات پر فوقانیہ مدارس میں معلمی کی خدمت انجام دیتا رہا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں انتقال کیا۔ انگریزی شعرا مثلاً شیلے' ورڈس ورتھ' کیٹس اور شیکسپیر کے مطالعے نے اس کے شاعرانہ تخیل میں نئی روح پھونک دی اور اس نے نظمیں لکھنی شروع کیں جو متعدد رسالوں میں شایع ہوتی رہیں اور بعد کو

کتابی صورت میں چھپیں - یہی وہ پہلا شاعر ہے جس نے مرہٹی شاعری میں سونٹ (Sonnets) کا رواج دیا - اُس کی تقریباً تمام نظمیں چھوٹے چھوٹے قطعات پر مشتمل ہیں اور مختلف موضوعوں پر لکھی گئی ہیں - اُس کی ہر نظم پر اُس کے روشن تخیل، گہرے مشاہدے، درد مند دل اور قدرت زبان کا نقش بیٹھا ہوا ہے - ذیل میں ہم اُس کی ایک نظم کے مطالب کی تلخیص پیش کرتے ہیں—

"شبنم کے قطرے"

ایک بچہ بیل پر شبنم کے قطرے دیکھ کر اپنی ماں سے کہتا ہے :-

یہاں یہ شبنم کے قطرے کہاں سے آگئے، کل شام کو
تو دکھائی نہیں دیتے تھے! دیکھو اماں! یہ موتیوں کی
طرح کیسے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں - سورج کی
کرنوں سے کیسے ہیروں کی طرح چمکنے لگتے ہیں -
اچھی اماں، مجھے بتاؤ، یہ بوندیں پہلے کہاں تھیں اور
یہاں کیسے آگئیں ؟ " —

ماں نے بچے کو پیار کیا اور آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھاکر کہا :-

"یہ بہت دور دراز سے آئے ہیں، جہاں سورج چاند
اور ستارے چمکتے ہیں اور جہاں سے ہمارے ہاں مینہ
کی ہلکی ہلکی پھوار آتی ہے، وہیں سے یہ آئے
ہیں، تو بھی اُسی جگہ سے ہمارے پاس آیا ہے" —

اس پر بچے نے کہا :- "مجھے ان کے دیکھنے سے
بڑی خوشی ہوتی ہے، اماں! کیا میں ان میں سے دو
ایک اُٹھا لوں" —

ماں نے کہا :- "نہیں نہیں میری جان! تم ان کو
نہیں لے سکتے، جب تک یہ یہاں ہیں، اِن کو دیکھ

دیکھ کر خوش ہو - سورج ان کو بہت جلد گرم کرنوں
سے اُٹھاکر اپنے گھر لے جائے گا"- یہ آخری جملہ کہتے ہی
ماں کا دم گھٹنے لگا اور اپنے گزرے ہوے بچوں کو یاد
کرکے اُس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں —

اُس نے سبکیاں لیتے ہوے دعا مانگی "اے خدا.
کم از کم یہی بچہ میری زندگی کی برکت بنا رہے"- یہ
کہہ کر اپنے بچے کو چھاتی سے لگالیا —

مذکورۂ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ 'کیشو شت' کس طرح اپنے شاعرانہ تخیل و تصور کے ذریعے ہماری روزانہ زندگی کے معمولی واقعات کی شکل بدل دیتا ہے اور یہ دکھاتا ہے کہ ہماری زندگی کے ان بندھے ہوے کاموں میں بھی، جن کو بہت زیادہ مانوس ہونے کی وجہ سے ہم دیکھتے تک نہیں ہیں، کیسی اخلاقی معنویت موجود ہے- دوسری نظموں مثلاً 'صور' اور 'رسوم' میں وہ لوگوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ رسم و رواج کی زنجیروں کو توڑ کر قدرتی اصول پر چلیں "رسم و رواج، جہالت سے اپنی غذا حاصل کرکے اور زیادہ نفرت انگیز بن جاتا ہے، شاہراہ فطرت سے منحرف ہوجاتا ہے، اور دروغ گوئی کے تخت پر متمکن ہوجاتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی لوگ خوشی سے اُس کے غلام بن جاتے ہیں اور گو کہ یہ شیطانی ذریات میں سے ہے مگر اس کی تعظیم دیویوں کی طرح کی جاتی ہے - اس ظالم ملکہ (رسم و رواج) کے تو سراپ کو بھی اشیر باد سمجھا جاتا ہے لیکن فطرت کی صدا سے لوگ بھڑکتے اور خوف کھاتے ہیں" —

'ریورفنڈتلک' اِس عہد کا ایک اور مشہور شاعر ہے- ورڈس ورتھ کی شاعری کا نقش اُس کے دل پر خصوصیت کے ساتھ گہرا بیٹھا تھا. اُس کا کلام خاص طور سے مناظر فطرت کے بیان اور شوخیٔ خیال کے لئے مشہور ہے- ہم اُس کی ایک نظم "قدرت کی بھیّا دوج" کا اقتباس پیش کرتے ہیں :-

قدرت کی بھیّا دوج

(بھیا دوج یعنی کاتک کا دوسرا دن، یہ ایک تہوار ہے جس میں بھائی اپنی بہنوں کو اپنی محبت کی نشانی کے طور پر تحفے دیتے ہیں) —

"بھیا دوج کا یہ پرطرب تہوار تمام شہروں، جنگلوں اور تمام روے زمین پر منایا جارہا ہے - تمام بہن بھائی خوشی میں ڈوبے ہوے ہیں —

دھرتی اس جشن کو منانے کے لئے گزشتہ چار ماہ سے تیاریاں کر رہی ہے اور بادلوں سے جو کچھہ اسے لینا تھا، سب لے کر اس نے ایک رنگ برنگ کی نہایت زریں اور بھڑکیلی پوشاک پہنی ہے - اُس نے اُن خوبصورت پھولوں کا سنگار کیا ہے، جن کی تیاری کے لئے عناصر یعنی پانی، روشنی اور ہوا نے انکا تار محنت کی ہے - اپنی خوشی کی ترنگ میں وہ کسی خاص سنگار کو ترجیح نہیں دیتی - قدرت کی اور دوسری ہستیاں اُس کے چھوٹے بھائی ہیں جن کو اُس نے اِس تہوار کی خوشی منانے کے لئے بلایا ہے —

ندی اپنے بھائیوں — کنارے کے درختوں کو اپنی موجوں کے ہلکوروں سے آرتی لیتی ہے اور وہ اُس کو دو ایک پھول نذر کرتے ہیں - اِن میں سے بعض، جن کے پاس دینے کو کچھہ بھی نہیں، صرف اپنی شاخوں ہی کو خوشی سے ہلا ہلا کر اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں - اس ہدیۂ محبت کو ندی ہنس کر قبول کرتی ہے کیونکہ یہ تہوار بے لوث محبت کا تہوار ہے، تحائف کے

قیمتی ہونے نہ ہونے کی اُس روز کچھہ پروا نہیں
کی جاتی —

لہریں اپنے چھوٹے بھائی جھاگ کو سروں پر بٹھاکر
کھیلتی اور اُن کو پیار کرتی ہیں —

یہ بھیا دوج بہن بھائی کی محبت کا نمونہ ہے '
اے بیل ! مجھے بتا ' تیرا پیارا بھائی کون ہے ؟
کیا یہ خوش نصیب درخت تیرا بھائی ہے جسے اپنی
گودی میں لئے ہوئے تو ہمیشہ نہال رہتی ہے ؟
بیل نے کہا " یہ جو سنا کرتے تھے کہ ' شاعر دیوانے
ہوتے ہیں ' اُس کا ثبوت آج ملا ' کیا تم نے کسی
نیک بخت عورت کو ہمیشہ اپنے ماں باپ اور
بھائیوں کے ہاں رہتے دیکھا ہے ؟ تم ایک شاعر ہو
اِس لئے شوہر اور بھائی میں تمیز نہیں کرسکتے "
میں نے پوچھا " تو پھر بھونرا تیرا بھائی ہے " -
بیل نے منہ بنا کر کہا " ارے وہ تو صرف ایک بھکاری
اور خوشامدی ہے ' وہ مجھہ سے بے لوث محبت
رکھنے والا بھائی کیسے ہو سکتا ہے ' اِسی طرح سے
سورج ' ہوا ' بادل یہ بھی میرے بھائی نہیں ہو سکتے -
وہ تو خدا کے فرشتے ہیں اور میں رشیوں کی طرح
اُن کی عزت کرتی ہوں " - میں نے کہا " آخر پھر تو
ہی بتا کہ تیرا بھائی کون ہے ؟ " بیل نے خوش ہو کر
چند پھول مجھہ پر برسائے اور کہا " مجھے گا گا کر
کون سنایا کرتا ہے ؟ وہ شاعر ہے اور وہی میرا

بھائی ھے " —

" زمان " کے بچے دن اور رات بھی اس تہوار کو مناتے ھیں - بھائی بہت محنتی ھے اور بہن انتہا درجے کی پرسکون - بھائی اور بہن دن میں دو مرتبہ ملتے ھیں ' انھوں نے اس تہوار کے منانے کی کیا تیاریاں کی ھیں ؟ فیاض بھائی (دن) نے اپنا سب کچھہ جو خصوصیت کے ساتھہ اس کا ھے اپنی بہن رات کو دیدیا ' رات آتشبازی کے چھٹنے اور مکانوں کو روشن کرنے کی وجہ سے دن کے مانند روشن ھوگئی ھے - تمام رنگ رلیاں رات ھی کے لئے اُٹھا رکھی جاتی ھیں - ایک بھائی اپنی بہن کے لئے اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ھے " —

کوّ کوری | یہ ایک مشہور ڈرامہ نویس ھے - اُس کی " میرا چھوٹا ھنس سوتا ھے " تاثیر اور دلگدازی میں اپنا جواب نہیں رکھتی - نظم کا خلاصہ یہ ھے: —

ایک ماں نے جو حال ھی میں بیوہ ھوچکی تھی اور جس کی مصیبت انتہا کو پہنچی ھوئی تھی کہا - " تم کیوں کہتے ھوکہ میرا چھوٹا ھنس سوتا ھے ' کون بتا سکتا ھے کہ ماں کا دل کسقدر محبت بھرا ھوتاھے! اُس کوصرت بچوں کی مائیں ھی جان سکتی ھیں - ماں کی گود میں پڑے ھوے مردہ بچے نے اُس کے دل کو ھلا دیا تھا ' رنج و غم کی انتہا ھوچکی تھی اور اُس کے حواس جاتے رھے تھے - اپنی زندگی کے

پھول کو گود میں اس طرح مرجھایا ہوا دیکھ کر
اس کا قلب بالکل بے حس ہو گیا تھا ' وہ سمجھنے لگی
تھی کہ میرا چھوٹا راج ہنس سو رہا ہے " —

جب کچھ لوگ لاش کو اُٹھانے کے لئے اُس کے
گرد جمع ہوئے تو اُس کو اپنے خاوند کی موت کی
نحس گھڑی یاد آگئی ' دل میں وہ تصور اور آنکھوں
کے سامنے یہ تصور ! اپنی زبوں حالت کا احساس کر کے
اُس نے سسکیاں لیتے ہوئے لوگوں سے کہا ' " میرا
چھوٹا راج ہنس سوتا ہے " خدا کے لئے یہاں
غل نہ مچاؤ دیکھو کہ میرا بچہ سو رہا ہے - وہ
بڑا کھلنڈرا ہے ' سوتا بہت کم ہے ' کہیں وہ
جاگ اُٹھا تو پھر کھیلنے لگے گا - دیکھنا آہٹ نہ ہونے
پائے ' ہلو جلو مت ' اگر میرا ہنس جاگ اٹھا تو
پھر سوئے گا نہیں - میرا بچہ ذرا سا دودھ پی کر
ابھی سویا ہے ' میں تمہاری منتیں کرتی ہوں '
اُسے جگاؤ مت - میں تمہارے برے تیور
پہچانتی ہوں - اِس سے پہلے تم میرے بیش بہا
ہیرے کو لے گئے تھے اور اب اس ہیرے کی کنی
کو لینے پر تلے ہوئے ہو - میں کتنی ہی غریب '
کیسی ہی مصیبت زدہ سہی ' تمہارے اِن منحوس
الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتی - تم ایک مرتبہ
میری روح کو لے گئے تھے ' جس کو اُس وقت سے اب تک
پھر نہیں دیکھ پائی ' کیااب میری اِس جان کو لے جاتے

ہوے تمہارے دلوں میں کچھ اثر نہیں ہوتا؟ میں
تمہاری بری نیت کو جانتی ہوں ' دیکھو میرا راج ہنس
کیسا سو رہا ہے ' اُس کے گھونگر یالے بال پیشانی پر
بکھرے ہوے ہیں ' دیکھو وہ کیسے شوق سے مجھے دیکھہ
رہا ہے۔ اُس کے کانوں کی بالیاں ہل رہی ہیں ' کیسا
مسکرا رہا ہے ' میں اپنی روح کے پردے میں اُسے چھپا
لوں گی۔ دیکھو کیا میرا دُلارا نیم باز انکھڑیوں سے دیکھہ
نہیں رہا ہے۔ کیا وہ نیم بند لبوں سے کچھہ باتیں نہیں
کر رہا ہے؟ میں جانتی ہوں ' اِس مسکرانے کا کیا مطلب ہے '
کیا اِس سے اُس کا اطمینان ظاہر نہیں ہوتا؟۔ میرا راج ہنس
محبت کے اُس پانی میں تیرتا ہے جو میرے دل کی
جھیل میں لہریں مار رہا ہے ' اُسے تیرنے کی تھکن سے بھوک
لگ آئی ہے —

میں اپنے آنسوؤں کے موتی اُسے کھلاتی ہوں ' اپنے
شوہر کی موت کے بعد سے میں یہ موتیوں کی مالا تیار
کر رہی ہوں ' تاکہ اس پر چڑھاؤں۔ اِس مالا میں یہ بچہ
وہ جواہر ہے جس کو میں نے اپنے دل میں جڑا ہے۔ تم کیسے
برے آدمی ہو ' اِس کو بھی چھین لے جانا چاہتے ہو۔
کیا کوئی خدا نہیں ہے جو تم کو سمجھے۔ اُف! ایسے
برے بول منہ سے نہ نکالو ' مجھے یقین ہے کہ خدا مجھہ پر
یہ بلا نازل کرنی نہیں چاہتا ' بلکہ یہ تمہاری بری نیت
ہے۔ دیکھو جب میں اُسے پیار کرتی ہوں تو کیسا ہنستا
ہے! تم اپنے منہ پرے کو کیوں پھیرے لیتے ہو! کیا تم کو
میری خوشی گوارا نہیں ہوتی۔ میں جانتی ہوں تم

میرے نازک پھول کو پامال کرنا چاھتے ھو' کیا میں ایسی
بیوقوف ھوں جو اتنا بھی نہ سمجھ سکوں' میں کبھی
اسے اپنے سے جدا نہ ھونے دوں گی- میں اپنے دل کی
گہرائیوں میں غم کے پتھروں سے اس کو چھپاؤں گی-
یہ کہہ کر اُس نے بچے کو چھاتی سے چمٹا لیا اور پھر ایک
بار اُسے پیار کیا اِس کے بعد وہ سوگئی اور پھر کبھی نہ
جاگی - بیلوں نے اپنے پھولوں کے آنسو بہائے ' پرند اور
درند روئے ' حتیٰ کہ پتھر بھی اِس غم سے پانی ھو گئے-
اس مقام پر اب تک اِن الفاظ کی گونج باقی ھے ''میرا
چھوٹا ھنس سوتا ھے'' - -

نازک خیالی اور تخئیل کی ایک اور مثال ھمیں ایک مشہور شاعر بالگوی (تھو ہوے) میں نظر آتی ھے- اُس نے قدرت کے معمولی مظاھرات؛ مثلاً شام کو غروب آفتاب کی بہار اور چاند ستاروں کے ساتھ رات کی آمد کو بڑی شوخ خیالی کے ساتھ بیان کیا ھے - مغرب کو آفتاب کی محبوبہ اور رات کو چاند کی بیوی خیال کیا گیا ھے- اس کی تخئیل یہ ھے —

شام کی آمد اور رات کی کیفیت

''آفتاب نے جاتے جاتے اپنی رنگیلی محبوبہ (مغرب)
کا بوسہ لے لیا' اِس شرم کی وجہ سے اُس کے رخساروں پر
دیر تک سرخی جھلکتی رھی' لیکن ساتھ ھی جدائی
کے غم کے آثار بھی اُس کے چہرے سے نمایاں تھے - عین
اُس وقت ایک مسکراتی ھوئی دو شیزہ ایوان مغرب کے
دریچے میں آکر زرنگار پردے کو کھسکاتی ھے اور
اپنی سہیلیوں کو پکارتی ھے' وہ دیکھو ! اُس کی آواز

کے ساتھہ ھی اُس کی سہیلیاں دبے پاؤں لجاتی ہوئی
آتی ھیں، تھوڑی دیر میں آکاش کی تمام کنیائیں
یہاں جمع ھو جائیں گی، رات کی آمد کے ساتھہ ھی
ایسا معلوم ھوتا ھے کہ آسمان کے خزانے دنیا والوں کی
نظروں کے سامنے بکھیر دئے گئے ھیں، یا پھر دھرتی
نے ھیروں اور لالوں جڑا مکٹ بانکپن کے ساتھہ اپنے
سر پر رکھہ لیا ھے - یہ کنیائیں رات کی رانی کے
دربار میں ناچیں، گائیں گی اور سارے سنسار کو
خوشی سے بھر دیں گی - آسمان اور زمین آنکھہ مچولی
کھیل رھے ھیں اور اِن کا باپ (خدا) اِنھیں دیکھہ
دیکھہ کر خوش ھو رھا ھے - وہ دیکھو! 'پورب' کے منہ
پر ھلکی ھلکی مسکراھٹ آرھی ھے - یہ دوسری سہیلی
کس کے انتظار میں چشم براہ ھیں؟ اب قرص مہتاب
نکلی - یہ رات کا عاشق ھے اور اُس سے ملنے آیا ھے-
رات اور چاند یعنی بیوی اور میاں ایک دوسرے سے
ملاقات کرتے ھیں - ستارے آسمان کے نرم بچھونے پر
چاند کی دی ھوئی سبک چادر اوڑھے سوتے ھیں''-

مذکورۂ بالا شعرا کے علاوہ اور دوسرے شاعر مثلاً 'موگرے'، 'اوندھے'، 'بھیدھے'، 'موتک'، 'کیلکر'، 'چاندرشیکر'، وغیرہ بھی عہد جدید کے لئے قابل فخر ھیں، لیکن موجودہ مختصر سے تبصرے میں اِن کا پورا پورا حال لکھنا ممکن نہیں ھے-

قدیم مرھٹی ادبیات چونکہ زیادہ تر انسانی زندگی کے باطنی پہلو سے بحث کرتی تھی، اس لئے یک رخی ھو گئی تھی - ظاھر ھے کہ آدمی صرف روح یا آتما تو ھے نہیں، بلکہ آتما اور شریر، روح اور جسم کا ایک سنجوگ ھے اور دونوں کو

مل کر اپنا متحدہ مقصد زندگی پورا کرنا ہوتا ہے' جو ادبیات اِن دونوں میں سے صرف ایک سے متعلق ہو جائے گی وہ لامحالہ تنگ نظر اور یک رخی ہوگی۔ مغربی ادبیات کے تصادم سے ایک اچھا نتیجہ یہ ظاہر ہوا ہے کہ یہ یک رخا پن مٹ گیا ہے—

خاتمہ:- سطور بالا میں مرہٹی ادبیات کی کہانی مختصر طور پر بیان کی جا چکی ہے۔ ہم نے اپنے ناظرین کو وہ سر چشمہ دکھا دیا ہے' جہاں سے مرہٹی ادبیات کا پاک دریا نکلا۔ اِس دریا کے کنارے کنارے ماضی اور حال کے مشہور معماروں مثلاً 'دنانیشور' 'نامدیو' 'ایکناتھ' 'تکارام' 'مکتیشور' 'وامن' 'موروپنت' 'کیشوستو' 'تلک' 'گرکری' 'بالکوی' وغیرہم نے جو مقدس مندر بنائے ہیں' اُن کی زیارت بھی آپ کو کرائی جا چکی ہے' اُن کی عمارتوں کے مختلف نمونے بھی آپ کے سامنے پیش کئے جا چکے ہیں اور اُن کے اندر جو کچھہ ہے اُس کی جھلک بھی آپ دیکھہ چکے ہیں۔ اگر اس سرسری نظارے سے آپ میں سے کسی کو مرہٹی ادبیات کی اُن عمارتوں کی زیادہ چھان بین کا شوق پیدا ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ محنت ٹھکانے لگی—

اجنبی

از

(ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم)

صنم فرنگ، قمر جبیں، بت سیم رنگ، غضب حسیں

وہ عذار نازک و شرمگیں کہ رقیب ساغر آتشیں

وہ ہوا میں کاکل عصفریں جوں شہاب ثاقب شب رواں

ورقات غنچہ گلاب گوں، در اب گداز، پر از فسوں

مژۂ دراز کج و نگوں میں نہاں دو دیدۂ نیلگوں

کہ سحر کے پردۂ ارغواں میں فضائے گنبد آسماں

تجھے میں نے دیکھا ہے اک نگہ، نہیں مجھ سے تو ذرا آشنا

ترے عشق میں ہوں میں مبتلا، بسلاسل الم و بلا

مجھے کیا پتہ کہ ہے اب کہاں، تجھے کیا خبر گئی کس کی جاں

(بحر سفید، جہاز شہر کلکتہ سنہ ۱۹۱۴ ع

جواهرالعجائب

فارسی زبان کی شاعرہ عورتوں کا تذکرہ

جس کو

مولانا فخری بن امیری هروی

نے شاہ طهماسپ صفوی (سنہ ۹۱۰ - ۹۸۴ ھ) کے عہد حکومت میں
سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی (سنہ ۹۶۳ - ۱۰۱۴ ھ)
کی تخت نشینی کے بعد سنہ ۹۶۳ ھ اور ۹۶۹ کے مابین تالیف کیا

——— : * : ———

مقدمہ

از

(جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ام - آر - اے - ایس)

'جواهرالعجائب' اُن عورتوں کا تذکرہ ہے' جنھوں نے زبان فارسی میں شعر کہے ہیں - یہ تذکرہ اگرچہ نہایت مختصر ہے' لیکن اپنی نوعیت کے لحاظ سے ادب فارسی میں اهمیت خاص رکھتا ہے - اس نوعیت کا تذکرہ یا اس کے مثل کوئی اور کتاب' جو اس سے پہلے تالیف ہوئی ہو ہمارے هاتھوں تک نہیں پہنچتی ہے اور نہ ہم نے اِس نوعیت کی کسی تالیف کا تاریخ و تراجم کی کتابوں میں تذکرہ پڑھا ہے —

'جواهرالعجائب' سے پہلے کی ایسی تالیفات میں جن میں فارسی کی شاعر عورتوں کے حالات ملتے ہیں 'نورالدین محمد عوفی' کا 'لباب الالباب' سب سے قدیم تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ ساتویں صدی کے اوائل میں بعہد حکومت سلطان 'ناصرالدین قباچہ' 'ملتان' میں تصنیف ہوا ہے۔ اس میں 'محمد عوفی' نے شعرائے آل سبکتگین کا تذکرہ کرتے ہوئے 'رابعہ بنت کعب القزداری' کا ذکر کیا ہے * اور اُس کی نسبت لکھا ہے کہ عربی فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتی تھی اور اُس کے متعدد اشعار بھی نقل کئے ہیں - من جملہ اُن کے دو شعر یہ ہیں: -

خبر دهند که بارید بر سر ایوب ز آسمان ملخان و سر همه زرین
اگر ببارد زرین ملخ برو از صبر سزد که دارد برسن یکےمگس روئین

'لباب الالباب' میں صرف اسی ایک شاعرہ کا تذکرہ ہے - اِس کے کم و بیش تین سو سال بعد 'امیر دولت شاہ سمرقندی' نے سنہ ۸۹۲ ھجری کے حدود میں اپنا 'تذکرۃ الشعراء' لکھا ہے' اس میں کسی شاعرہ کا حال مستقل عنوان کے تحت میں نہیں ہے' لیکن دوشاعروں کے حالات میں ضمناً دو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ لکھ دیا ہے۔ چنانچہ 'عمعق بخاری' کے حالات میں سلطان السلاطین ابوالحارث 'معزالدین سنجر بن ملک شاہ سلجوقی' سنہ (۵۱۱ - ۵۵۲ ھ) کے محامد و محاسن بیان کرتے ہوئے 'مہستی' کا تذکرہ کیا ہے † اور اسی طرح 'عبیدزاکانی' کے تذکرے میں ضمناً 'جہان خاتون' کا ایک واقعہ بیان کردیا ہے ‡ —

دسویں صدی تک جو تذکرے لکھے گئے ہیں ' اُن میں اِنھیں تین شاعرہ عورتوں کے حالات ملتے ہیں - دسویں صدی کے وسطی ایام میں ' جواهرالعجائب ' تالیف ہوا ہے - اِس کے بعد جو تذکرہ نویس گزرے ہیں' مثلاً : ' امین رازی '

---

* لباب الالباب جلد دوم صفحہ ۶۱ —

† تذکرۂ دولت شاہ - طبع بمبئی صفحہ ۳۴؛ طبع لاهور صفحہ ۳۸ —

‡ تذکرۂ دولت شاہ - طبع بمبئی صفحہ ۱۲۶ - طبع لاهور صفحہ ۱۹۵ —

صاحب 'ہفت اقلیم' 'تقی کاشی' صاحب 'خلاصۃ الاشعار' 'تقی اوحدی' صاحب 'عرفات' 'والہ داغستانی' صاحب 'ریاض الشعراء' 'شیر خان لودھی' صاحب 'مراۃ الخیال' 'لطف علی آذر' صاحب 'آتشکدہ' وغیرہ - انھوں نے اپنے تذکروں میں شاعر عورتوں کے حالات تھوڑے بہت لکھے ہیں ' لیکن وہ نہایت منتشر اور پراگندہ حالت میں ہیں - بر خلاف اِن کے 'شیرخان لودھی' اور 'لطف علی' آذر نے اپنے تذکروں میں خاتمے پر اِن حالات کو ایک جا کردیا ہے۔ 'آتشکدے' میں آٹھ اور 'مرآۃالخیال' میں پندرہ شاعر عورتوں کے حالات ہیں * —

'جواہرالعجائب' اگرچہ نہایت مختصر تذکرہ ہے اور اِس میں مفید معلومات بھی نہیں ہیں اور نہ حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے' لیکن باوجود اِس کے یہ ایک قابل قدر اور تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھنے والی تصنیف ہے - کیونکہ یہ کتاب اگر ہمارے ہاتھوں تک نہ پہنچتی تو اُن شاعرہ عورتوں کے حالات' جو اِس میں مذکور ہیں نہ صرف ناپید ہوجاتے بلکہ ان کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے محو ہو جاتا - اِس لئے کہ اِس سے پہلے جو تذکرے لکھے گئے ہیں مثلاً 'لباب الالباب

---

* آتشکدہ - طبع بمبئی صفحہ ۳۶۵ تا صفحہ ۳۶۷ - 'مراۃالخیال' صفحہ ۳۳۶ تا صفحہ ۳۳۹ —

ریاست بھوپال میں 'نواب صدیق حسن خان بہادر' نے سنہ ۱۲۹۳ ھ میں فارسی شعرا کا ایک تذکرہ 'شمع انجمن' کے نام سے تالیف کیا - اس کے بعد سنہ ۱۲۹۶ ھ تک چار سال کے اندر تین مختلف مصنفین نے اِس کے تین تکملے لکھے' جن کے نام 'نگارستان سخن' 'صبح گلشن' 'روز روشن' ہیں - اِن چاروں تذکروں میں چار ہزار تین سو بیاسی (۴۳۸۲) شعرا کے حالات ہیں' منجملہ ان کے چالیس شاعر عورتوں کا بھی تذکرہ ہے - 'ابوالقاسم محتشم' فرزند 'مولانا ابوالفضل رفعت' نے نواب صاحب مرحوم کے ایما سے چاروں تذکروں سے نقل کرکے چالیس شاعر عورتوں کے حالات ایک جا کئے اور مختلف کتابوں سے اخذ کرکے اور بیالیس کے حالات اور اُن کے نمونۂ کلام کا اضافہ کیا اور اس طرح پر جب اِس مجموعے میں بیاسی شاعر عورتوں کے حالات جمع ہوگئے تو اُسے 'اختر تاباں' کے نام سے موسوم کیا اور سنہ ۱۲۹۹ ھ میں بھوپال کے سرکاری مطبع میں اُسے چھپوایا —

تذکرۂ دولت شاہ' 'مجمع الفضلا' وغیرہ اُن میں دو تین شاعرہ عورتوں کا حال ہے ۔ اور جو بڑے بڑے تذکرے اِس کے بعد تالیف ہوے ہیں' اُن سب کا ماخذ یہی تذکرہ ہے - اور دسویں صدی تک جس قدر شاعرہ عورتیں گزری ہیں ان سب کے حالات اِسی سے منقول ہوے ہیں —

' جواھرالعجائب ' کے مصنف ' مولانا فخری ' دسویں صدی کے اواسط ایام میں گزرے ھیں - اِن کے حالات بالکل مفقود ھیں - ' میر عماد الدین اُلٰہی ' اور ' تقی اوحدی ' نے اپنے تذکروں میں اِن کا ذکر کیا ھے - لیکن اُن سے کسی مفید بات کا پتہ نہیں چلتا - ' مولانا فخری ' نے اپنے تصنیفات پر جو دیباچے لکھے ھیں؛ اُن سے بعض واقعات مستنبط ھو تے ھیں جو ذیل میں تحریر ھیں —

' تحفۃ الحبیب ' اور ' جواھر العجائب ' کے دیباچوں سے ظاھر ھوتا ھے کہ ' مولانا فخری ' کا نام ' سلطان محمد ' ھے - ' ھرات ' کے رھنے والے تھے - اِن کے والد کا نام ' محمد یوسف ' اور تخلص ' امیری ' تھا * - ' دولت شاہ ' سمرقندی نے اپنے تذکرے میں ' مولانا امیری ' کا ذکر کیا ھے † جس سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ ' شاھرخ مرزا ' بن امیر تیمور (سنہ ۸۰۷ تا ۸۵۰ھ) کے درباری شاعر تھے - اور اِن کا ایک قصیدہ بھی نقل کیا ھے جو ' شاھزادۂ بایسنقر مرزا ' بن ' شاھرخ مرزا ' کی مدح میں ھے اور اِس کے دو شعر یہ ھیں :—

بتی کہ رونق مہ برد روے رخشا نش   زپستۂ تنگ شکر ریخت لعل خندانش

شکست رونق یاقوت و آب لولو برد   رواج تیزی بازارِ دُرّ و مرجانش

نیز یہ بھی ظاھر ھوتا ھے کہ ' ملا فخری ' ابتدا میں ' امیر علی شیر ‡ ' کے

---

* دیباچۂ تحفۃ الحبیب - ڈاکٹر اسپرنگر بحوالۂ تذکرۂ مہر آلٰہی —

† تذکرۂ دولت شاہ - طبع یورپ صفحہ ۴۴۱ - لاھور صفحہ ۳۰۲ —

‡ امیر کبیر میر نظام الدین علی شیر - سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۷۳ - ۹۱۱ھ) کے اُمراے دربار سے ھے - ابتدا میں مہر دار کے عہدے پر مامور تھا - پھر وزیر ھو گیا - اِس کے

(باقی پر صفحۂ آئندہ)

دربار سے وابستہ تھے * اس کے بعد ' امیر کریم الدین خواجہ حبیب اللہ ' † سے توسل پیدا کیا ۔ پھر ' شاہ طہماسپ صفوی ' (سنہ ۹۳۰ تا ۹۸۴ھ) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور اس نے ایک عرصے بعد حج بیت اللہ کے لئے ' عراق ' سے نکلے ۔ دوران سفر میں ' بلاد سندھ ' میں وارد ہوے ‡ ۔ اس وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

بعد چند روز ' استرآباد' کا حاکم رہا ۔ اہل فضل و کمال کی بڑی قدر کیا کرتا تھا ۔ ترکی زبان میں شعر خوب کہا کرتا تھا ۔ ' نوائی ' اس کا تخلص تھا ۔ اس نے نظم میں چھ مثنویاں اور چار دیوان تصنیف کئے ہیں ۔ پانچ مثنویاں ' خمسۂ نظامی ' کے جواب میں ہیں ۔ چھٹی مثنوی جس کا نام ' لسان الطیر' ہے' شیخ فریدالدین عطار' کی ' منطق الطیر' کے وزن میں لکھی ہے ۔ دواوین کے نام یہ ہیں ۔ ' غرایب الصغر ' ' نوادرالشباب' ' بدایع الاوسط ' ۔ ' فوایدالکبر' ۔ ایک مجموعے میں اپنے منشآت و مکاتیب جمع کئے ہیں ۔ ایک کتاب 'میزان الاوزان ' کے نام سے فن عروض میں لکھی ہے ۔ ایک تذکرہ شعراء کا بھی لکھا ہے جس کا نام ' مجالس النفایس ' ہے ۔ یہ سب کتابیں ترکی زبان میں ہیں ۔ ان کے علاوہ ایک دیوان فارسی زبان میں ہے اس میں اس کا تخلص ' فانی ' ہے ۔ سنہ ۸۴۴ھ میں اس کی ولادت ہوئی ہے ۔ اور ۱۱ جمادی الاول سنہ ۹۰۶ھ کو انتقال کیا ہے ۔ اس کے مزید حالات کے لئے دیکھئے ۔ 'حبیب السیر' جلد سوم' جز سوم' صفحہ ۲۱۱ ؛ صفحہ ۲۳۱ ۔ صفحہ ۲۴۳ ۔ تذکرۂ دولت شاہ ۔طبع یورپ صفحہ بمبئی صفحہ ۔ لاہور صفحہ ۔ توزک بابری طبع قازان صفحہ —

* 'محبوب الالباب' بحوالۂ تقی اوحدی' صفحہ ۸۰۸ —

† ' امیر کریم الدین خواجہ حبیب اللہ ' ۔ ' امیر سید شریف الدین علی جرجانی ' کی اولاد سے ہے ۔ شرافت اور عزوجاہ کے لحاظ سے ' فارس' کے جمیع سادات پر فوقیت رکھتا تھا ۔ ' شاہ اسمعیل صفوی ' (سنہ) نے اسے شیراز کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا ۔ ' مورخ غیاث الدین خوند میر ' نے اپنی مشہور تاریخ 'حبیب السیر' اسی کے نام پر لکھی ہے ۔ ' حبیب السیر' جلد سوم' جز چہارم' صفحہ ۱۱۳ —

‡ دیباچۂ جواہرالعجائب —

'مرزا عیسیٰ ترخان *' (سنہ ۹۶۲ - ۹۷۵ ھ) یہاں کا حکمراں تھا - اور اسی زمانے میں 'شہنشاہ اکبر' (سنہ ۹۶۳ - ۱۰۱۴ھ) نے تخت 'ہندوستان' پر جلوس کیا تھا - اس تقریب میں 'مولانا فخری' نے ایک قصیدہ لکھا + جس کے تین شعر یہ ہیں:-

آنکہ می گوید صدائے طبل او درگوش چرخ　　نوبت سلطان جلال‌الدین محمد اکبرست

آن شہنشاہ فلک قدرے کہ از روے شرف　　شمۂ ایوان تصرفش آفتاب خاور ست

آنکہ دُرد ساغر او صافی جام جم‌ست　　آنکہ نعل تو سنش آئینۂ اسکندرست

---

* 'مرزا عیسیٰ ترخان' - 'امیر شاہ بیگ' ابن 'امیر ارغون ذوالنون بیگ' کا سپہ‌سالار تھا - 'امیر ارغون' 'سلطان حسین مرزا' (سنہ ۸۷۳ - ۹۱۱ھ) کے زمانے میں 'کابل' و 'قندھار' کا حاکم ہوگیا تھا - اس کے بعد اس کا فرزند 'شاہ بیگ' یہاں کا والی مقرر ہوا - سنہ ۹۲۸ھ میں جب 'فردوس مکانی ظہیرالدین بابر' بادشاہ نے 'کابل' و 'قندھار' فتح کر لیا تو 'شاہ بیگ' نے 'سندھ' میں آکر 'تھتہ' کو اپنا مستقر حکومت بنایا - اس نے سنہ ۹۳۰ ھ میں انتقال کیا - اِس کے بعد اُس کا لڑکا 'شاہ حسن' 'تھتہ' میں حکمراں ہوا - سنہ ۹۶۲ھ میں جب 'شاہ حسین' کا انتقال ہوگیا تو 'مرزا عیسیٰ ترخان' نے تخت پر قبضہ کر لیا - اور 'بلاد سندھ' میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ مروج کیا - اِس نے تیرہ سال حکومت کی - سنہ ۹۷۵ ھ میں انتقال کیا - اُس کے بعد 'مرزا باقی' اور 'مرزا جانی' یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے - 'مرزا جانی' کے عہد میں سنہ ۱۰۰۱ ھ میں 'تھتہ' پر 'شہنشاہ اکبر' کا قبضہ ہوگیا - (طبقات اکبری صفحہ ۶۳۷ و صفحہ ۶۳۸ - تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۲۱ - صفحہ ۳۲۲) —

'ڈاکٹر اسپرنگر' اور اُس کی اتباع میں 'چارلس ریو' نے لکھا ہے کہ مولانا 'فخری' 'مکۂ معظمہ' کا سفر کرتے ہوئے 'سندھ' میں آیا اور 'مرزاعیسیٰ‌ترخان' کے دربار میں 'جواہرالعجائب' کو تصنیف کیا - (اسپرنگر - فہرست کتب خانۂ اودھ صفحہ ۹ - 'ریو' مخطوطات فارسی' جلد اول - صفحہ ۳۶۶)

+ دیباچۂ جواہرالعجائب -

'ماھم بیگم' جس کو درباری مورخین نے 'ماھم انکہ'* لکھا ھے' 'شہنشاہ اکبر' کی آنّا اور ایک ذی مرتبہ عورت تھی - اِس نے بادشاہ کے مزاج میں بڑا رسوخ پیدا کرلیا تھا - جس کے باعث اھل دربار اِس کو بادشاہ کی والدہ کہا کرتے تھے اور بادشاہ کے حضور میں تمام عرض معروض اسی کی معرفت ھوا کرتی تھی - 'مولانا فخری' نے اپنا قصیدہ جب بارگاہ سلطانی میں پیش کرنا چاھا تو 'ماھم بیگم' کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے 'جواھر العجائب' تالیف کیا اور اِس تذکرے کے ساتھہ قصیدہ بھی 'ماھم بیگم' کی خدمت میں روانہ کر دیا - 'ماھم بیگم' نے قصیدہ اور تذکرہ دونوں بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دئے' جس کو بادشاہ نے قبول کیا اور اُس کے صلے میں زاد راہ کے لئے پانسو اشرفیاں مرحمت کیں† —

۲ ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ کو 'شہنشاہ اکبر' نے جلوس کیا ھے اور جلوس کے ساتویں سال سنہ ۹۶۹ھ میں 'ماھم بیگم' کا انتقال ھوا ھے - اِس بنا پر 'مولانا فخری' کا 'بلاد سندہ' میں آنا اور 'جواھر العجائب' کا تالیف کرنا - یہ واقعات سنہ ۹۶۳ھ اور سنہ ۹۶۹ھ کے مابین واقع ھوے ھیں - اِس کے بعد 'مولانا فخری' کس قدر زمانے تک زندہ رھے اور اُن کی زندگی میں کیا کیا واقعات گزرے' اِس کی ھمیں کوئی اطلاع نہیں ھے —

'مولانا فخری' نے 'جواھر العجائب' کے علاوہ اور تین کتابیں تصنیف کی ھیں:

(۱) 'لطائف نامہ' - 'امیر نظام الدین علی شیر' نے سنہ ۸۹۶ھ میں شعرا کا ایک تذکرہ ترکی زبان میں لکھا اور 'مجالس النفائس' اُس کا نام رکھا‡ - 'مولانا فخری' نے سنہ ۹۲۷ کے قریب فارسی میں اِس کا ترجمہ کیا اور 'لطائف نامہ' اُس کا

---

* انکہ بکاے ملفوظہ شوھر مرضعہ و قرابتیان او را گویند - وانکہ با نون' مرضعہ را خوانند و کوکہ برادر رضاعی را نامند (تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵۲)

† خزینۂ گنج الہی —

‡ ریو - مخطوطات ترکی صفحہ ۲۷۳ —

نام رکھا* —

(۲) 'بستان الخیال' - 'مولانا فخری' نے اس میں مشاهیر شعرا کے کلام کا انتخاب کیا ھے† —

(۳) 'تحفۃ الحبیب' - مشاهیر شعرا کی هم طرح غزلوں کا ردیف وار مجموعه ھے- اسے 'مولانا فخری' نے 'وزیر کریم الدین خواجه حبیب الله' کے لئے مرتب کیا ھے‡- چنانچه اس کے دیباچے میں تحریر ھے :—

چنیں داشتم روز و شب در خیال که هر جا ست نظمے ز اهل کمال
همه جمع سازم به سعی تمام نمایم دران غایت اهتمام
بحمدالله این دولتم دست داد بالطاف دستور عالی نژاد
امین شهنشاه ترک و عرب حبیب اللهش نام و آصف لقب

'مولانا فخری' کی تالیفات میں 'لطائف نامه' سب سے زیادہ مشهور ھے - 'مولانا فخری' نے اِس میں نه صرف 'مجالس النفائس' کا ترجمه کرنے پر اکتفا کیا ھے' بلکه بہت سی مفید و کارآمد معلومات بھی اضافه کی هیں- 'تقی اوحدی' نے اپنے تذکرۂ 'عرفات العارفین' میں شعرائے متوسطین کے حالات اسی سے نقل کئے هیں§ —

'جواهر العجائب' کو بھی 'لطائف نامه' کی طرح ادب فارسی میں کافی شہرت حاصل ھے - 'میر عماد الدین الهی' - 'تقی کاشی' اور 'مرزا اوحدی' نے نه صرف اِس کا ذکر کیا ھے - بلکه شاعره عورتوں کے احوال میں اِس سے مضامین اخذ کئے هیں بالخصوص 'اوحدی' نے اپنے تذکرے میں کتاب کا بہت بڑا حصه نقل کرلیا ھے—

'جواهر العجائب' مصنف کا رکھا هوا نام ھے - لیکن عام طور پر مشهور نهیں

---

* ریو - مخطوطات فارسی - جلد دوم صفحه ۳۶۵ —

† ریو - مخطوطات فارسی - جلد اول صفحه

‡ ڈاکٹر اسپرنگر صفحه ۱۲ - محبوب الالباب صفحه ۸۰۸ —

§ محبوب الالباب صفحه ۸۰۸ —

هوا - بلکہ 'تذکرۃ النساء' کے نام سے اُسے شہرت حاصل ہوئی ہے اور اِسی نام سے 'الہی' اور 'اوحدی' وغیرہ نے اپنے تذکروں میں اِس کا ذکر کیا ہے* - چنانچہ 'مہری' کے حالات میں 'اوحدی' نے لکھا ہے:—

''مترجم 'مجالس النفائس' گوید' زنے بودہ حکیم و این اصح ست - و در 'تذکرۃ النسا' نیز مذکور شدہ کہ وے در ایام دولت 'شاہ رخ مرزا' بودہ†''—

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے 'شہنشاہ اکبر' کے جلوس کے بعد اور 'ماہم بیگم' کی وفات سے پہلے سنہ ۹۶۳ھ اور ۹۶۹ھ کے مابین 'جواہر العجائب' تصنیف ہوا ہے‡- چنانچہ اس کے دیباچے میں تحریر ہے —

''فی ایام دولت ... 'شاہ طہماسپ الحسینی' بعزم زمین بوس حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً گزرم بملک 'سندہ' افتاد - حسب التقدیر یک چندے دران دیار اتفاق اقامت دست داد' تا آن خجستہ ایام کہ... 'سلطان جلال الدین محمد اکبر' بادشاہ غازی در ملک

---

* اسپرنگر - فہرست کتب خانۂ اودہ صفحہ ۱۰—

† عرفات (نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ - تذکرہ نمبر ۲۰۹) ورق ۲۸۲—

‡ 'شہنشاہ اکبر' ۳ ربیع الثانی سنہ ۹۶۳ھ کو تخت نشین ہوا ہے- اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۴- تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۴۴ - اقبال نامہ جلد دوم صفحہ ۲۲۹- نظام الدین احمد اور بدایونی نے ۲ ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ کو تاریخ جلوس لکھا ہے- طبقات اکبری صفحہ ۲۴۲ - منتخب التواریخ صفحہ ۱۳۲—

'ماہم بیگم' نے جلوس اکبری کے ساتویں سال ماہ شوال سنہ ۹۶۹ھ میں انتقال کیا ہے- اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۵ - منتخب التواریخ صفحہ ۱۴۸- اقبال نامہ جلد دوم صفحہ ۱۸۰ - نظام الدین احمد اور مورخ فرشتہ نے ماہم کے انتقال کو جلوس کے آٹھویں سال سنہ ۹۷۰ کے تحت میں لکھا ہے- طبقات اکبری صفحہ ۲۵۷- تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵۲—

'هند' قدم بر سریر همایون نهاد ... فقیر قصیدۂ مدح
در ذکر جمیل آنحضرت انشاء کرده ... و بخاطر رسید
که هدیۂ نیز لایق مجلس حضرت مهد علیا 'ماهم'
مد ظلها باشد ... مدتے درین اندیشه می بودم ... آخر
بعد از مشاهدۂ بسیار بدلم چنان تافت و بر خاطرم قرار
یافت که حسب انبساط خاطر آن مسند نشین بلقیس
نشان انچه از طائفۂ اُناث در لباس نیکو اساس نظم
ظاهر شده ' جمع سازم که بغایت غریب است. پس
بترتیب این مختصر کوشیده فراهم آوردم'' -

'ڈاکٹر اسپرنگر' نے 'جواهرالعجائب' کا سال تالیف سنه ۹۴۷ ھ بیان کیا ھے' اور اِس کے ثبوت میں دیباچے سے مصرع ذیل نقل کرکے اُسے مادۂ تاریخ قرار دیا ھے —

تاریخ همه غم ز مصائب دیدم

اور اِس سے بطریق تخرجه سال تاریخ نکالا ھے - اس طرح پر کہ ''همه غم'' کے اعداد (۱۰۹۰) ھیں - اُن کے ''مصائب'' کے اعداد (۱۴۳) خارج کرنے پر (۹۴۷) باقی رهتے ھیں --

لیکن حقیقت یہ ھے کہ اِس مصرع کو تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ھے - 'ڈاکٹر اسپرنگر' سے اس کے پڑھنے میں غلطی ھوئی ھے - اور اس نے 'فارغ' کو 'تاریخ' پڑھا ھے' جس کے باعث یہ مغالطہ واقع ھوا ھے - صحیح مصرع اس طرح ھے :

خود را ز خودی بهر تو غائب دیدم
فارغ ز همه غم و مصائب دیدم

'جواهرالعجائب' میں جن شاعرہ عورتوں کے تراجم مذکور ھیں - مختلف نسخوں میں اُن کی تعداد مختلف ھے - 'شاهان اودھ' کے کتب خانے میں اِس کا جو نسخہ موجود تھا اُس کا مفصل حال 'ڈاکٹر اسپرنگر' نے اپنی فہرست میں لکھا ھے -

اور بیان کرتا ھے کہ اس میں بیس شاعرہ عورتوں کے تراجم مذکور ھیں۔ 'شیخ ابوالقاسم محتشم' مصنف 'اختر تاباں' نے اس کا جو نسخہ دیکھا ھے' اُس میں تیئیس (۲۳) تراجم مندرج ھیں۔ چنانچہ 'اختر تاباں' کے دیباچے میں اس کا ذکر اس طرح کیا ھے :-

" 'ملا فخری' هروی کہ براے مہد علیا 'ماهم' سلطان بیگم بعہد سلطنت 'اکبر' در 'هندوستان' و دارا ے 'طهماسپ' در 'ایران' 'جواهرالعجائب' تذکرۂ شاعرات پارسی زبان نوشته' بهزار تلاش بست وسه (۲۳) شاعره یافتند*" —

جو نسخہ اِس وقت ھمارے زیر استعمال ھے - اُس میں چھبیس (۲۶) عورتوں کا تذکرہ مرقوم ھے —

'شیخ ابوالقاسم' نے جس نسخے کا ذکر کیا ھے' اُس کی نسبت ھمیں کوئی واقفیت نہیں ھے - 'ڈاکٹر اسپرنگر' نے اپنی فہرست میں 'کتب خانۂ اودھ' کے نسخے کی فہرست اور اُس کا اقتباس نقل کیا ھے ' جس کے باعث ھمارے نسخے سے اِس کے مقابلے میں بہت آسانی ھوگئی ھے - اور اِن دونوں میں جو اختلاف ھے اُس کو ھم ذیل میں درج کرتے ھیں —

نسخۂ حاضرہ	نسخۂ کتب خانۂ اودھ
(۱) مہستی	
(۲) بادشاہ خاتون	
(۳) جہان خاتون	
(۴) حیات' زوجۂ خواجه قوام الدین	(۱) حیات' زوجۂ خواجه قوام الدین
(۵) مہری	(۲) مہری

* تذکرۂ اختر تاباں - طبع بھوپال سنه ۱۲۹۹ ھ صفحه ۴ —

نسخهٔ حاضره	نسخهٔ کتب خانهٔ اوده
(۶) مغول خانم	(۳) مغول خانم، زوجهٔ محمد خان شیبانی
(۷) آفاق جلائر	(۴) آفاق جلائر
(۸) نهانی - خواهر خواجه افضل	(۵) نهانی، خواهر خواجه افضل
(۹) بیچه منجمه	(۶) بیچه
(۱۰) عصمتی	(۷) عصمتی
(۱۱) بیدلی	(۸) بیدلی
(۱۲) نهانی شیرازی	
(۱۳) دختر قاضی سمرقند	(۹) دختر قاضی سمرقند
(۱۴) فخرالنسا، دختر امیر یادگار	(۱۰) فخرالنسا، دختر امیر یادگار
(۱۵) خانزاده بیگم، خواهر فخرالنسا	
(۱۶) پرتوی تبریزی	(۱۱) پرتوی تبریزی
(۱۷) سید بیگم	(۱۲) سید بیگم
	(۱۳) دختر غزالی یزدی
(۱۸) آرزوی سمرقندی	(۱۴) آرزوی سمرقندی
(۱۹) ضعیفی معاصر آرزوی	(۱۵) ضعیفی معاصر آرزوی
(۲۰) حیات هروی	
(۲۱) آتون، زوجهٔ بقائی	(۱۶) آتون، زوجهٔ بقائی
(۲۲) عفتی، خادمهٔ آذری	(۱۷) عفتی، خادمهٔ آذری
(۲۳) حجابی، دختر هلالی	(۱۸) حجابی، دختر هلالی
(۲۴) نسائی، دختر درویش زاده	(۱۹) فاطمه خاتون، دختر درویش زاده
(۲۵) تردی، از خویشان آهی	(۲۰) فزدی، از خویشان آهی
(۲۶) نسائی، ساکن بلدهٔ نساء	

دونوں نسخوں کے مقابلے کی جدول جو اُوپر درج ہے، اُس سے ظاہر ہورہا ہے کہ کتب خانۂ 'اودھ' کے نسخے سے ہمارے نسخے میں سات شاعرہ عورتوں کے حالات زیادہ ہیں - اور ایک شاعرہ 'دختر غزالی یزدی' کا تذکرہ ہمارے نسخے سے کتب خانۂ 'اودھ' کے نسخے میں زیادہ ہے ــــ

'جواہرالعجائب' نہایت کمیاب ہے - اور عام طور پر مشکل سے میسر آتا ہے - اِس کے قلمی نسخوں سے 'لندن' 'جرمن' 'فرانس' اور 'کلکتہ' کے عظیم‌الشان کتب خانے خالی ہیں - سنہ ۱۲۹۰ ھ سنہ ۱۸۷۳ ع میں 'لکھنؤ' میں چھپا ہے، لیکن عرصہ ہوا کہ آوٹ آف پرنٹ ہوگیا - اور اس وقت وہ بھی نہیں ملتا ہے - ہمارے یہاں اِس کا صرف ایک نسخہ ہے، باوجود تلاش کے اس کا دوسرا نسخہ نہیں ملا، جس کے باعث اِس کی تصحیح نہایت دشوار ہے۔ مختلف تذکروں سے مقابلہ کر کے ہم نے اس کے صحیح کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس بارے میں حسب مراد کامیابی حاصل نہیں ہوئی - اور بہت سے مقامات مشکوک و مغشوش رہ گئے - اس کا ہمیں افسوس ہے کہ اِن کی تصحیح کا ہم سے اہتمام نہیں ہوسکا ــــ

'مرزا اوحدی' نے اپنے تذکرے میں اکثر مواضع پر 'جواہرالعجائب' کی عبارتوں کو بے کم و زیاد نقل کیا ہے - اس لئے توقع تھی کہ تصحیح میں اس سے بہت مدد ملے گی - لیکن 'عرفات' کا جو نسخہ کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہے وہ اِس قدر ناقص اور آب رسیدہ ہے کہ اُس سے خاطر خواہ استفادہ حاصل کرنا دشوار ہے - با وجود اس کے تا حد امکان کوشش کر کے بعض مقامات کا مقابلہ کیا ہے - اور اس تدبیر سے چند غلطیاں صحیح ہوگئی ہیں ــــ

دوران تصحیح میں مختلف کتابوں کے مطالعے سے ہمیں بہت سی مفید و کارآمد معلومات حاصل ہوئی ہیں - جن کو ہم نے اختصار کے ساتھہ بطور حواشي کے موقع بموقع کتاب میں شامل کردیا ہے - اور اُمید ہے کہ اِن توضیحات سے قارئین کو کتاب کے مطالعے میں نہ صرف سہولت ہوگی، بلکہ اُن کی معلومات میں بہت سے

جدید انکشافات کا اضافہ ہوگا —

اس مقدمے کو ختم کرنے سے پہلے ' مولوی سید ہاشمی فریدآبادی ' رکن دارالترجمۂ عثمانیہ یونیورسٹی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے - کیونکہ اُنھیں کی تحریک و تقاضہ سے یہ کام اختتام کو پہنچا ہے - سید صاحب موصوف تاریخ کے ایک زبردست عالم ہیں - اور بالخصوص ' ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے متعلق ' اِن کی معلومات غیر محدود ہیں- اور انھوں نے عثمانیہ یونیور سٹی کے لئے 'ہندوستان کی جو تاریخیں لکھی ہیں ' وہ اپنی بہترین خصوصیات کے باعث اِس موضوع کی دیگر تالیفات پر غیر معمولی تفوق رکھتی ہیں —

جواهر العجائب

خود راز خودی بهر تو غائب دیدم　　فارغ ز همه غم و مصائب دیدم
کردم نظر و فرش حریم حرمت　　چون عرش، جواهر عجائب دیدم

جواهر عجائبی که زیور گوش پرده نشینان سراقات سلطان عقل و هوش تواند بود، حمد و ثنای قادری ست که دست معمار قدر تش قبهٔ لاجوردی فلک دوّار را بد درهای شاهوار نجم ثوابت و سیار مزین و مجلی گردانیده. ولآلی منثوری که واسطهٔ حوش حالی خاطر ناظمان عالم معانی تواند گردید، درود نامحدود و صلوات نامعدود سیدی است که ذرهٔ از هوای حریم عنبر شمیم حرمش کار بآفتاب جهان تاب رسانیده - صلی الله علیه و آله و سلم —

رسول امین قریشی لقب　　مه یثرب و آفتاب عرب
پئے خدمتش جبرئیل امین　　همی آمد از آسمان بر زمین

اما بعد تراب - قدام طالبان مقاصد معنوی، فخری بن امیری الهروی، بسمع شریف هوشمندان سخن پرور، واهالی رای فضلیت گستر می رساند که فی ایام دولت سعادت انتظام سلطان سلا طین عالم و خاقان معظم، مولی ملوک الترک و العرب و العجم، شاه طهماسپ، * الحسینی —

شه آسمان قدر طهماسپ شاه　　کمین خاک بوسان او مهر و ماه
صف حاجبان درش بیگمان　　همه شهر یار ند و سلطان و خان

خلد الله تعالی ملکه و سلطانه

بعزم زمین بوس حرمین شریفین زاد هماالله شرفاً گزرم بملک سند افتاب، حسب تقدیر یک چندی دران دیار فرخنده آثار اتفاق اقامت دست داد، تا آن خجسته ایام که نورس نهال گلستان شاهی و خورشید جهان تاب عنایت الهی، غیرت

---

* اس کتاب سے متعلق تمام حواشی از (ص ۴۲۸ تا ص ۴۴۸) بذیل تعلیقات دیکھئے —

سلاطین روزگار و رشک خواقین کامگار ' وارث تاج و تخت سر فرازی سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاه غازی خلدالله ملکه ' در ملک هند قدم بر سریر همایون نهاد و از اطراف و جوانب هرکس جهت نثار تحف و هدایا بدرگاه فرستاد - چنانکه مور و سلیمان ؛ فقیر قصیدهٔ مدح در ذکر جمیل آنحضرت انشا کرده و این چند بیت از آنجا ست :—

آنکه میگوید صدائی طبل او در گوش چرخ
نوبت سلطان جلال الدین محمد اکبر است
آن شهنشاه فلک قدری که از روی شرف
شمسهٔ ایوان قصرش آفتاب خاور است
آن که دُرد ساغر او صافی جام جم است
آن که نعل تو سنش آئینهٔ اسکندر است
بندهٔ دیرین پایش اردشیر بابکان
چون درآید بر در اقبال شمس نوذر است
فارسان رزمگاهش رستم و اسفند یار
حارسان اردو او اردوان و سنجر است

بخاطر رسید که هدیهٔ نیز لائق مجلس شریف فردوس آئین دلشاد زمان و گوهر شاد دوران' مسند نشین بلقیس نشان' مهد علیا حضرت 'ماهم بیگم' مدظلها باشد-

از شرافت آستانش قبله گاه راستان
چرخ اطلس فرش راهش رفته است از آستین
هم مقامش روح پرور چون بهشت جاودان
هم کلامش فیض گستر چون دم روح الامین
در حضورش مشتری و زهره رابا هم قران
دولت و اقبال باهم در جناب او قرین

از پئی تقدیم خدمت هر سوی او منتظر
در کمین بخت و سعادت چون کنیزان کہین
بہر در از فیض لطفش سربسر اہل زمان
ہرطرت نام نکویش رفتہ در روی زمین
پس کز و دل شادی خلوت نشین وصالح است
ہست در کارش دعائی صالح و خلوت نشین
این یکی را از دعایش دردہن قند و شکر
دیگری را بر زبان آمین ورب العالمین

مدتی دراین اندیشہ می بودم، در گوشۂ کاشانۂ تخیل می نمودم - آخر شبی مجموعۂ 'تحفة الحبیب' را مطالعہ کردم، بر اشعار دلپزیر مخادم می گزشتم، از تماشائی آن نگار ستان معانی بہرہ مند می گشتم، ناگاہ نظرم برین غزل مسماۃ 'مہری' افتاد کہ: —

حل ہرنکتہ کہ بر پیر خرد مشکل بود
آزمو دیم، بیک جرعۂ می حاصل بود
گفتم، از مدرسہ پرسم سبب حرمت می
دِر ہرکس کہ زدم بیخود و لا یعقل بود
در چمن صبحدم از گریۂ و از نالۂ من
لالۂ سوختہ خون در دل و پا درگل بود
انچہ از بابل و ہاروت روایت کردند
سحر چشم تو بدیدم، ہمہ را شامل بود
دولتی بود تماشاے رخت 'مہری' را
حیف و صد حیف کہ آن دولت مستعجل بود

آخر بعد از مشاہدۂ بسیار بدلم چنان تافت و بر خاطرم قراریافت کہ جہت

انبساط خاطر آن مسند نشین بلقیس نشان انچه از طایفۀ اناث درلباس نیکو اساس نظم ظاهر شده' جمع سازم که بغایت غریب است - پس ترتیب این مختصر کوشیده فراهم آوردم - چون چنین جو هر لطیف از معادن طبع ایشان محل تعجب بود' این نسخه را پس از اتمام جواهرالعجائب نام کردم امید که بنظر اشرف رسد و بشرف قبول ملحوظ گردد — و من الله العصمة والتوفیق

ارباب تواریخ چنین آورده اند که بهرام گور بادشاهے بود' بغایت ذی شوکت و زبردست و هیچ کس را تاب سرپنجۀ دلاوری او نبودے و از صید جانوران بشکار گور میل نمودے و او را ازین سبب بهرام گور می گفتندے - و او محبوبۀ داشت 'دلارام' نام' به حسن و جمال نادرۀ روزگار و به فهم و فراست شهرۀ ایام و بهرام را باو محبت تمام بود - چنانچه بهرام عزیمت می فرمود 'دلارام' باو هم‌عنانی نمود و بهرام هر لطیفه که بر زبان آوردے او نیز مناسب حال چیزے در برابر انشاء کردے - روزے در شکار بهرام به بیشه رسید - شیر عظیمے قصد او کرد و بهرام متوجه او گردید و از اسب فرود آمده جست و هر دو گوش او را گرفته برهم بست و بآن شجاعت و دلاوری از روے مفاخرت بهرام را این مصرع بر زبان گذشت:—

منم آن شیر ژیان و منم آن ببر یله

پس روے بجانب 'دلارام' کرده گفت ''این سخن را چه جواب گوئی'' - 'دلارام' فی الحال این مصرع را گفت:—

نام بهرام ترا و پدرت بوجبله

بهرام را این طرز به مذاق خوش آمده' چون از عقب لشکر ندماے او رسیدند' بهرام بر فضلا بیان ماجراے گذشته کرد و ایشان اندیشها کرده دو مصرع دیگر بران الحاق کردند و ''چهارگانی'' نام نهادند و حالا نیز در ملک نیمروز و بعضے ولایات چهارگانی می گویند - غرض از عرض این کلمات آن ست که 'دلارام' نظم گفت—

و دیگر ابواللیث که او را ابو حنیفهٔ ثانی می گفتند کتابی دارد موسوم به 'بوستان' آنجا آورده است که روزی اقربای بی بی عائشه (رض) را به مهمانی الحاح کردند و او از حضرت سید کائنات علیه التحیة والصلوات رخصت طلبیده و بعد از اجازت که اقربا را بد شرف قدوم مسرت لزوم نوازش فرموده و بخدمت حضرت مراجعت نمود - حضرت پرسیدند که "از مهمانی برای ما چه آوردی"- او گفت "یا رسول‌الله در خانهٔ خویشان برای ایشان بیتے گفته ام"- حضرت تبسم کرده فرمودند که "بخوان"- او این بیت را خواند که:—

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحییکم

فلولا العجوة السوداء ما کنا بواریکم

حضرت بعد از تامل فرمودند که اگر مصرع آخر را چنین میگفتی که:—

فلولا طاعت الرحمن ما کنا بوادیکم

بهتر می بود—

و در کتب آمده است که چون سرور بهتر اولاد آدم صلی الله علیه و آله و سلم رخت هستی از محنت سرای عالم فانی بجهان جاودانی کشید' حضرت خیرالنساء فاطمهٔ زهرا (۴) دران مصیبت ابیات انشا کرد - و این بیت ازان جمله است که :-

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیا لیا

"زلیخا"

آورده اند که در محلی که او را اغلبات شوق حضرت یوسف علیه السلام و کشاکش عشق محنت فرجام از مسند سلطنت کشیده بگوشهٔ محنت خانهٔ بی نوائی انداخت و لوائے بادشاهی یوسف را عنایت بی غایت الهی از حضیض خاک باوج افلاک برافراشت و آخرالامر کار زلیخا از پیری و نابینائی بجاے رسید که از براے او بر سر راه حضرت یوسف خانه ازنی ترتیب کرد- چنانکه حضرت مخدومی در کتاب

یوسف زلیخا در صفت پیری زلیخا می فرماید:—

به او کردند نی بستی حواله　　چو موسیقار بر فریاد و ناله
بروی تازه چون گل چینش افتاد　　شکن بر صفحهٔ نسرینش افتاد

مولانا هلالی نیز در کتاب صفات العاشقین درین حال زلیخا می گوید که:—

غم پیری سمن بر سنبلش ریخت　　ز آسیب خزان برگ گلش ریخت
سیه بادام او از جور ایام　　شد از عین سفیدی مغز بادام
بیاض موی او شد معجر او　　ببین کاخر چه آمد بر سر او

تا آنکه مرحمت سبحانی یوسف را بر سر زلیخا فرستاد و او را از ظلمت کفر نجات بخشیده مراد دلش بر کنار نهاد، زلیخا این بیت را برای یوسف گفت که:—

التقی صیر العبید ملوکاً　　والهوی صیر الملوک عبیداً

این نسخه و اهل نظم را همین شرف بس است که چنان مردم به نظم التفات فرموده اند —

---

(۱) ''مهستی''

مسماة مهستی از نژاد مردم جلیل القدر بوده ودر مجلس عالی سلطان سنجر ماضی اعزاز و اکرام تمام داشته و انچه از مهستی و امیر احمد نقل می کنند غیر واقع است و مهستی را بدولت سلطان سنجر کثرت مال و جاه بوده- ودر آل سلجوق بادشاهی بعظمت سلطان سنجر نبوده- مملکت روم و شان و حلب و کرمان و خوارزم تا ملک دیلم در تحت فرمان او بوده و همیشه چهل هزار مرد مبارز در رکاب جنیبت او حاضر می بوده اند و او بغایت با مردم خوش طبع مایل بوده و خود نیز گاهی به نظم التفات می نموده و این سه بیت از جملهٔ اشعار اوست —

به ضرب تیغ جهانگیر وگر ز قلعه کشای　　جهان مسخر من شد چو تن مسخر رای

بسی قلاع کشادم بیک اشارۂ دست　　بسی سپاہ شکستم بیک فشردن پای
چو مرگ تاختن آورد، هیچ سود نداشت　　بقا بقاے خدا هست و ملک ملک خدای

گویند شبی مهستی بر سبیل کسب هوا از مجلس بیرون آمد، دید که برف باریدہ است، بعد ازانکه مراجعت نمود، سلطان هوا راستفسار فرمود - مهستی در بدیهه این رباعی را گفت که :-

شاها فلکت اسپ سعادت زین کرد　　و از جمله خسروان ترا تحسین کرد
تا در حرکت سمند زرین نعلت　　بر گل نه نهد پای زمین سیمین کرد

سلطان به مهستی التفات بسیار کرد --

---

(۲) "بادشاہ خاتون"

بادشاہ خاتون بنت قطب الدین محمد سلطان،کەدرایام‌دولت سلطان غازان بودہ - گویند خاتون فاضله و عادله و زیبا طینت بود و بانواع فضائل و کمالات آراسته بود - اکثر اوقات مصاحف و کتب کتابت کردي - و این رباعی ازوست که :-

آن روز که در ازل نشانش کردند　　آسایش جان بے دلانش کردند
دعوی بلب نگار می کرد نبات　　زان روی سه چوب در دهانش کردند

درون پردۂ عصمت که تکیه گاہ من است　　مسافران هوا را گذر بدشواری ست
همیشه باد سر زن بزیر مقنعۂ او　　که تا رو پودوی ازعصمت نکوکاری است

بر لعل که دید هرگز از مشک رقم　　باغالیه بر بوش کجا راندہ رقم
جانان! اثر خال سیه بر لب تو　　تاریکی و آب زندگانی ست بهم

چون بر سریر ملک استقرار یافت، پرتو التفات بر حال ارباب فضل و دانش انداخت - شمسۂ ترتیب ایشان رقم نمود —

•

(۳) "جهان خاتون"

جہان خاتون از مشاهیر شیراز بودہ و در حسن و جمال نظیر خود نداشته و او را از اسباب دنیوی جمعیت تمام بودہ' چنانچه همیشه ظرفا و ندما در مجلس او حاضر می شدند و او رعایت این طایفه می کرد و همه او را در ظرافت و لطافت طبع و حسن و ادراک مسلم می داشتند —

گویند عبید زا کانی که در عالم بفضل و فراست مشهور است' روزی قصد مجلس شاہ ابو اسحق کرد۔ بعضی نزدیکان گفتند؛ جمعے از مسخرها پیش اویند؛ امروز ملاقات متعذرست - عبید برین سبب برنجید و ترک تحصیل علوم و فنون کردہ روی به مسخرگی و ندیمی و هزل و مطائبت و هجو آوردہ این رباعی را گفت :-

در علم و هنر مشو چو من صاحب فن   تا نزد عزیزان نشوی خوار چو من
خواهی که شوی قبول ارباب ز من   کنک آور و کنکری کن و کنکرہ زن

و این قطعه را نیز درین فرصت انشاء کرد که :-

اے خواجه مکن تا به توانی طلب علم   کاندر طلب روزی هر روزہ بمانی
رو مسخرگی پیشه کن و مطربے آموز   تا داد خود از مهتر و کهتر بستانی

و سر بهزل و هجو و مطائبه بر آورد و درین شهرت کرد و مطائبات و هجویات او مشهور شد - چون از ولایت قزوین داعیۀ شیراز کرد' متوجه مجلس 'جهان خاتون' شد - آنجا ظرفا و خوش طبعان همه حاضر شدند' میان او و 'جهان خاتون' مشاعرۀ عظیم شد و بدیهه گفتند و جدل و نکات و دقائق' تا بیگاہ کشید۔ گویند آن‌روز 'جهان خاتون' غالبی کرد و چون روز دیگر عبید باز عزم میدان سخن پردازی کرد' بدر خانۀ جهان خاتون رفت' دید که اسب بسیار بدرخانه ستادہ و مردم هر جا به تماشا حاضر شدہ اند - چون احوال پرسید' گفتندش خواجه قوام‌الدین وزیر 'جهان خاتون' را بنکاح خویش در آورد - عبید فی الحال این قطعۀ مطائبه آمیز انشاء کرد و مصراع آخر آن

قطعه * این است - " خدای جہان را جہان تنگ نیست " —

بدرون خانه فرستاد - چون خواجه مطالعه کرد بخندید ' جہان خاتون ' بفراست دانست که در باب او عبید ظرافت کردہ است و از روی عرفان قطعه را خواندہ ' شگفته شدہ ' او را طلبیدہ صحبت داشتند و رعایت او بجا می آوردند این مطلع ' از جہان خاتون ' است:—

مصوری ست که صورت زآب می سازد ز ذرہ ذرۂ خاک آفتاب می سازد

(۴) ' حیات "

' حیات ' ظریفه و عارفۂ آن روز کار بودہ و خواجه قوام الدین حسن او را نیز در نکاح خود داشت - چون خبر تزویج ' جہان خاتون ' را شنید بر نجید و این بیت را گفته بخواجه فرستاد :—

هر که غم ' جہان ' خورد کی خورد از ' حیات ' بر

رو تو غم جہان مخور تا ز حیات بر خوری

آوردہ اند که جہان خاتون بخواجه حافظ ملاقات کردہ ' خواجه این غزل خود باو می خواندہ است :—

دردم از یار ست و درمان نیز هم دل فدای او شدہ جان نیز هم

چون بدین بیت رسید که

اعتمادی نیست بر کار جہان بلکه بر گردون گردان نیز هم

' جہان خاتون ' در بدیهه این بیت را گفت :—

حافظا این مے پرستی تا بکی مے ز تو بیزار و مستان نیز هم

---

* قطعۂ مشار الیہا

وزیرا " جہان " قحبۂ بی وفا است ترا از چنین قحبۂ ننگ نیست

برو کس فراخی دگر را بخواہ خدای جہان را جہان تنگ نیست

(۵) " مهری "

'مهری' در ایام دولت شاه رخ مرزا در ملازمت گوهر شاد بیگم طاب ثراها
بود و مرتبهٔ خصوصیت و مصاحبت داشته و زن خواجه عبدالعزیز حکیم بوده و در
حسن و جمال نادرهٔ ایام بوده و غیر ازان غزل که سبب تحریر این مختصر شده '
ابیات خوب دارد - این مطلع ازان جمله است و شهرت تمام دارد: —

بیغ هر خاری که آن از خاک من حاصل شود زاهد ار مسواک سازد مست لایعقل شود

گویند او را بسلطان مسعود میرزا خواهر زادهٔ ابیگم نظر محبت بوده - روز
عیدی برسم مبارک باد چنانچه قاعده است بدیدن او رفته بود - سلطان مسعود
در برج قلعهٔ اختیارالدین که در شهر هرات ست نشسته بود؛ بعد از دریافت ملاقات
از هر جا حکایات مذکور می گشت - دران محل حکیم که شوهر مهری بود از دور در
پایان قلعه میگذشت ' سلطان مسعود تبسم فرموده اورا بمهری نموده و او در بدیهه
این بیت را انشاء کرده که

کردم بر اوج برج مه خویشتن طلوع
هان ای حکیم طالع مسعود من نگر

و این رباعی از جملهٔ مطائبات اوست که در بدیهه گفته است و آن این چنین:
بوده که ' مهری ' در پیش ' بیگم ' نشسته بود که حکیم از دور پیدا شد' بیگم کس
باستقبال او فرستاده باحضار او استعجال می فرموده و جهت کبرسن و بسط خاطر
بیگم عصا زنان دعا می گفت و در قدم برداشتن حرکات میکرد ' درین باب بیگم
به 'مهری' گفتند که بدیهه چیزی انشاء کن - چون حکیم به مجلس رسید'' مهری' این نظم
را گفت که

مرا با تو سر یاری نمانده ست دل مهر و وفاداری نماندست
ترا از ضعف وپیری قوت و زور چنانکه پائے برداری نماندست

روزی در محل سرخ پایان که اهل روزگار به تماشای بهار بیرون آمده بود '

'مهری' درگوشهٔ نشسته نظاره می کرد ' دید که پیری خرمن صبر باتش مهراو سوخته ' و پیراهن تحمل چاک زده ' نظر محبت بر جمال او دوخته - مهری او را طلبیده صورت حالش باز پرسید ' پیر گفت چه گویم اے جوان زیبا —

آنجا که عیان است چه حاجت به بیان

مهری تبسم کرده این رباعی را گفت :—

یا رب که سر شتم زچه آب وچه گل است　　میلم همه سوی دلبران چگل است
گر میل مرا بسوی پیران بودی　　از پیر ضعیف ناتوانم چه گل* است

این دو رباعی هم از وست که برای حکیم گفت است —

هرگز کامی زخفت و خوابم ندهی　　شب باتو سخن کنم جوابم ندهی
من تشنه لب و تو خضر وقتم گوئی　　از بهر خدا چه شد که آبم ندهی

درخانهٔ تو آنچه مرا شاید نیست　　بندی ز دلی رمیده بکشاید نیست
گوئی همه چیز دارم از مال و منال　　آری همه هست و آنچه میباید نیست

این رباعی نیز از دست که

شوی زن نوجوان اگر پیر بود　　چون پیر بود همیشه دلگیر بود
آری مثل است اینکه زنان میگویند　　در پهلو زن تیر به از پیر بود

---

(۲) "مغول خانم"

' مغول خانم ' حرم محترم ' محمدخان شیبانی ' و والدهٔ 'محمدرحیم سلطان' بود. تعریف او همین بس است که در عقل و فهم و فراست نظیر خود نداشت - فطرتش بجواهر نظم مزین بوده ' از و گاهی نظمی ظاهر می شد ' این مطلع ترکی ازوست و جواب عبید الله خان گفته است:—

---

* یعنی ' چه گله است ' بحذف هاے مختفی —

دیماکیم در نیکی اظہار ایلاد دلدارالیدا
قایسی ہر در و یمنی اظہار ایلا من مارالیدا

مطلع عبیداللہ خان است کہ او جواب گفتہ است :—

پیر پیرا نیک و دستلار درو یمنی دلدارالیدا
اتیب اتیب بنقلا تکبر زنہار زنہارالیدا

عبیداللہ خان تتبع امیر علی شیر کردہ و مطلع امیر علی شیر اینست کہ

کیمہ کو حال من اظہار ایلا اماس مارا الیدا
خاطریم کیم ابن ملول ادیسون کیم مارالیدا

و جواب امیر علی شیر بسیار مردم کردہ اند از انجملہ امیر رستم علی ولد قاسم ترکی گوی چنین گفتہ است —

جان پرور در سجدہ قبلدیم اول جفاکارالیدا
شکر کیم ماشنہی خویدم و عافیت مارا الیدا

دیگر امیر محمد صالح کہ مشہور روز گار است، نیز جواب گفتہ و این دوبیت ازوست : —

نی کو نکول کیم قبلمہ دین در و نہی اظہار الیدا
نی کو نکول مزانع غمین آہو کشیم مارا الیدا
ای صبا در دیہنی سعلات سعلات آہو زمن سکا
اتیب اتیب نیغلا غاسین تقی بار الیدا

مولانا شوقی جبکوہی ہم ازین جا گفتہ است و این مطلع از وست کہ

اسلادیم فریاد اغیار ایللیدین بار الیدا
شکر کیم عاشق لنعتی قیلدیم اظہار الیدا

ولی بیگ بمغمور جی، نیز دارد، چنین گفتہ است کہ

ہجر متبک اندوہی دین باشنمی اغیار الیدا
ماشغہ آوردم کیم بخون باش قویہا دیم مارا الیدا

(۷) "آفاق جلائر"

دختر 'امیرعلی جلائر' وهمشیرهٔ 'امیرحسن علی جلائر' است که ایشان را امارت موروثی است' بلکه از طبقهٔ ایشان سلطنت نیز کرده اند- و 'شیخ حسن جلائر' پدر 'سلطان اویس' و شوهر 'دلشاد خاتون' که لقب 'ایل کانی' داشته؛ جد 'سلطان احمد' حاکم بغداد بوده - 'خواجهٔ حافظ' شیرازی غزلی در مدح او دارد و مطلعش اینست که

احمدالله علی معدلة السلطان احمد شیخ اویس حسن ایلکانی

و 'آفاق جلائر' در خوش طبعی شهرهٔ آفاق است' و حرم 'امیر درویش علی' کتاب دار بوده' که سالها در قبة الاسلام بلخ ایالت کرده و برادر 'امیر نظام الدین علی شیر' بود - و 'آفاق جلائر' اشعار خوب گفته است و درمیان خواص و عوام شهرت تمام دارد- و این مطلع از آنجمله است:—

آه زان زلفی که دارد رشتهٔ جان تاب ازو
وای زان لعلی که هر دم میخورم خوناب ازو

این مطلع هم ازوست و بسیار خوب گفته است که

اشکی که سر ز گوشهٔ چشمم برون کند
بر روے من نشیند و دعواي خون کند

این مطلع را در محلی که از شراب توبه کرده پیش 'بدیع الزمان مرزا' نشسته بود و مرزا کاسهٔ می خورد' گفته است که

من اگر توبه ز می کرده‌ام ای سرو سهی
تو خود این توبه نه کردی که مرا می ندهی

این مطلع نیز ازوست که

نتوان دید رخ خوب ترا ماه بماه زانکه آسان نتوان کرد بخورشید نگاه

این رباعی او هم مشهور است:—

آبی که فلک بلب چکاند مارا سرگشته به بحر و بر دواند مارا
ای کاش بمنزلی رساند مارا کز هستی خود باز رهاند مارا

(۸) "نهانی"

'نهانی' همشیرهٔ 'خواجه افضل دیوان بود' و 'خواجه افضل' از اشراف دارالامان 'کرمان' بود و چندین سال وزارت سلطان حسین میرزا باستقلال کرد و شعر را سلیس میگفت' و اشعار نیک دارد و از جمیع فضائل بهره مند بود و 'نهانی' نیز فاضله بود و طبع خوب داشت و اشعار خوب گفته است - این مطلع ازوست که تتبع غزل 'شیخ کمال خجندی' کرده است که

هزار سرو که در حد اعتدال برآید بقامتت نرسد گر هزار سال برآید
اگر چه مهر به تقدیر لا یزال برآید بماه من نرسد گر هزار سال بر آید

(۹) "بیجهٔ منجمه"

'بیجهٔ منجمه' ظریفهٔ و عارفهٔ و نادرهٔ ایام بود' خصوصاً در علم نجوم که مثل او نبود و از دنیوی نیز جمعیت تمام داشت و اکثر فضائل را کسب کرده بود و منظور امرا و سلاطین بود - گویند درمیان او و حضرت مخدومی مولانا 'نورالدین عبدالرحمن جامی' ظرافتها واقع شد' چنانچه حضرت مخدومی حمام ساختند' او نیز حمام ساخت - ایشان مدرسه بنا کردند' او نیز مدرسه بنا کرد و ایشان مسجد ساختند' او نیز مسجد ساخت' و اکابر را جهت نماز طلبیده تکلفات نمود - اما حضرت مولانا 'عبدالرحمن جامی' نیامد و قطعهٔ گفت - این بیت ازان قطعه است:—

نگذارم به مسجد تو نماز زانکه محراب آن نمازی نیست

او شنیده و مضطرب شده گفت: ایشان چه می فرمایند' هرچه ایشان ساخته اند' من هم ساخته ام' و فضائلی که ایشان دارند' من هم دارم' و ایشان شعر میگویند' من هم

میگویم' ایشان چه چیز دارند که من ندارم - ملا فرمودند که چیزی داریم که او ندارد.
او جواب داد که ما هم چیزی داریم که او ندارد بلکه او را بما احتیاج ست - حضرت
مخدومی را این سخن بغایت خوش آمد و بخانهٔ او تشریف برد و اکابر همه حاضر
شدند ' بیجه منجمه' دران مجلس خدمات پسندیده کرد - این مطلع از ' بیجه منجمه'
که در فوت شوهر خود انشا کرده است: —

کوکب بختم که بود از وی منور آسمان
بنگرای مه کز فراقت در زمین است این زمان

---

(۱۰) "عصمتی"

'بی بی عصمتی' از ولایت 'خوات' بود و برادری داشته است که آنجا چندگاهی
حاکم بوده و بدان مناسبت 'حاکمی' تخلص کرده است و دیوان او درمیان مردم هست.
این مطلع ازوست که

کمان ابروے من! فکر من زار بلاکش کن
فگن بر سینه ام تیری و پیکانش در آتش کن

اما 'عصمتی' بغایت صالحهٔ و ساجده بود و موافق حال خود تخلص احتیار کرده.
این مطلع ازوست که

از پا شکستگان طلب کعبه مشکل است آن کعبهٔ که دست دهد کعبهٔ دل است

---

(۱۱) "بیدلی"

'بیدلی' حرم 'مولانا شیخ عبدالله دیوانه' بود و 'مولانا شیخ عبدالله' از جملهٔ
خوش طبعان مشهور شهر هرات بود - و این مطلع او را امیر علی شیر در کتاب
تذکرة الشعرا آورده است که

من مسکین بسر کوی تو هر چند دویدم غیر آهی و سرشکی ز دل و دیده ندیدم

و این مطلع از مسماة 'بیدلی' ست :-

روم بباغ واز نرگس دو دیده دام کنم　　که تا نظارهٔ آن سرو خوش خرام کنم

(۱۲) ''نهانی''

'نهانی شیرازی' را مردم آنجا بسیار در حسن و جمال و فهم و فراست تعریف میکنند و میگویند که دران دیار مثل او از طبقهٔ اُناث در فصاحت و بلاغت کم ست و این مطلع را از و میخوانند که

شب سگ کویت بهر جاے که پهلو می نهد
روز خورشید آن زمین را بوسه بر رومی نهد

و در تتبع آن غزل حضرت مخدومی مولانا عبدالرحمن جامی' که

معلم کو مده تعلیم بیداد آن پری رو را
که جز خوی نکو لائق نباشد روی نیکو را

و دیگر شعرا نیز دارند' مثل مولانا 'بساطی' که می گوید :-

بزنجیر از چه میدارد رقیب این سرو دلجو را
مرا زنجیر می باید که من دیوانه ام اورا

مولانا 'نرگسی' می گوید :-

وفا در دل نگردد هرگز آن شوخ جفا جو را
ز من بهتر نمی داند کسی نیک و بد او را

مولانا 'آهی' می گوید :-

سگش را یار خواندم زد گره از چشم ابرو را
من مسکین چه دانم آدمی پنداشتم او را
مه من شام عید از گوشهٔ ننمود ابرو را
فلک چندین چراغ افروخت تا پیدا کند او را

میر 'هادی مشهدی' می گوید :-

بآب زر نشانی هست تیغ آن جفا جو را
که خون هر کرا ریزد' نگیرد هیچ کس او را

مولانا 'قاسم کاهی' می گوید که

مصور تا بصورت کرد نسبت آن پری رو را
نمی خواهم که بر دیوار بینم صورت او را

و این فقیر هم گستاخی کرده ام که

درون دیده خواهم جا مکان آن پری رو را
که من بسیار به می دانم از مردم سگ او را

اما 'نهانی' چنین می گوید :-

شدم دیوانه تا در خواب دیدم آن پری رو را
چه باشد حال گر بیند به بیداری کسی او را

---

(۱۳) "دختر قاضی سمرقند"

بسے نازک خیال بوده است' کیفیت احوال او معلوم نشد - اما لطافت طبعش از نظم او مفهوم می شود' این مطلع ازوست و عاشقانه گفته است :-

مگو رسواے عشق از مردم عالم غمی دارد
که عاشق گشتن و رسوا شدن هم عالمی دارد

---

(۱۴) "نسائی"

'نسائی' از سادات صحیح النسب ممالک خراسان ست و وطن او از ولایت زادهٔ جنید و فرح‌آباد است' چون در اصل فطرت طبعش بجواهر نظم مزین و محلی واقع شده در ظهور آن اختیار نیست. نامش 'فخرالنسا' است. بدان مناسبت 'نسائی'

تخلص اختیار کردہ است' این غزل ازوست' و جواب آن غزل استاد گفته است که

درد م زیادہ می شود و کم نمی شود گفتم بصبر چارہ کنم هم نمی شود

شادم اگرد لم ز تو بی غم نمی شود باري غم تو از دل من کم نمی شود

مرهم میار بهر دواي من ای طبیب کین درد عاشقی ست بمرهم نمي شود

محراب ابروست فقط تا نبایدم از بهر سجدہ قامت من خم نمی شود

داغی نهاد بر دلم آن بی وفا که عمر بگذشت و دردمندي آن کم نمی شود

سازد بداغ هجر 'نسائی' خاکسار چون خاطرش به وصل تو خرم نمی شود

این مطلع هم ازوست که

عاشقی بر قامتی ابرو کمندی کردہ ام باهمه پستی تمناي بلندی کردہ ام

این مطلع هم ازوست که در جواب دختر قاضی سمرقند گفته است :-

به عالم هر کرا بینی بدل درد و غمی دارد

ز دست غم منال ای دل که غم هم عالمی دارد

و در اصل این بحر و قافیه را مولانا 'علمی قانونی' دارد و مشهور است :-

به عالم از جفایت هر کرا بینم غمی دارد

جفا تا کی توان کردن وفا هم عالمی دارد

و امیر 'عیسی لنگ' که یکی از امراي 'ترخان' بود در نظم چیزها خوب دارد'

و این گوشه را گفته و نیک واقع شدہ و شهرت دارد که

ز هشیاران عالم هر کرا بینی غمی دارد

دلا دیوانه شو دیوانگی هم عالمی دارد

یکی هم از لوندان عالم گفته است که

مگو نو روز عالم بهر می هر کس غمی دارد

که بنگ سادہ هم گر بادہ نبود عالمی دارد

(۱۵) "خانم خانزاده تربتی"

' خانزاده تربتی ' همشیرهٔ ' فخرالنسا ' است و دختر امیر یادگارست - در خوش طبعی نظیر ندارد - نظم او خالی از لطافتی نیست' این مطلع از وست :—

شبی در کلبهٔ ما میهمان خواهی شدن یانی   انیس خاطر این ناتوان خواهی شدن یانی

---

(۱۶) ' پرتوی '

' پرتوی ' از خطهٔ پاک ' تبریز ' ست - کیفیت حالاتش معلوم نشد' اما بلطافت طبع از مشاهیر این طایفه است و این مطلع او شهرت عظیم دارد:—

جامهٔ گلگونی در آمد مست در کاشانه ام   خیز ای همدم که افتاد آتشی در خانه ام

---

(۱۷) ' سیدبیگم '

' سید بیگم ' بنت ' سیدحسن کار کیا ' ست و از سادات عالی نسب' قومی حسب ولایت جرجان ست که به' استرآباد' شهرت دارد و پای تخت' مازندران' ست و دران دیار این مردم درتتق عصمت وسرادق اعتبار از تعریف مستغنی اند - چون نام اصل نامش 'شاه ملک' ست و در اسلوب نظم طبعش بغایت ملائم و سلیقه اش موافق واقع شده ' بمناسبت نام 'ملک' تخلص میکند و در این زمان ملکهٔ طائفهٔ خودست- این جاها او را ' بیگم ' شاعر می گویند - فی الواقع دیوانش را دیدم خوب بود این غزل مناسب حال غربت خود و کیفیت احوال گفته است :—

مرا در دیست دل' بی قرار از هجر یار خود
چه گویم پیش بی دردان ز درد بی قرار خود
بدرد دل چنان گریم که خون گردد دل خارا
چو یاد آرم من سر گشته از یار و دیار خود

ازان پیوسته در عالم چنین سر گشته میگردم
که می بینم چو زلف او پریشان روزگار خود
گلی از باغ وصل او نچیدم بر مراد خود
چو غنچه گرچه خون دیدم دل امیدوار خود
ز استغنا نداردگوش یکبار آن جفا پیشه
اگر در پیش او صد بار گویم حال زار خود
بکار خویش حیرانم که از عشق بتان هرگز
سر و سامان نمی بینم من مسکین بکار خود
ازین سوزی که من دارم زعشق او پس ازمردن
بخواهم سوخت آخرای 'ملک' لوح مزار خود

---

(۱۸) " آرزو سمرقندی"

'آرزوسمرقندی' از خوش گویان سلیم طبع این طایفه دران دیار بوده - اگرچه کم گفته است' اما اشعار او دیده شده ' نیک بود. این مطلع او گفته است :—

ماند داغ عشق او بر جانم از هر آرزو　　'آرزو' سوز ست عشق و من سرا سر آرزو

---

(۱۹)"ضعیفی"

'ضعیفی' معاصرهٔ بی 'آرزو' بوده' او هم جواب گفته و خالی از لطافت نیست:—

در دلم بود آرزویت بیش از هر آرزو　　دیدم آن روی و فزون شدآرزو برآرزو

گویند شوهر پیری داشت و او نیز مرد ذی فهم بوده و گاهی باهم مطائبه می کرد و این رباعی را برای شوهر گفته است که

ای مرد ترا بمهرم انگیزی نیست　　هم پیر و ضعیفی و ترا چیزی نیست
با این همه می دهی نهیبم ز زدن　　خود قوت آن ترا که برخیزی نیست

شوهرش در جواب میگوید:—

ای زن دگر آنکه بامن آمیزی نیست کار تو بغیر فتنه انگیزی نیست
دارم همه عیبها که گفتی اما عیبی بتر از بلائی بی چیزی نیست

---

(۲۰) " حیات "

'حیات' گویند از شهر 'هرات' ست و غیر از لطافت طبع' از حسن و جمال نیز آراسته است-این غزل ازوست:—

عجب شیرین لبی لیلی عذاری کرده ام پیدا
درین ایام خوشحالم که یاری کرده ام پیدا
بیا ؤ لعل شیرین میکنم چون کوهکن جانی
چو فرهاد از برای خویش کاری کرده ام پیدا
زپا افتادم از اندوه هجران چون کنم یارب
که این اندوه از دست نگاری کرده ام پیدا
چو مجنون می نهم رو برکف پای سگ کویش
من دیوانه نیکو غمگزاری کرده ام پیدا
بیکدم صرف راه آن بت بیگانه وش کردم
'حیاتی' انچه من در روزگاری کرده ام پیدا

---

(۲۱) "آتون"

زن 'مولانا بقائی' بوده و مولانا را احتیاج بتعریف نیست - هردو محرم و ندیم 'عبید الله خان' بودند و جهت انبساط خاطر 'خان' باهم مطائبه می کردند-این رباعی را 'مولانا بقائی' برای او گفته و شهرت گرفت:—

یاران ستم پیر زنی کُشت مرا کاواک شده چونی ازو پشت مرا
گر پشت بسوی او دمی خواب کنم بیدار کند بضرب انگشت مرا

آن زن در جواب او این رباعی را گفت :—

ملّا! همه ناز و غمزه ات کشت مرا ۔ تا چند زنی طعنه بانگشت مرا

شبها همه پشت سوی من خواب کنی ۔ بگذار که دل گرفته از پشت مرا

---

(۲۲) "عفتی"

از خیل خدمهٔ 'حضرت شیخ آذری' علیه الرحمة بوده است و اشعار خوب دارد و از و همین مطلع یافته شد :—

قامت سرو که در آب نمودار شده ۔ کرده دعوی بقد یار و نگونسار شده

---

(۲۳) "حجابی"

'حجابی' دختر کوکب عالم افروز سپهر فضل و کمال یعنی 'مولانا بدرالدین هلالی' است و مولانا از تعریف مستغنی ست - لطافت طبع 'حجابی' را از نظم او معلوم میتوان کرد - این غزل ازوست' و این بهر دو قافیه را بسیار گفته اند :—

بهار و سبزهٔ و گل خوش بروی جانان است
وگرنه هر یک ازین جمله آفت جان است
به غنچه مهر چه بندد' ز گل چه بکشاید
دلی که خون شده از خار خار هجران است
مران بخواریم ای باغبان زگلشن خویش
که پنج روز دگر گل بخاک یکسان است
حدیث زلف دلاویز آن نگار امشب
ز من مپرس که بس خاطرم پریشان است
بگوی شعر 'حجابی' که نزد سیمبران
هزار بیت و غزل پیش حبه یکسان است

(۲۴) "دختر درویش زاده"

دختر درویش زادهٔ درویش پیر 'قیام الدین' سبزواری بسیار خوش طبع بوده و شعر را خوب می گفت و 'دوستی' تخلص میکرده؛ این غزل ازوست—

هر کجا آن مه بآن زلف پریشان بگذرد
هر که کفر زلف او بیند ز ایمان بگذرد
ای مسلمان وا لعجب دردیست درد عاشقی
هر که دامن گیرد این دردش ز درمان بگذرد
هر که عاشق شد ازو دیگر سرو سامان مجوی
زانکه عاشق ترک سرگوید ز سامان بگذرد
در فراقش دوستی گریه چو ابر نو بهار
گریهٔ زارش چو بیند یار گریان بگذرد

این مطلع را در بدیهه گفته است :-

ز آشنائی تو عاقبت جدائی بود   فغان که با تو مرا این چه آشنائی بود

---

(۲۵) "تروی"

'تروی' از ولایت 'میمنه و قیسار' است و از خویشان مولانا 'آهی' ست - چون همه مردم آنجا تُرک اند، هم بطور خود نظمی میگوید، طبعش خالی از لطافت نیست - این مطلع ترکی ازوست و مناسب روزگار خود گفته است - گویند 'مجلی کیبک میرزا' آنجا رسیده واقع شده—

حیرانیست دوران اراد ولت تلاش انها کیرک
میده ایستار ایل کبک پیرلان معاش انها کیرک

---

(۲۹) "فسائی"

'فسائی' از ولایت 'فسا' بوده و بدان مناسبت 'فسائی' تخلص کرده' و این مطلع از واست :—

مه جمال تو ؤ آفتاب هر دو یکی ست　　خط عذار تو ؤ مشکناب هر دو یکی ست

دیگر هم ازین طائفه لطیف طبعان باشند' اما آنچه یافت شد' فراهم آوردم- و درین قصیده بدعای دولت روز افزون آن حضرت ختم کردم (فی المدح)

ای شکوه معجزت تاج سران را افتخار　　گشتن از رائی تو خسر خسروان روزگار

چون کنم نسبت بماه و آفتابت کز شرف　　آفتاب و ماه گردد برسرت بی اختیار

پرده دار بارگاه قدر تو خان خطا　　زنگی دربان قصرت بادشاه زنگبار

از غلامان یمین تست نصرت بر یمین　　وز کنیزان کمین تست دولت بر یسار

نور پاکی گشته ظاهر در لباس آب و خاک　　روح قدسی از لطافت در نهان و آشکار

آن ملک سیرت فلک قدری که پیش رای او　　ذرهٔ خورشید تابان را نباشد اعتبار

کامگار بخت و دولت 'ماهم' بلقیس قدر　　آنکه شد پروردهٔ او را در شاهی بر کنار

بر سپهر نیک رای ماه تابانی تمام　　آن چنان ماهی که خورشیدش بود آئینه وار

گوهر پاک تو از دریای رحمت آمده　　آنکه در این چنین بیرون نیاید زین بحار

صبح و شام اندر دعایت از دل و جان خاص و عام　　تابع فرمان و رایت جمله شاه و شهریار

حاتم طائی گر احسان ترا دیدی بخواب　　چشم نکشادی که تا گاهی نگردد شرمسار

سایه ات هرجا که افتاد' ای مه خورشید قدر　　رست از انجا نخلی و عیش و نشاط آورد بار

از برای بزم گاه خادمان خیل تو　　بوستان فضل خزان آمد سراسر زر نگار

هم نسیم از طوف کویت جاودان عنبر شمیم　　هم صبا از خاکبوس آستانت مشکبار

هم غبار خاک پایت سرمهٔ اهل نظر　　هم کلام دلگشایت گوش جانرا گوشوار

داغ حسرت بر دل و جان عدوی دولتت　　خوش بود چون خال بر روی بتان گلعذار

نیست اوصاف ترا پایان حکایت مختصر　　بهتر آن باشد که کوشم قصه را در اختصار

نکتهٔ دارم که باید عرض کردن پیش تو — آری آری شاعران را این چنین باشد شعار
بس که نیکوئی شنیدم از تو بر خلق خدا — از دعایت در جهان بهتر ندانم هیچ کار
یاد کردم نازنینان را در اقلیم سخن — گفتم از من تحفهٔ پیش تو باشد یادگار
همچو "فخری" کار من باری دعای جان تست — بندهٔ مخلص نمی داند ازین به کار و بار
بر سپهر لاجوردی تا بود خورشید و ماه — در پیٔ هم تا بود آمد شد لیل و نهار
تا بود گلهای باغ آدمی را رنگ و بوی — تا بود با آب و تاب این گلشن فیروزکار
دوستانت همچو گل بادا بعالم سرخروی — دشمنانت روی بر دیوار محنت زرد وار

تعلیقات

(۱) شاہ طہماسپ الحسینی (ص ۴۰۳ س ۱۵) شاہ اسمعیل صفوی کا فرزند اور ایران کی سلطنت صفویہ کا دوسرا فرمان روا ہے - بروز دوشنبہ ۱۹ رجب سنہ ۹۳۰ھ کو تخت نشین ہوا - اور شب سہ شنبہ ۱۵ صفر سنہ ۹۸۴ ھ کو انتقال کیا - (تذکرۂ شاہ طہماسپ، صفحہ ۲، مفتاح التواریخ، صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷)

(۲) سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (ص ۴۰۴ - س ۲) نصیرالدین محمد همایون بادشاہ کا فرزند اور ہندوستان کی سلطنت تیموریہ کا تیسرا فرمانروا ہے - بروز جمعہ سوم ربیع الثانی سنہ ۹۶۳ھ کو بر سر حکومت ہوا - اور بروز چہارشنبہ دوازدہم جمادی الآخر سنہ ۱۰۱۴ھ کو انتقال کیا - (اقبال نامۂ جہانگیری جلد دوم صفحہ ۱۲۶ و ۵۱۰)

(۳) ماہم بیگم (ص ۴۰۴ - س ۱۷) شہنشاہ اکبر کی انا کا نام ہے درباری مورخین نے اس کو 'ماہم آنکہ' لکھا ہے - ذی مرتبہ اور صاحب ثروت عورت تھی - بادشاہ کے مزاج میں اس نے بڑا رسوخ پیدا کرلیا تھا - جس کے باعث اہل دربار اس کو بادشاہ کی والدہ کہا کرتے تھے - بادشاہ کے حضور میں تمام عرض معروض اسی کی معرفت ہوا کرتی تھی - اس کے دو فرزند تھے - ادہم خاں اور باقی محمد خاں - صمصام الدولہ شاہ نواز خاں نے ان کے مفصل حالات لکھے ہیں - (مآثرالامرا، جلد اول - صفحہ ۹۷ و ۳۹۳) یہ دونوں بھائی دربار اکبری کے امرائے کبار سے تھے - بڑے کو پنج ہزاری اور چھوٹے کو سہ ہزاری منصب تھا - (آئین اکبری، جلد اول صفحہ ۲۸۰ و ۲۸۱)

۱۲ رمضان کو 'ادہم خاں' نے خان اعظم 'میر شمس الدین خاں' کو دیوان عام میں مارڈالا - جس کے بدلے میں اُسی وقت بادشاہ نے اُسے قلعے کی دیوار سے گرا کر

مروا دیا - ماهم بیگم کو اپنے بیٹے کے مرنے کا بڑا ملال هوا - اور اسی رنج و ملال میں اس واقعه کے چالیس یوم بعد ۲۷ شوال کو اس نے بھی انتقال کیا - بادشاہ نے دونوں لاشیں آگرہ سے دهلی میں بھیج دیں اور قطب مینار کے قریب دفن دیا اور قبروں پر ایک مقبرہ بنوا دیا - جو اس وقت بھی موجود اور 'بھول بھلیان' کے نام سے مشہور ھے - (آثار الصنادید باب سوم - صفحه ۵۴)

یه واقعه کس سن میں هوا ھے - اس میں مورخین کا اختلاف ھے - علامی ابوالفضل - ملا عبدالقادر بدایونی - بختاور خان عالم گیری نے اس کو جلوس کے ساتویں سال سنه ۹۶۹ ھ کے تحت میں لکھا ھے (اکبر نامه جلد دوم صفحه ۱۳۵ - منتخب التواریخ صفحه ۱۴۸ - اقبال نامه جهاں گیری جلد دوم صفحه ۱۸۰) (نظام الدین) احمد اور مورخ فرشته نے اس سے جلوس نے آتھویں سال سنه ۹۷۰ ھ کا واقعه بیان کیا ھے - (طبقات اکبری' صفحه ۲۵۷ - تاریخ فرشته جلد اول صفحه ۲۵۲)

ماهم بیگم مخیر اور فیاض عورت تھی - اور اس کو علم و هنر کی نشر و ترویج سے خاص دلچسپی تھی - اس نے سنه ۹۶۹ ھ میں بمقام دهلی قلعۀ جہاں پناہ کے قریب نواب شهاب الدین احمد خاں کے اهتمام سے ایک مدرسه اور اُس کے قریب مسجد تعمیر کرائی ھے - جو 'خیرالمنازل' کے نام سے مشہور ھے - اس وقت اس عمارت کی حالت خسته هوگئی ھے اور روبه انهدام ھے - مسجد کی پیشانی پر حسب ذیل کتبه نصب ھے :

بدور آن جلال الدین محمد — که باشد اکبر شاهان عادل
چو ماهم بیگه عصمت پناهی — بناکرد این بنا بهر افاضل
ولی شد ساعی این بقعۀ خیر — شهاب الدین احمد خان باذل
زهی خیریت این منزل خیر — که شد تاریخ او "خیرالمنازل"

(آثارالصنادید' باب سوم صفحه ۵۴' خاتمه صفحه ۵۹' کتبۀ نمبر ۳۶ - مفتاح التواریخ صفحه ۱۷۱) —

(۴) تحفۃالحبیب ۔ (ص ۴۰۵ ۔ س ۱۰) اس کے لئے دیکھئے مقدمۂ کتاب کا صفحہ ۳۹۹۔

(۵) بہرام گور۔ ص ۴۰۶ ۔ س ۹) ایران قدیم کے خاندان ساسانیہ کا پندرھواں فرمانروا ھے۔ اور سنہ ۴۲۰ ع سے سنہ ۴۴۰ ع تک قریباً بیس سال اس نے حکومت کی ھے۔
Z . D . M . G . 1854 . VIII . 392 --

بہرام گور اور دلارام کا واقعہ دولت شاہ سمر قندی نے اپنے تذکرہ (طبع بمبئی صفحہ لاہور صفحہ) میں اُسی طرح بیان کیا ھے جیسا کہ اس کتاب میں تحریر ھے ۔ اور اس سے ظاہر ھوتا ھے کہ مولانا فخری نے اس واقعے کو تذکرۂ دولت شاہ سے اخذ کیا ھے ۔ لیکن دولت شاہ سے پہلے جو تذکرے لکھے گئے ھیں اُن میں دلارام کا تذکرہ نہیں ھے ۔ چنانچہ 'محمد عوفی' نے 'لباب‌الالباب' (جلد اول صفحہ ۲۰) میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا ھے : --

"وقتی آن بادشاہ در مقام نشاط و موقف انبساط این چند کلمۂ موزون بلفظ راند۔

منم آن شیر گلہ ' منم آن پیل یلہ   نام من بہرام گور ' و کنیتم بوجبلہ

' امام ابوالمنصور ثعلبی ' نے بھی اپنی ' کتاب الغرر فی سیر ملوک الفرس ' (صفحہ ۵۵۷) میں مشہور سیاح ' ابن خرداذبہ ' کے حوالے سے اس واقعے کو اس طرح تحریر کیا ھے: --

قال ابن خرداذبه فاما الذی یرویه اصحابنا له فقوله :

منم آن شیر شله' منم آن ببر یله   منم آن بہرام گور ' (و) منم آن بوجبله

اس اختلاف کی نسبت ملا محمد فائق نے کتاب مخزن الفواید(طبع لکھنؤ صفحہ ۸۷) میں لکھا ھے :--

"اول کسے کہ شعر فارسی گفت ' بہرام گور' بود ۔ شعرش این است : --

منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ   نام ' بہرام ' مرا' کنیت من ' بوجبلہ'

بعضے مصرع ثانی را باین طور خوانند :--

نام 'بهرام' ترا و پدرت 'بوجبله'

" و گویند که این مصرع در جواب مصرع اول 'دلارام' معشوقهٔ 'بهرام' گفت - قول اول صحیح است زیرا که پدر 'بهرام' 'هرمز' بن 'شاپور' بود" —

(۹) چون سرور مهتر اولاد - آدم (ص ۴۰۷- س ۱۳) الخ - محدث 'جمال الدین عطاءالله' بن فضل الله شیرازی نے روضة الاحباب (طبع لکھنؤ سنه ۱۲۹۷ ھ صفحه ۵۶۶) میں اس واقعے کو اسطرح بیان کیا ہے :—

" گویند فاطمهٔ زهرا مطهره علیها التحیة والرضوان بزیارت پدر بزرگوار آمد و قبضهٔ از خاک آنحضرت برداشت وبرچشمان خود نهاد و گریه آغاز کرد وگفت : —

ماذا علی من شم تربت احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانها صبت علی الایام صرن لیالیا

وبعضی اهل سیر برانند که قائل شعر امیرالمؤمنین است، و فاطمه آن را در وقت زیارت پیغمبر صلی الله علیه وسلم خوانده- و از جملهٔ مراثی که منسوب است بفاطمهٔ این دو بیت است : —

نفسی علی زفراتها محبوسة یالیتها خرجت مع الزفرات
لاخیر بعدک فی الدنیا وانما ابکی مخافة ان تطول حیاتی" —

(۱)

(۱) 'مهستی' کے (ص ۴۰۸ - س ۱۴) حالات دیکھئے کتب ذیل میں :- تذکرهٔ دولتشاه ' طبع بمبئی ' صفحه ۳۴ ' لاهور صفحه ۳۸ - هفت اقلیم 'اقلیم پنجم تحت گنجه - ' آتشکده ' صفحه ۳۶۶ - نتائج الافکار ' صفحه ۶۲۱ —

'مهستی' کی بہت سی رباعیاں ایران شهر بابت سنه ۱۳۴۰ ھ نمبر اول صفحه ۲

و نمبر هشتم صفحه ۲۰۱ میں شایع ہوئی ہیں—

'امین رازی' نے 'مہستی' کو سلطان 'محمود غزنوی' (سنه - سنه) کا معاصر بیان کیا ہے - اور اس کے وطن کی نسبت لکھا ہے کہ ''مہستی' را بعضی نیشا پوری می دانند - اما اصح آن است که از 'گنجه' بوده''—

صاحب 'آتشکده' نے لکھا ہے کہ ''مہستی' کلمۂ مرکب است - چه 'مه' بفتح میم مخفف ماه است - و بکسر میم بمعنی بزرگ - و 'ستی' مخفف 'سیدتی' اسمی که درین زمان خانم گویند''—

(۲) سلطان سنجر (ص ۴۰۸ - س ۱۵) - سلطان السلاطین معزالدین ابوالحارث سنجر بن ملک شاه برهان امیرالمؤمنین - خاندان سلجوقیه کا ساتواں فرمانروا ہے - سنه ۴۷۹ھ میں بمقام 'سنجار' پیدا ہوا - اور اپنے بھائی 'رکن الدین برکیارق' سنه ۴۸۷ھ سنه ۴۹۸ھ) اور 'غیاث الدین محمد' (سنه ۴۹۸ھ-سنه ۵۱۱ھ) کے ایام حکومت میں بیس سال تک 'خراساں' کا گورنر رہا - 'سلطان محمد' کی وفات کے بعد سنه ۵۱۱ھ میں سلاجقۂ اعظم کے تخت پر رونق افروز ہوا - اور ۲۶ ربیع الاول سنه ۵۵۲ھ کو اکتالیس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی - حبیب السیر' جلد دوم' جز چہارم صفحه ۹۷

(۳) بضرب تیغ - الخ (ص ۴۰۸ - س ۲۲) - ان اشعار کو 'دولت شاه سمرقندی' نے بھی سلطان سنجر کی تصنیف بتایا ہے (تذکرۂ دولت شاه - طبع بمبئی' صفحه ۳۵ - لاهور' صفحه ۳۹ ' 'میر خرند' اور 'خوند میر' نے اپنی تاریخوں میں بیان کیا ہے کہ یه اشعار سلطان 'غیاث الدین محمد بن ملک شاه' برادر سلطان سنجر کے طبع زاد ہیں - اور بادشاه موصوف نے انہیں حالت نزع میں موزوں کیا ہے - (روضة الصفا - جلد چہارم صفحه - حبیب السیر' جلد دوم' جز چہارم' صفحه ۹۷) برخلاف ان کے 'محمد عوفی' نے ان اشعار کو سلطان 'محمود بن سبکتگیں' سے منسوب کیا ہے - (لباب الالباب جلد اول صفحه ۲۵)

(۴) گویند شبی 'مہستی' الخ (ص ۴۰۹ - س ۳) - اس واقعے کو دولت شاه نے

بھی اسی طرح بیان کیا ھے (تذکرۂ دولت شاہ، طبع بمبئی، صفحہ۳۵- لاھور صفحہ ۳۸)-

(۲)

(۱) ' بادشاہ خاتون ' (ص ۴۰۹ - س ۹) کے حالات کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائیے- روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ - حبیب السیر، جلد سوم، جز دوم صفحہ ۱۲ - جامع التواریخ، صفحہ ۲۲۹ - آتشکدہ، صفحہ ۳۶۵ - صبح گلشن صفحہ - اختر تاباں، صفحہ ۱۶ - صاحب 'آتشکدہ' نے اس کا نام 'لالہ خاتون' لکھا ھے - 'صبح گلشن' اور 'اختر تاباں' میں محض 'خاتون' کے نام سے اس کا تذکرہ مرقوم ھے - 'میرخوند' اور 'خوند میر' نے اپنی تاریخوں میں بادشاہ خاتون اور اُس کے آباؤ اجداد کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھہ تحریر کئے ھیں—

(۲) 'قطب الدین محمد سلطان' (ص ۴۰۹ - س ۱۰) - کرمان کی سلطنت 'قراختائیان' کا تیسرا فرمانروا ھے - اور اس نے سنہ ۶۵۰ھ سے سنہ ۶۵۵ھ تک حکومت کی ھے - اس کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں تھی - (۱) حجاج سلطان (۲) سیو رغتمش سلطان - (۱) بادشاہ خاتون (۲) ترکان خاتون (۳) اردو قتلق (۴) بون قتلق —

بادشاہ نے ' بادشاہ خاتون ' کو مثل لڑکوں کے پرورش کیا تھا - اور عوام اس کو 'سلطان حسن شاہ' کہا کرتے تھے - اور اس حقیقت سے کہ وہ لڑکی ھے، صرف چند خواص واقف تھے - اخفا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ سلاطین مغول اطراف ممالک سے خوب صورت لڑکیاں طلب کرتے اور اُنھیں ایک دو روز اپنے حرم میں رکھنے کے بعد اُمرا اور ملازمین کے حوالے کر دیا کرتے تھے - 'بادشاہ خاتون' کا حال جب منکشف ھو گیا تو 'ابقا خان' نے بادشاہ خاتون کو طلب کیا اور اُسے چند سال اپنی ماں کے یہاں رکھنے کے بعد اپنے لڑکے 'کیخاتو خان' کے ساتھہ اس کا عقد کر دیا - 'قتلق خاتون' شاھزادہ 'بایدو خان' بن طرغای بن ھلاکو کے عقد میں آئی—

قطب الدین کی وفات کے بعد 'ابقا خان بن ھلاکو' (سنہ ۶۶۳ھ-۶۸۰ھ) نے 'حجاج سلطان' کو 'کرمان' کی حکومت حوالے کی اور 'قطب الدین' کی بیوہ

'قتلق ترکان' کو اُس کا نائب اور مختار کل قرار دیا - 'ابقا خان' کی وفات کے بعد جب 'سلطان احمد تکودار بن ہلاکو' (سنہ ۶۸۰ھ - سنہ ۶۸۳ھ) برسر حکومت ہوا تو اس نے 'قتلق ترکان' کو معزول کرکے 'کرمان' کی حکومت' سیورغتمش' کے تفویض کی - سنہ ۶۹۰ھ میں 'ارغون خان' کی وفات کے بعد جب 'کیخاتو بن ابقا بن ہلاکو' (سنہ ۶۹۰ھ - سنہ ۶۹۴ھ) حکمراں ہوا تو سنہ ۶۹۱ھ میں 'بادشاہ خاتون' نے 'کرمان' میں آکر 'سیورغتمش' کو مقید کرنے کے بعد تخت پر قبضہ کرلیا - لیکن کچھ عرصے کے بعد 'سیورغتمش' موقع پاکر قید سے فرار ہو گیا - ایک عرصے کے بعد دوسری مرتبہ 'بادشاہ خاتون' نے جب اسے گرفتار کیا تو ۲۷ رمضان سنہ ۶۹۳ھ کو قتل کرا دیا - اور اس کے بعد 'بادشاہ خاتون' 'کرمان' میں بالاستقلال حکمراں ہوگئی—

سنہ ۶۹۴ھ میں جب 'بایدو خان بن طراغای بن ہلاکو' (سنہ ۶۹۴ھ) نے 'بغداد' میں خروج کیا تو 'بادشاہ خاتون' کو سخت خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور اسی اثنا میں 'سیورغتمش' کے ہوا خواہوں نے 'بایدو خان' سے سازش کرلی - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 'بادشاہ خاتون' مجبور ہوگئی اور اس سے مخالفین کا مقابلہ نہ ہو سکا - اسی زمانے میں ایک دن موقع پاکر چند آدمی 'بایدو خان' کے ایما سے اس کے خیمے میں گھس آئے اور شوال سنہ ۶۹۴ھ میں اس کو نہایت بے دردی کے ساتھ ہلاک کر دیا—

(۳) سلطان غازان (ص۹۰۴-س۱۰) غازان خان بن ارغوان خان بن ابقا خان بن ہلاکو خان (سنہ۶۹۴ھ- سنہ ۷۰۳ھ) 'ایران' کے خواقین اعظم سے ساتواں خاقان ہے - ۶ ذی‌الحجہ سنہ ۶۹۴ھ کو 'بادشاہ خاتون' کی ہلاکت کے کم و بیش دو ماہ بعد برسر حکومت ہوا- خاقان اعظم کے مرتبے کو پہنچنے سے پہلے خواقین اعظم کی طرف سے تیس سال تک 'خراسان' 'سیستان' 'کرمان' اور 'خوارزم' کا گورنر رہا ہے —

(۴) گویند 'خاتون' فاضلۂ و عادلہ ص۹۰۴-س۱۱) الخ مورخ 'میر خوند' نے بھی انہیں الفاظ میں 'بادشاہ خاتون' کے اوصاف بیان کئے ہیں- اور اس کے کلام سے انہیں

رباعیات کو درج کیا ہے، جو 'جواہرالعجائب' میں منقول ہیں۔ (روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ   )—

(۳)

(۱) عبید زاکانی (ص ۲۱۰ - س ۶) مشہور ہجو گو شاعر ہے۔ مضافات 'قزوین' کے قریۂ 'زاکان' کا باشندہ تھا۔ 'شاہ ابو اسحق' شیرازی کے زمانے میں گزرا ہے۔ اور سنہ ۷۷۰ھ میں اس نے وفات پائی ہے۔ (دولت شاہ 'طبع بمبئی' صفحہ   - لاہور' صفحہ ۹۴)

(۲) شاہ ابواسحق شیرازی (ص ۲۱۰ - س ۷) آل مظفر کے خروج سے پہلے شیراز اور فارس میں حکمراں تھا۔ اور اس کے دربار میں بڑے بڑے شاعر اور صاحبان فضل و کمال جمع تھے۔ جیسے خواجۂ حافظ - قاضی 'عضد' وغیرہ - سلطان مظفر (سنہ - سنہ) نے سنہ ۷۵۷ھ میں جب شیراز فتح کرلیا تو اس کو قتل کرا دیا—

(۳) خواجہ قوام الدین حسن (ص ۲۱۰ - س ۲۱) شاہ 'ابو اسحق' شیرازی کے وزیر خزانہ کا نام ہے - سنہ ۷۵۴ھ میں اس نے وفات پائی ہے خواجۂ حافظ شیرازی نے اس کی حسب ذیل تاریخ وفات لکھی ہے :—

سرور اہل غنایم شمع جمع انجمن	صاحب صاحبقران حاجی قوام الدین حسن
ہفت صد و پنجاہ و چار از ہجرت خیرالبشر	مہر را جوزا مکان و ماہ را خوشہ وطن
سادس ماہ ربیع الاول اندر نیم روز	روز آدینہ بحکم کردگار ذوالمنن
مرغ روحش کان ہمای آسمان قدر بود	شد سوی دار بہشت آزاد ازین دار محن

دولت شاہ نے اپنے تذکرے (طبع بمبئی' صفحہ   - لاہور' صفحہ   ) میں خواجہ قوام الدین حسن کی بجائے 'خواجہ امین الدین' کا نام لکھا ہے - یہ بھی 'شاہ ابو اسحق' کے وزیر تھے۔ خواجہ حافظ نے اپنے ایک قطعے میں ان کا بھی ذکر کیا ہے :—

بعہد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحق	بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
نخست بادشہی ہمچو او ولایت بخش	کہ جان خویش بہ پرورد و داد عیش بداد
دگر مربی اسلام شیخ 'مجدالدین'	کہ قاضیء بہ از او آسمان ندارد یاد

دگر شهنشۂ دانش 'عضد' که در تصنیف — بنای کار 'مواقف' بنام شاہ نہاد
دگر بقیۂ ابدال 'شیخ امین الدین' — که یمن همت او کارهای بسته کشاد
دگر قویم چو 'حاجی قوام' دریا دل — که نام نیک ببرد از جهان بخشش و داد
نظیر خویش به نگذاشتند و بگذشتند — خدای عز و جل جمله را بیامرز داد

(۴) یک قطعۂ مطائبه آمیز انشاء کرد' الخ (ص ۴۱۰ - س ۲۲) دولت شاہ نے اپنے تذکرے (طبع بمبئی' صفحہ لاهور صفحہ ۱۹۵) میں اس قطعے کے حسب ذیل چ ر مصرعے نقل کئے هیں :-

وزیرا 'جهان' قحبۂ بے وفا است — ترا از چنین قحبۂ ننگ نیست
برو کس فراخی دگر را بخواه — خدای جهان را جهان تنگ نیست

(۵)

(۱) 'مهری' (ص ۴۱۲ - س ۱) کے حالات کتب ذیل میں دیکھئے 'آتشکدہ' صفحہ ۳۶۹ 'اویماق مغول' صفحہ ۳۴۸ - 'مرأة الخیال صفحہ ۲۳۴ - 'نتائج الافکار' صفحہ ۴۲۲ - 'شمع انجمن' صفحہ - 'روز روشن' صفحہ ۶۹۵ —

تذکرہ نویسوں نے ایسی تین شاعرہ عورتوں کا ذکر کیا هے' جن کا تخلص 'مهری' هے —

اول- 'مهری' زوجۂ 'حکیم عبدالعزیز' مصاحبۂ 'گوهرشاد بیگم' —

دوم- 'مهری' مصاحبۂ 'نورجہاں بیگم' حرم محترم' نورالدین محمد جہانگیر' بادشاہ-

سوم - 'مهری' زوجۂ 'کریم خان' وکیل سلطنت ایران —

'مرأة الخیال' - 'شمع انجمن' اور 'روز روشن' کے مصنفین نے ان کے حالات باهم خلط ملط کردئے هیں - 'ملا فخری' نے 'مهری' مصاحبۂ 'گوهر شاد بیگم' کا تذکرہ کیا هے —

(۲) شاہ رخ مرزا (ص ۴۱۲ - س ۲) امیر تیمور صاحب قران کا فرزند اور جانشین هے- ۱۴ ربیع الآخر ۷۷۹ھ کو پیدا هوا - اور ۲۵ ذی الحجه ۸۸۰ھ کو انتقال

کیا - 'امیر تیمور' کی وفات (۱۰ شعبان سنہ ۸۰۷) کے بعد اُس نے تینتالیس سال خراسان میں حکومت کی ہے - بڑا علم دوست بادشاہ گزرا ہے - (حبیب السیر' جلد سوم' جز سوم صفحہ ۸۰ - صفحہ ۹۳ - صفحہ ۱۳۸)

(۳) گوہر شاد بیگم (ص ۴۱۲ - س ۲) سلطان شاہ رخ مرزا کی بیگم اور 'امیر قرا یوسف' کی بہن تھی - امیر قرا یوسف' آذر بائیجان کی حکومت 'قراقویون لی' کا دوسرا فرمانروا ہے - اس نے سنہ ۷۹۰ ھ سے سنہ ۸۰۲ ھ تک پہلی مرتبہ - پھر 'امیر تیمور' کی یورش کے بعد سنہ ۸۰۸ سے سنہ ۸۳۲ تک دوسری مرتبہ حکومت کی ہے- 'گوہر شاد بیگم' نہایت ذی علم اور صاحب ثروت عورت تھی- ماہ رمضان سنہ ۸۶۱ ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے - 'مشہد مقدس' کی مشہور جامع مسجد اسی نے تعمیر کرائی ہے - ہرات میں اس کی قبر ہے اور قبر پر حسب ذیل کتبہ نصب ہے :-

"ہذا مشہد من و فقہا اللہ تعالیٰ للجمع بین
سلطنة الدنیا و سعادة الآخرة و بقی علی وجہ الارض
من ہمتہا العالیہ فی طرق الخیر آثار عظیمة باہرة-
وہی المہد العلیا و الستر العظمیٰ' بلقیس الزمان مالک
الملکات فی بلاد الایمان' عصمة الدنیا والدین 'گوہر شاد
آغا' انار اللہ برہانہا - وقعت تلک الواقعة العظیمة فی
منتصف رمضان المبارک فی شہور سنة احدی و ستین
و ثمانمأة - اللہم اغفر لہا —

حبیب السیر - جلد سوم' جز صفحہ Journal of the Royal Asiatic Society, 1926, p p. 293.

(۴) گویند او را بسلطان مسعود مرزا خواہر زادۂ بیگم نظر محبت بودہ- (ص ۴۱۲- س ۷) 'بیگم' سے 'گوہر شاد بیگم' مقصود ہے - 'لطف علی آذر' نے آتشکدہ میں لکھا ہے کہ "گویند مہری مذکور بسلطان مسعود خواہر زادۂ بیگم سمت علایقہ

داشته، حسب الاستدعاے 'خواجه عبدالعزیز' و حسب الحکم بادشاه (مقصود از شاه رخ مرزا) 'مهری' را محبوس کردند - و این رباعی را در حبس گفته :-

شه کند نهاد سر و سیمین تن را   زین واقعه شیون است مرد و زن را
افسوس که در کنده نخواهد فرسود   پائے که دو شاخه بود صد گردن را

تذکرۂ 'آفتاب عالم تاب' میں تحریر ہے کہ "زی بوجه پیری و ضعف شوهر خود با شاه رخ مرزا پنهان سری داشته - چون شوهرش برین ماجرا آگاه شد او را محبوس نمود" —

(۶)

(۱) (ابوالفتح) محمد خان شیبانی - (ص ۴۱۳ - س ۱۷) - 'خاندان اوزبک' کی سلطنت 'ماوراءالنهر' کا بانی ہے - سنه ۸۵۵ ھ میں پیدا ہوا - سنه ۸۹۳ ھ میں اس نے 'محمود مزید خان ترخان' سے 'ترکستان' چھین لیا - اس زمانے سے اُس کو عروج شروع ہوا - اس کے بعد آل تیمور کی طوائف الملوکی سے فائدہ اُٹھا کر 'سمرقند' و 'بخارا' پر قبضه کرلیا - تو اس زمانے سے 'ماوراءالنهر' اس کے تصرف میں آگیا - تیموری شاهزادوں کے علاوہ 'سلطان حسین مرزا' (سنه ۸۷۳ - سنه ۹۱۱ ھ) اور 'شاه اسمعیل صفوی' (سنه ۹۰۷ ھ سنه ۹۳۰ ھ) کے ساتھ اسکے بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں - جن کا مفصل حال تاریخوں میں مذکور ہے - ۲۸ - شعبان سنه ۹۱۶ ھ کو 'مرو شاهجهان' کے پاس ایک معرکے میں 'شاه اسمعیل' کی فوج نے اسے گرفتار کرلیا - اور شاه اسمعیل نے اُسی روز اُسے قتل کرادیا - اس کے بعد اس کا لڑکا 'محمد تیمور سلطان' 'سمرقند' میں - اور برادر زادہ 'عبیدالله خان' فرزند محمود خان 'بخارا' میں برسر حکومت ہوئے - (حبیب السیر جلد سوم' جز سوم' صفحه ۲۹۹ - جز چهارم' صفحه ۸۵ - صفحه ۹۰ - صفحه ۹۳) —

(۷)

(۱) 'آفاق جلائر' (ص ۴۱۵ - س ۱) کے حالات دیکھئے کتب ذیل میں :-

مرأۃالخیال صفحه ۲۳۶ - روز روشن، صفحه ۱۱ - اختر تابان، صفحه ۸ —

' مراۃالخیال ' اور ' روز روشن ' میں اس کا نام 'آقا بیگه ' - ' اختر تاباں ' میں 'بیگی ' اور ' ڈاکٹر اسپرنگر ' نے 'آپاق بیگه ' لکھا ھے —

صاحب ' مرأۃالخیال ' نے ' آفاق جلائر ' کا حسب ذیل واقعه ' جواھرالعجائب ' سے زاید لکھا ھے :-

آقابیگه آپاق جلائر - گویند که وی در ایام سلطان 'حسین بهادر خان' در بلدۂ هرات مرجع خاص و عام بود - و جمعیت تمام و اموال باسر انجام داشته' و خدم و حشم و زوایات از گاؤ و گوسپند و اسپ و شتر و باغات و دکاکین بسیار داشت۔ و هرسال فضلا و شعرا را از غلۂ خود وظیفۂ مقرر ساخته بود - ناگاه در یک سال فصل قضیۂ اتفاق افتاد - که وظیفۂ 'خواجه آصفی' تاخیر یافت' ازان جهت خواجه این قطعۂ مشتمل بر شکایت نظم کرده فرستاد - چون بمطالعۂ 'آقا بیگه' در آمد بخندید و حسن ادایش را پسندیده' غلۂ مقرره مع شے زاید ارسال داشته —

ایا عروس خطا بخش جرم پوش بگو که کی وظیفۂ ما را قرار خواهی داد
بوقت غله مرا گفتۂ که بارده‌م سرم فدائی درت چند بار خواهی داد

(۲) ' جلائر ' - (ص ۴۱۵ - س ۱) - مغلوں کا ایک طائفه ھے - جو ' چنگیز خان ' کے خروج سے ایک مدت پہلے کوهستان ' الطائی ' کے دامن میں رھا کرتا تھا - اس کے ایک سردار 'ایلکان جلایر' نے خاقان اعظم 'ابقاخان' بن ھلاکو (سنه ۶۶۳ ھ - سنه ۶۸۰ ھ) کے عهد میں امیر کبیر کا درجه حاصل کرلیا تھا - اس زمانے سے اس قوم کو عروج ھونا شروع ھوا - ' امیر ایلکان ' کا لڑکا 'امیرآق‌بوقای' اور اس کا لڑکا امیر' شیخ حسین' خاقان ' کیخاتو ' (سنه ۶۹۰ ھ - سنه ۶۹۴ ھ) اور سلطان ' ابو سعید بهادر خان ' (سنه ۷۱۶ ھ - سنه ۷۳۶ ھ) کے امرائے دربار سے تھے - ' امیر شیخ حسین ' کے ساتھ خاقان ارغون خان (سنه ۶۸۳ ھ - سنه ۶۹۰ ھ) کی دختر منسوب تھی - اور اسی کے بطن سے امیر ' شیخ حسین ' تولد ھوا تھا —

سلطان ' ابو سعید ' کی وفات کے بعد ' شیخ حسن ' دربار کا امیر الامرا مقرر هوگیا - اور اس قدر مراتب و مدارج حاصل کیے که لوگ اُسے 'حسن بزرگ' کہنے لگے - ' حسن بزرگ ' نے اپنے قوت و اقتدار سے فائدہ اُٹھا کر ' عراق ' میں اپنی سلطنت قائم کرلی اور ' بغداد ' کو اپنا دارالحکومت قرار دیا - اس سلطنت کے فرماں روا اپنے جد اعلیٰ سے منسوب هو کر ' سلاطین ایلکانیه کہلاتے هیں —

سنه ۷۵۱ میں شیخ ' حسن بزرگ' نے انتقال کیا - (حبیب السیر' جلد سوم' جز اول صفحه ۱۳۵) اس کے بعد اس کا لڑکا ' شیخ اویس ' (جلوس سنه ۷۵۱ ھ وفات ۲ جمادی الاول سنه ۷۷۶ ھ) اور اس کے بعد اس کے دو لڑکے ' شیخ حسین ' (جلوس سنه ۷۷۶ ھ - وفات ۱۱ صفر سنه ۷۸۴ ھ) اور ' شیخ احمد ' (جلوس سنه ۷۸۴ ھ - وفات ۲۸ ربیع الآخر سنه ۸۱۳ ھ) یکے بعد دیگرے بر سر حکومت هوے - (حبیب السیر - جلد سوم - جز اول - صفحه ۱۳۷ و صفحه ۱۳۹ و صفحه ۱۴۱) یه سب بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے بادشاہ گزرے هیں - مشهور شاعر ' خواجه جمال الدین سلمان ' ان کا درباری شاعر تھا - اس کا دیوان ان کی مدح و ستایش سے بھرا هوا هے —

' دل شاد خاتون ' - ' تیمور تاش ' ابن ' امیر چوپان' کی لڑکی تھی - پہلے سلطان ابو سعید بہادر خان ' (سنه ۷۱۶ ھ - سنه ۷۳۶ ھ) کے ساتھه اس کا عقد هوا تھا - جب سلطان کا انتقال هوگیا تو امیر ' شیخ حسن بزرگ ' نے اس کے ساتھه عقد کیا اور اس کے بطن سے ' شیخ اویس تولد هوا- یه نہایت ذی علم اور صاحب حسن و جمال عورت تھی - ' خواجه سلمان ' نے اپنے قصاید میں اس کی بھی مدح لکھی هے- (حبیب السیر' جلد سوم' جز اول' صفحه ۱۳۵ - مفتاح التواریخ صفحه ...)

(۳) ' امیرعلی جلائر' - (ص ۴۱۵ - س ۲) سلطان احمد جلائر کا نبیرہ هے - ابوالقاسم 'مرزا بابر' بن بایسنقر بن شاهرخ (سنه ۸۵۱ ھ - سنه ۸۶۱ ھ) نے اسے اپنے دربار کا 'میر' مقرر کیا تھا - جب 'یادگار میرزا' نے 'هرات پر قبضه کیا تو 'امیر علی'

اُس کے پاس چلا آیا اور شاهزادے نے اُسے امیرالامرا بنا دیا۔ (تزک بابری) طبع قازان' صفحه ۲۱۹ —

(۴) 'حسن علی' جلائر۔ (ص ۴۱۵ - س ۲) 'امیر علی جلائیر' کا لڑکا هے۔ اس کا اصلی نام 'حسین علی' تھا لیکن مشہور 'حسن علی' هو گیا۔ 'سلطان حسین' مرزا (سنه ۸۹۴ ھ - سنه ۹۱۱ ھ) کے دربار میں 'قوس بیگی' کی خدمت پر مامور تھا۔ شاعر بھی تھا۔ 'طفیلی تخلص' کرتا تھا۔ قصائد خوب کہتا تھا۔ سنه ۹۱۲ ھ میں جب 'ظهیرالدین محمد بابر' نے 'سمرقند' فتح کیا تو 'هرات' سے 'بابر' کے یہاں چلا آیا۔ اور پانچ چھه سال 'بابر' کے دربار میں رها۔ نہایت خوش خلق اور زنده دل آدمی تھا۔ (بابر نامه - طبع قازان' صفحه ۲۱۹)

(۵) درویش علی (ص ۴۱۵ - س ۸) - امیر علی شیر وزیر کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور کچھه دنوں کے لئے بلخ کا حاکم مقرر هوگیا تھا۔ سلطان حسین مرزا جب 'قندز' میں آیا تو اس کو بلخ کی حکومت سے معزول کردیا۔ سنه ۹۱۷ھ میں جب ظهیرالدین بابر نے 'قندز' پر قبضه کیا تو 'درویش علی' 'بابر' کے یہاں چلا آیا۔ اور کئی سال اس کے یہاں مقیم رها۔ 'بابر' نے لکھا هے که " بے هنر اور کوڑ دماغ آدمی تھا"۔ 'علی شیر' کی وجه سے اس کی قدر و منزلت هوا کرتی تھی۔ (بابر نامه طبع قازان' صفحه ۲۱۶)

(۶) 'مرزا بدیع الزمان' (ص ۴۱۵ - س ۱۷) - سلطان حسین مرزا کے بڑے فرزند کا نام هے۔ اس کی والده 'بیگه سلطان بیگم' مرزا 'معزالدین سنجر' کی دختر تھی۔ سنه ۹۲۰ ھ میں اس کا انتقال هوا هے۔ (بابر نامه' صفحه ۲۱۰ - حبیب السیر' جلد سوم' جز سوم صفحه ۳۲۷)

(۸)

(۱) نہانی (ص ۴۱۶ - س ۳) کے لئے دیکھئے - صبح گلشن صفحه ۵۹۹ —

(۲) خواجه افضل (ص ۴۱۶ - س ۴) - خواجه سید افضل الدین محمد بن ضیاءالدین احمد 'کرمان' کے وزیر زادوں سے هے۔ 'سلطان ابو سعید مرزا' (سنه ۸۵۴ ھ -

سنہ ۸۷۳ ھ) کے عہد میں منصب استیفا پر مامور تھا۔ سلطان حسین مرزا نے سنہ ۸۷۸ ھ میں سے وزیر مقرر کیا - لیکن خواجہ مجدالدین محمد سے جب اس کی مخالفت ہوگئی تو ستعفا دے کر 'مرو' چلا گیا - اور وہاں سے سنہ ۸۹۲ ھ میں 'استرآباد' آیا - اس زمانے میں ' امیر علی شیر ' یہاں کا حاکم تھا - چند ماہ اس کے یہاں مہمان رہ کر عراق و آذربائجان کی طرف روانہ ہوا - اور وہاں پہنچ کر ' سلطان یعقوب بیگ ' (سنہ ۸۸۴ ھ - سنہ ۸۹۶ ھ) کے دربار میں رسائی پیدا کی - ' سلطان یعقوب ' نے اسے ' قافلۂ حجاج ' کا امیر مقرر کر کے ' حجاز ' کو روانہ کیا - اور جب اس سفر سے واپس آیا تو ' تبریز ' میں سکونت پذیر ہو گیا - سنہ ۹۰۳ ھ میں ' امیر علی شیر ' کے ایما سے سلطان حسین میرزا نے اسے پھر ' ہرات ' میں بلایا اور دوسری بار عہدۂ وزارت سے سرفراز فرمایا - (حبیب السیر ' جلد سوم ' جز سوم صفحہ ۲۳۵ - صفحہ ۲۴۳ - صفحہ ۲۴۵ - صفحہ ۲۶۷ - تذکرۂ دولت شاہ ' طبع یورپ صفحہ ۵۱۳ - بمبئی ' صفحہ ۲۱۷ - لاہور ' صفحہ ۳۴۴) —

(۳) ' سلطان حسین ' (ص ۴۱۶ - س ۵) - ابوالغازی سلطان حسین مرزا بن غیاث الدین منصور بن مرزا بایقرا بن عمر شیخ بن امیر تیمور صاحبقران - 'ماوراءالنہر' کی سلطنت تیموریہ کا آخری فرمانروا ہے - ماہ محرم سنہ ۸۴۲ ھ میں بمقام ' سرپل ' پیدا ہوا - ماہ ذی الحجہ سنہ ۸۷۴ ھ کے عشرۂ اول میں بمقام ' جرجان ' تخت سلطنت پر جلوس کیا - ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۹۱۱ ھ کو بمقام ' ہرات ' وفات پائی - ارباب فضل و کمال کا بڑا قدردان تھا - امیر علی شیر ' مولانا عبدالرحمن جامی ' محدث جمال الدین عطاءاللہ شیرازی ' مولانا بدرالدین ہلالی ' اس کے دربار کے نامور علماء ہیں - (حبیب السیر جلد سوم - جز سوم (صفحہ ۲۰۳ - صفحہ ۲۰۷ - صفحہ ۳۲۶) —

(۹)

(۱) بیچۂ منیجہ (ص ۴۱۶ - س ۱۱) - ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کو " بی بی پیچہ " لکھا ہے - لیکن یہ غلط ہے - صحیح " بیچۂ منیجہ " ہے - 'منیجہ' نام اور 'بیچہ' لقب ہے

جیسا کہ بی بی، بیگہ، خانم، بیگم، ہوا کرتاہے - ترکستان کے بادشاہ اور امرا کی خواصوں اور پیش خدمت عورتوں کا لقب بالعموم 'آغاچہ' 'بیچہ' یا 'بیچکا' ہوا کرتا تھا - (بابر نامہ صفحہ ۲۱۱ - صفحہ ۱۱۶) ٭

(۱۰)

(۱) 'عصمتی' (ص ۴۱۷ س ۸) کے لئے دیکھئے مراۃ الخیال صفحہ ۳۳۸ —

(۱۱)

(۱) 'بیدلی (ص ۴۱۷ - س ۱۷) کے لئے دیکھئے مراۃ الخیال صفحہ ۳۳۸ —

(۲) 'تذکرۃ الشعرا' (ص ۴۱۷ - س ۲۰) - اس سے 'مجالس النفایس' مراد ہے —

(۱۲)

(۱) 'نہانی' (ص ۴۱۸ - س ۳) - تذکرہ نویسوں نے اس تخلص کی چھہ شاعرہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے:—

(۱) نہانی فایتی - (شمع انجمن' صفحہ)

(۲) نہانی - مصاحبۂ 'خرم بیگم' والدۂ شاہ سلیمان صفوی - 'نتائج الافکار' صفحہ ۴۳۸ - مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۵ —

(۳) نہانی اصفہانی - آتون خاتونان سلطان حسین مرزا (صبح گلشن' صفحہ ۵۹۹)

(۴) نہانی اکبر آبادی - از خویشان بہشتی یزدی - والدۂ محمد جعفر میر بحر کشمیر - معاصر اکبر بادشاہ - (منتخب التواریخ صفحہ ۳۸۴)

(۵) نہانی - خواہر خواجہ افضل —

(۶) نہانی - باشندۂ شیراز —

'مولانا فخری' نے 'جواہرالعجائب' میں اخیر کی دو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ لکھا ہے —

٭ اصل کی غلطی کی وجہ سے یہ نام متن میں (بوجہ ملجمہ) چھپ گیا ہے —

(۱۳)

(۱) دختر قاضی سمرقند(ص ۴۱۹ - س ۱۳) - دیکھئے آتشکدہ ' صفحہ ۳۴۵ - نتائج الافکار' صفحہ ۳۱۳ - صبح گلشن ' صفحہ ۲۸۸ —

اس کا تخلص صاحب ' آتشکدہ ' نے ' عظمتی ' اور صاحب و نتائج و ' صبح گلشن ' نے ' عظمت ' لکھا ہے —

(۱۴)

(۱) زادہ جنید(ص۴۱۹ - س ۲۱) خراسان کے ایک علاقے کا نام ہے اس کو ' تربت ' بھی کہتے ہیں - (ہفت اقلیم - ذکر اقلیم چہارم ' تحفۃالکرام جلد دوم صفحہ) —

(۲) فوع آباد (ص۴۱۹ - س ۱) والایت زادہ کے ایک قریہ کا نام ہے - (اسٹینگاسن صفحہ ۹۲۰)ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کو غلطی سے 'دوغ آباد' لکھ دیا ہے-

(۱۵)

(۱) خانزادہ خانم -(ص۴۲۱ - س ۱) دیکھئے مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۸ - روز روشن صفحہ ۱۹۶ —

صاحب مرأۃ الخیال نے بیان کیا ہے کہ اس کا تخلص 'جمالی' اور ' وطن تبریز ہے - ہمارے نسخے میں ' تبریزی ' کے عوض 'تربتی' لکھا ہے اور یہ صحیح ہے - 'تربت' - ' زادہ' کا دوسرا نام ہے - اس کو 'تربت' اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہاں شیخ قطب الدین حیدر کا مزار واقع ہے - صاحب 'فرہنگ انجمن آرائے ناصری' نے لکھا ہے کہ

" زادہ - نام شہری بودہ است بخراسان - و بعد ازان که قطب الدین حیدر از ترکستان بخراسان آمدہ و در انجا منزل گزید و بجوار رحمت ایزد رسیدہ در انجا مدفون شد بہ 'تربت حیدری' مشہور و موسوم شد- او

در سنه پانصد و نود و هفت ۵۹۷ھ رحلت یافته"—

(۲) امیر یادگار (ص ۴۲۱ - س ۲) بیگ تبیرۂ امیر جہان ملک - جہان ملک

امیر تیمور کا معاصر ہے - ' امیر یادگار ' مرزا شاہرخ کے زمانے میں گذرا ہے - نہایت ذی علم اور صاحب ثروت امیر تھا - ' مرزا بابر ' کے زمانے میں ترک دنیا کرکے گوشہ نشین ہو گیا - شعر خوب کہا کرتا تھا - اس کا ایک شعر یہ ہے :—

آمدی اے سرو مجلس را چو گلشن ساختی پائی بر چشمم نہادی خانہ روشن ساختی

' اویماق مغول صفحہ ۳۴۹—

(۱۷)

(۱) سید بیگم - (ص ۴۲۱ - س ۹) اس کے لئے دیکھئے مرأۃ الخیال ' صفحہ ۳۳۸ - روز روشن صفحہ ۳۱۲ - اختر تاباں ' صفحہ ۴۵—

' روز روشن ' اور و اختر تاباں ' میں لکھا ہے کہ ' سید ناصر جرجانی ' کی دختر اور ' رشید و طواط ' کی معاصر ہے - لیکن یہ صحیح نہیں ہے —

(۲) کارکیا - (ص ۴۲۱ - س ۱۰) اس کے معنی ہیں - سردار ' فرمانروا ' اور کارفرما - (اسٹینگاس صفحہ ۱۰۰۳) ڈاکٹر اسپرنگر نے اس لفظ کو غلط طور پر " کارا " لکھا ہے—

(۳) ' جرجان ' (ص ۴۲۱ - س ۱۱) ' استرآباد ' - قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المؤمنین (صفحہ ۴۳) میں لکھا ہے کہ " جرجان ' آنرا استرآباد نیز گویند - مدینہ ایست بزرگ درمیان طبرستان و خراسان ' و بعضی او را از خراسان می شمارند ' و بعضے او را داخل طبرستان می دارند " —

طبرستان - ماژندران کا دوسرا نام ہے (برہان قاطع)

(۱۸)

(۱) آرزو (ص ۴۲۲ - س ۱۱) اس کے لئے دیکھئے مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۷ - نتائج الافکار صفحہ ۶۵ - صبح گلشن صفحہ ۵ —

(۲۱)

(۱) اتو' آتون - (ص۴۲۳-س۱۷) اس کے لئے دیکھئے مراۃالخیال صفحہ ۳۳۹ - نتائج الافکار صفحہ ۱۴ —

صاحب 'مراۃالخیال' نے اس کو 'آتونی' اور صاحب 'نتائج الافکار' نے 'تونی آتون' لکھا ہے —

(۲) مولانا بقائی - (ص۴۲۳-س۱۸) سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۶۴ھ - سنہ ۹۱۱ھ) کے معاصر ہیں - 'امیر علی شیر' ان کا معتقد خاص تھا - انہوں نے ظہیرالدین بابر (بادشاہ فرغانہ - سنہ ۸۹۹ھ سنہ ۹۰۸ھ) کے نام پر ایک مثنوی مخزن الاسرار کے وزن میں لکھی ہے - (بابرنامہ صفحہ ۵۰۹ - منتخب التواریخ صفحہ ۹۱)

(۳) عبیداللہ خان شیبانی (ص۴۲۳ - س۱۹) محمود خان کا فرزند اور ابو الفتح محمد خان شیبانی کا برادر زادہ ہے - اپنے چچا دی وفات کے بعد بخارا کا بادشاہ ہوا - اور سنہ ۹۱۶ ھ سے سنہ ۹۴۰ ھ تک حکومت کی - فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتا تھا - ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانے میں اس کا دیوان موجود ہے —

(۲۲)

(۱) عفتی (ص۴۲۴ - س ۴) اس کے لئے دیکھئے آتشکدہ' صفحہ ۳۹۵ - روز روشن' صفحہ ۴۹۳ - آفتاب عالمتاب میں اس کو 'عشقی' لکھا ہے —

(۲) آذري - (ص۴۲۴ - س ۵) شیخ جلال‌الدین حمزہ بن علی الاسفرائینی شاہ نعمت‌اللہ کرمانی کے معتقد اور شیخ محی‌الدین طوسی کے مرید ہے - سلطان شاہرخ مرزا (سنہ ۸۰۷ ھ سنہ ۸۸۰ ھ) کے زمانے میں گزرے ہیں - ہندوستان میں بھی آے تھے - اور عرصے تک سلطان احمد شاہ بہمنی والی احمد آباد بیدر (سنہ ۸۲۹ ھ سنہ ۸۳۸ ھ) کے دربار میں تھے - اور اس کی فرمائش سے 'بہمن نامہ' لکھا تھا - جواہرالاسرار عجائب الدنیا - سعی الصفا وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات

هوں - سنہ ۸۶۶ ھ میں بمقام ' اسفراین ' ان کا انتقال ہوا ہے - (حبیب السیر جلد سوم ' جز سوم ' صفحہ ۱۷۳ - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۷ - آتشکدہ صفحہ ۸۸ - خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۱ - نتائج الافکار صفحہ ۲۰ - مرأۃالخیال صفحہ ۹۸ - تذکرۂ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۳۹۸ - بمبئی صفحہ - لاہور صفحہ ۲۷۲ - (۲۳)

(۱) حجابی (ص۴۲۴-س ۸) اس کے لئے دیکھئے مرأۃالخیال صفحہ ۳۳۷ - روز روشن صفحہ ۱۹۷ - صاحب مرأۃالخیال نے اس کو دختر خواجہ هادی استر آبادی لکھا ہے —

(۲) ' هلالی ' (ص ۴۲۴ - س ۹) - مولانا بدرالدین استرآبادی صاحب حبیب‌السیر نے ان کا نام نورالدین لکھا ہے - سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۶۴ھ سنہ ۹۱۱ھ) کے معاصر اور امیر علی شیر کے ندیم خاص تھے - ان کی تصنیفات سے دو مثنویاں 'شاہ و گدا ' و 'لیلی مجنوں' نہایت مشہور ہیں - اُنھوں نے ' شاہ و گدا ' کو سلطان حسین مرزا کے فرزند مرزا بدیع‌الزمان (سنہ ۹۲۰) کے نام پر لکھا ہے —

'عبیداللہ خان شیبانی' نے جب هرات پر لشکر کشی کی تو 'هلالی' نے اُس کے دربار میں رسائی پیدا کی - لیکن بعض حاسدوں نے جب یہ بیان کیا کہ 'هلالی' مذهب شیعہ رکھتا ہے تو اُسے قتل کرادیا * - سام مرزا صفوی نے 'تحفۂ سامی' میں اس

---

* شاہ طهماسپ صفوی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ "درین اثنا خبر آمد کہ عبید خان اوزبک بر سر هرات آمدہ و هرات را حصار کردہ - و او مردی در غایت ظالم بود - کافر و مسلمان در پیش او یک حال داشت - تایکبار رسید' عالمی را پیش او می آورند - و بکشتن او فرمان می دهد - جمعی شفاعت میکنند کہ این شخص سید است و بیگناہ - او در جواب می گفت : می گوید بواسطۂ همین کہ سید است و عالم - من او را بکشتم - و دیگر در مجلس او می گفتہ اند کہ هر کس یک جو بغض حضرت امیرالمؤمنین علیہ‌السلام ندارد' مسلمان نیست - آن ملعون نارنجی در دست داشتہ است ' گفت کہ من برابر این نارنج آنحضرت را در دل دارم - در آن محل بهرام مرزا در هرات بود - کس او آمدہ عرضہ داشت آورد کہ کار مردم هرات بجاے رسیدہ کہ گوشت سگ و گربہ می خورند - بالضرورۃ متوجہ خراسان شدم - عبید ملعون از توجہ ما واقف شدہ فرار نمودہ بجانب' الکاء' خود رفت —

کو سنہ ۹۳۶ ھ کا واقعہ لکھا ہے - ریاض الشعراء' خزانۂ عامرہ' نتائج الافکار میں بھی یہ ھی تاریخ درج ہے - لیکن تذکرۂ شاہ طہماسپ صفوی (طبع کلکتہ صفحہ ۲۰) اور تاریخ 'عالم آرا ے عباسی' (طبع طہران صفحہ ۳۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ عبیداللہ خاں نے سنہ ۹۳۸ ھ میں ہرات پر لشکر کشی کی تھی - (حبیب السیر جلد سوم' جز سوم' صفحہ ۳۵۰ - بابر نامہ صفحہ ۲۲۸ - آتشکدہ صفحہ ۲۷ - خزانۂ عامرہ صفحہ ۳۵۶ - نتائج الافکار صفحہ ۴۹۹ —

(۲۴)

(۱) دختر درویش زادہ - (ص ۴۲۵ - س ۱) - اس کے لئے دیکھئے مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۷ ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کا نام 'فاطمہ خاتون' اور صاحب 'مرأۃ الخیال' نے 'آغا دوست' لکھا ہے —

(۲) 'درویش زادۂ درویش پیر' (ص ۴۲۵ - س ۲) صاحب مرأۃ الخیال کا بیان ہے کہ درویش قیام الدین کی دختر ہے —

(۳) 'سبز واری' (ص ۴۲۵ - س ۲) ڈاکٹر اسپرنگر نے قیام الدین کو 'سبزواری' کی بجاے 'شبستری' لکھا ہے —

(۲۵)

(۱) 'تروی خاتون' (ص ۴۲۵ - س ۱۴) ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کو 'نزدی' لکھا ہے —

(۲) 'میمنہ' (ص ۴۲۵ - س ۱۵) نام ہے ایک علاقے کا جو 'جوز جان' میں 'فاریاب' کے قریب واقع ہے - (ہفت اقلیم - ذکر اقلیم چہارم)

(۳) قیسار (قیصار) (ص ۴۲۵ - س ۱۵) نام ہے ایک مقام اور علاقے کا جو میمنہ سے کابل جانے والے راستے پر واقع ہے - (بابر نامہ - صفحہ ۲۲۳ استینگاس صفحہ ۹۹۸) —

(۴) 'آھی' (ص ۴۲۵ - س ۱۵) سلطان قلی بیگ نام ہے - امراے چغتائیہ

سے تھا - سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۷۳ ھ سنہ ۹۱۱ ھ) کے زمانے میں گذرا ہے۔ شاہزادہ بدیع الزماں مرزا کا ندیم تھا - سنہ ۹۲۳ ھ یا ۹۲۷ سنہ ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے - فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتا تھا - حاجی خلیفہ نے اس کے ترکی دیوان کا ذکر کیا ہے - (بابر نامہ صفحہ ۲۲۷ - حاجی خلیفہ جلد اول صفحہ ... آتشکدہ صفحہ ۱۴ - نتائج الافکار صفحہ ۲۵ —

(۲) 'کیپک مرزا' - (ص ۴۲۵ - س ۱۷) سلطان حسین مرزا کا فرزند ہے۔ 'لطیف سلطان آغا چہ' کے بطن سے تولد ہوا تھا - اس کا اصلی نام 'محمد محسن مرزا' ہے - (بابر نامہ صفحہ ۲۰۷ حبیب السیر جلد سوم جز سوم صفحہ ۳۲۷) —

قدیم اُردو

گجری (گجراتی) زبان

شاہ علی محمد جیو گام دھنی

از اڈیٹر

آپ کا سلسلۂ نسب سید احمد کبیر رفاعی تک پہنچتا ھے اور ننھیال کا سلسلہ حضرت محبوب سبحانی سے ملتا ھے۔ بقول صاحب تحفۃالکرام آپ سید عبدالرحیم کے پوتے ھیں مگر ابن‌الحسن شیخ محمد جنھوں نے آپ کے کلام کو مرتب کیا ھے' شاہ عمر کا پوتا بتاتے ھیں اور چونکہ وہ اپنے آپ کو "یکے از کمینۂ مریدان و خاکروبان تاج‌العاشقین شاہ عمر مطہر رحمۃ اللہ" کہتے ھیں اس لئے ان کا بیان زیادہ قابل وثوق ھے۔ آپ کا مولد و منشا احمد آباد گجرات ھے۔ آپ نے علماے گجرات سے تحصیل علم کیا اور اپنے والد قطب‌العالم شاہ ابراھیم جمال‌اللہ سے خلافت حاصل کی۔ آپ گجرات کے کامل عارفوں اور درویشوں میں سے ھیں اور اھل گجرات پر آپ کی تعلیم و ھدایت کا بہت اثر تھا —

صاحب تذکرۂ اولیاے دکن کا بیان ھے کہ محمد غوث گوالیری' گوالیر سے گجرات آئے تو آپ سے ملے اور آپ کے کمال کو تسلیم کیا۔ تذکروں میں آپ کی کرامات کا ذکر بھی آیا ھے —

اسی تذکرے کا مؤلف لکھتا ھے کہ " گاؤں دھنی آپ کا لقب تھا' یعنے گاؤں کے مالک ھیں۔ جس طرح مالک اپنے ملک کی حفاظت کرتا ھے' اسی طرح آپ بھی

گجرات کی حفاظت فرماتے تھے' گویا آپ کی برکت سے گجرات محفوظ ہے'' —

آپ کا کلام جو دیوان کے نام سے مشہور ہے' آپ کے دادا کے مرید اور آپ کے معتقد ابن الحسن شیخ محمد ابن (ابو) عبدالرحمن القریشی الاحمدی نے جمع کیا ہے اور اس پر مختصر سا ایک دیباچہ بھی لکھا ہے' جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں :-

''ابن الحسن شیخ محمد ابن عبدالرحمٰن القریشی الاحمدی که مکاشفات حضرت بندگی سیدی و مرشدی و شیخی و شیخ العالم المخاطب به حضرة الله تعالیٰ بخمسة عشر خطابا ...... بلسان دُربار و جوهر نثار بطریق نظم بزبان مبارک خود فرمود' در اثبات توحید و وجود واحد با دلائل عقلی و برهان نقلی و تمثیلات آن و اسرار الله تعالیٰ درین مختصر آورده و جمع کرده شد و آن ملفوظ را به کتاب جواهر اسرار الله نام داشتیم'' —

پروفیسر شیرانی صاحب نے اپنی کتاب ''پنجاب میں اُردو'' میں اِس کتاب کے دو نسخوں کا ذکر کیا ہے' ایک میں مرتب کا نام بجائے ابن الحسن شیخ محمد کے شیخ حبیب‌الله ابن عبدالرحمن قریشی الاحمدی لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالحسن شیخ محمد اور شیخ حبیب‌الله ایک ہی باپ کے بیٹے تھے، یا تو ابوالحسن شیخ محمد کی جگہ شیخ حبیب‌الله سہواً لکھا گیا ہے یا ممکن ہے کہ شیخ حبیب الله نے یہ مجموعہ بطور خود الگ مرتب کیا ہو دوسرا نسخہ جو شاہ علی جیو کے پوتے سید ابراهیم بن شاہ مصطفیٰ کا مرتب کردہ ہے یہ نسخہ میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ اس میں سید ابراهیم نے ذکر کیا ہے کہ مجھ سے قبل اس کلام کا ایک نسخہ ابوالحسن شیخ محمد بن عبدالرحمن القریشی الاحمدی نے مرتب کیا تھا' لیکن بعض طالبان وجود واجد نے مجھ سے یہ کہا کہ ابوالحسن شیخ محمد کا دیباچہ بہت

مختصر ہے، تم ایک دوسرا دیباچہ لکھو ۔ چنانچہ اس درخواست کی تعمیل میں انھوں نے دوسرا دیباچہ لکھا - مگر اس دیباچے میں سوائے ابتدائی عربی خطبے کے کوئی چیز نئی یا زائد نہیں معلوم ہوتی - اصل کلام وہی ہے جو ابوالحسن کے مجموعے میں تھا - اِس میں ''بطریق نظم'' کے پہلے ''بالفاظ گوجری'' کے لفظ بھی درج ہیں - میرے نسخے میں لفظ نظم کے بعد چند الفاظ کسی نے سیاہی سے اس طرح مٹا دیے ہیں کہ پڑھے نہیں جاتے' ممکن ہے کہ یہ ''بالفاظ گوجری'' ہی کے لفظ ہوں - سیاہی کے رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد کی کارستانی ہے —

شاہ علی جیو کی زبان گُجری ہے جیسا کہ اُن کے کلام کے ایک مرتب نے اپنے دیباچے میں لکھا ہے ۔ جس طرح دکن میں آکر اُردو کی ایک شاخ دکھنی ہوگئی' اسی طرح گجرات میں آکر اس کا نام گُجری ہوگیا - گجری سے مطلب اردو کی اس شاخ سے ہے جو گجرات میں بولی جاتی تھی اور جس میں مقامی گُجراتی لفظ بھی مل جل گئے تھے - یہ زبان اول تو اُن اولیاء الله کے فیضان کا اثر ہے' جو اشاعت اسلام کی خاطر اس علاقے میں جا بجا پہنچے' خصوصاً احمدآباد اور پٹن تو ان بزرگوں کے مزاروں سے پٹا پڑا ہے - یہاں تک کہ پٹن' بقول صاحب مرآۃ احمدی' پیران پٹن کے نام سے مشہور ہوگیا تھا - دوسرا اثر سلاطین کا ہے - مسلمان سلاطین میں سب سے پہلے علاءالدین خلجی نے دکن پر حملہ کیا - جس طرح اس نے اول اول دولت آباد پر چڑھائی کرکے اسے فتح کیا تھا' اسی طرح سنہ۶۹۶ ھجری میں گجرات پر تسلط کرلیا۔ اور اپنی طرف سے صوبہ دار مقرر کردیا' یہ صوبہ دار برابر اس کے جانشینوں کی طرف سے بھی مقرر ہوتے آے یہاں تک کہ جب دہلی پر تیمور کا لشکر پہنچا اور وہاں کی حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو صوبہ دار ظفر خاں کے بیٹے تاتار خاں نے خود اپنی حکومت گجرات میں قائم کرلی اور محمد شاہ کا لقب اختیار کرکے تخت پر بیٹھا (سنہ ۸۰۶ھ) - شاہان گجرات کی حکومت اکبر کے عہد تک رہی - پھر گجرات کا صوبہ اکبر کی سلطنت میں شامل ہوگیا - غرض دہلی کا اثر اس علاقے پر

امیر خسرو کے زمانے سے تھا - دوسرا اثر صوفیا کا تھا جو اسی زمانے سے بلکہ اس سے قبل یہاں پہنچ گئے تھے اور تلقین و تعلیم اسی عام زبان میں کرتے تھے - اس زبان کا اثر گجرات سے سلطنت بیجاپور اور دور و نزدیک مقامات میں پھیلتا —

میں اس رسالے کے گزشتہ اوراق میں میرانجی شاہ اور اُن کے خلفا یا اولاد کے حالات میں اس کا اشارہ کرچکا ہوں - یہاں اس خیال کی تائید میں ان کے کلام سے چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں - -

"یو زبان گجری نام'' (کلمۃالحقائق' تصنیف حضرت شاہ میرانجی سنہ وفات ۹۰۲ ھ) —

'' جے ہویں گیان دچاری' نہ دیکھیں بھاکا گجری

حس ارتھوں کیرا فہام' کیا بولوں سوں ہی کام''

کتاب حجت'لبقا' تصنیف شاہ برہان‌الدین جانم سنہ وفات ۹۹۰ ھ)

یہ سب گجری کیا زبان کر یہ آئینہ دیا تھا

(کتاب ارشاد نامہ' تصنیف شاہ برہان‌الدین جانم)

گجرات کا صوبہ ایک زمانے میں بہت وسیع تھا اور جودھپور سے لے کر مالا بار تک پھیلا ہوا تھا - اس میں تقریباً سترہ بندرگاہ تھے - ان میں سورت بہت بڑا اور مشہور تھا اور تجارت کا خاص مرکز بن گیا تھا - ہندوستان کے مسلمان یہیں سے حج کو جاتے تھے اور ہر سال ملک سے دور دور کے مسلمان یہاں جمع ہوتے تھے - غرض شمالی ہند کی زبان کا جو اثر اس علاقے کی زبان پر پڑا وہ اس وسیع صوبے کے ہر گوشے اور آس پاس کے اضلاع تک پہنچ گیا —

اسی زبان میں شاہ علی جیو کا کلام ہے - اس میں توحید اور وحدت وجود بھرا ہوا ہے - اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اس رنگ میں مگن ہیں اور جب اس مسئلے کو بیان کرتے ہیں تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے- جیسی ان کی زبان سادہ ہے ویسا ہی اُن کا اسلوب بیان بھی سیدھا سادہ ہے اور اگرچہ

وحدت وجود کے مسئلے کو وہ معمولی باتوں اور تمثیلوں میں بیان کرتے ہیں مگر ان کے الفاظ اور بیان میں پریم کا رس گھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ عاشق ہیں اور خدا معشوق ہے اور اپنی محبت کو طرح طرح سے جتاتے ہیں۔ طرز کلام ہندی شعرا کا سا ہے۔ زبان اُن کی سادہ ہے، لیکن چونکہ پرانی ہے اور اکثر غیر مانوس الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، اس لئے آج کل اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ شاہ صاحب کا انتقال سنہ ۱۷۳ھ میں ہوا اور ان کا کلام اُس وقت کی زبان کا اچھا نمونہ ہے۔ یہاں مختلف مقامات سے اُن کا کلام نقل کیا جاتا ہے، جو اشعار مشکل ہیں، اُن کے معنے بھی دے دیے گئے ہیں۔ نقل کرنے میں الفاظ کی شکل و صورت وہی رکھی گئی ہے جو اصل کتاب میں ہے —

ابتدا اِن اشعار سے ہے :-

آپیں کھیلوں آپ کھلاؤں   آپیں آپس لیکل لاؤں

(پہلا مصرع [illegible] ہے۔ دوسرے کے معنے ہیں "آپ ہی اپنے کو گلے لگاؤں")

میرا ناؤں منجھے ات بھاوے   میرا جی منجھے پرچاوے

میری نیہ منجھی سوں ماے   رهري اپنیں روپ لبھاے

(دوسرا شعر - میری محبت مجھی میں سماے اور میں اپنے حسن پر خود ہی فریفتہ ہو رہی ہوں)

کہیں سو مجنوں ہو برلاوے، کہیں سو لیلیٰ ہوے دکھلاوے

کہیں سو خسرو شاہ کہاوے، کہیں سو شیریں ہوکر [illegible]

("برلاوے" یعنی فریفتہ ہو) —

کہیں سو ساتھی کہیں علی جیو، علی محمد کہیں [illegible]

کہیں سو شاہ حسینی راجا ایویں تل تل بھیس پھر[illegible]

(ایویں = اسی طرح؛ تل تل — لحظہ بہ لحظہ؛ پھراونا — پہنا یا بدلنا) ۔

ادھر* پروالی† چک اڑالی بیلی باسک ہور تل کالی
ایھہ دیو مانگیں بھویں ڈمالی

(یعنی پان سے لال ھونٹ، سوج آنکھیں، سانپ سی زلفیں، کالے تل اور دنبالہ دار بھویں جان کی لیوا ھیں)

یوں کرے بنانتی سید علی تجھہ سادہ پرم دی سدہ تلی
چک آؤ پیا جیوں پاؤں ولی

(سید علی اس طرح منت سماجت کرتا ھے اور تیری آرزو میں اپنی محبت سے بھی بے خبر ھوگیا ھے ۔ اے محبوب ذرا آؤ کہ میں پھر زندہ ھوجاؤں) —

اپنیں ایسی بوجھی سارو بوجھی تھی ان بوجھیا وارو

(ھماری ساری سمجھ ایسی ھے کہ سمجھ سے بے سمجھی بہتر ھے) —

بوجھہ پناں جے تمھوں دیا ھے رتی کا کور بھاگ کیا ھے
اُس منہ بھی اُن بھیس لیا ھے

(جو سمجھ کہ تمہیں دی گئی ھے وہ گویا کروڑ میں سے ایک رتی ھے اور پھر اس میں بھی انھیں کا جلوہ ھے)

---

* میری رائے میں "ادھر" ھونا چاھئے —
† (ن) پدوالی —

تم ری پیا کو دیکھو جیسا　　هور جیوں پرتھو سائیں ایسا
سوی تمهیں هو نانوہ ویسا

(تم پیا کو جیسا دیکھتے هو یا جیسا سمجھتے هو سو وہ تم هو' وہ ویسا نهیں هے - یعنے تم حق سبحانہ کو اپنے خیال میں جیسا دیکھتے یا سمجھتے هو وہ تمهارا هی خیال اور تصور ہے وہ ویسا نہیں هے)

تن من سوں جیو دیکھیا جاوے　　بوجھ تمهارے دیتھنہ اوے
لوک ایاناں بھید نہ پاوے

(تن اور من جیسا تم دیکھتے هو سو وہ تمهاری هی سمجھ هے' نادان لوگ بھید کو نہیں پہنچتے)---

---

جب تم شہ سند کھوکر جاؤ　　کے تم اپس مانهیں آؤ
دُنه پر پیو کوں تمهیں نپاؤ

(جب تم اُس میں اپنے هوش و حواس کھودو یا تم اپنے آپ میں آجاؤ دونوں طرح بھی تم محبوب کو نہیں پاؤگے)

سرگ اچھر هور مندر ماری　　هرجے اُسنہ ندیاں باری
مانک موتی سکھ سنکارا　　اے سب بھیس پیا کا ساری

(آسماں اور ستارے اور مکان اور محل جن میں ندیاں اور هوائیں چلتی هیں موتی اور جواهرات' سنکھہ اور سیپیاں یہ سب محبوب کے بھیس میں هیں)

کبھیں سو هوے اندھیاری راتا　　سانج بتی کر لاوے دھاتا
هوکر دیوورا راتیں ساری　　لاکر جوت دکھاوے بھاری

(جب کبھی اندھیری رات ہوتی ہے تو شام کو جلدی سے چراغ روشن کر لاتا ہے
اور کبھی ساری رات چراغ بن کر خوب خوب روشنی کا سماں دکھاتا ہے)

مکھ پر بال بکھیر سو ساتھی   چھپ کر ہووے رات سنگھاتی
ولی سنبھال سو بکھرے کیسا   دن ہو آوے سورج بھیسا

(مکھ پر بال بکھیرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی چھپ کر رات کو رفیق بن جاتا
ہے- پھر بکھرے بال سمیٹ کر سورج کے بھیس میں دن بن کر آجاتا ہے)

ایک سمند وہ سات کہاوے   دھونوس بادل میہ ہو آوے
وہی سمند ہو بوند دکھالے   ندیاں نالے ہوکر چالے

(سمندر ہے تو ایک مگر مشہور سات ہیں وہی بخار' بادل اور مینہ ہوکر
آتا ہے' وہی ایک قطرے میں نظر آتا ہے اور وہی ندی نالے ہوکر بہتا ہے)

کبھیں سو میہا ہو جھر لاوے   کبھیں پپوتے اولے تھاوے
کاج بیج ہنس آپیں کھیلے   نار پرکھ ہو وھیسو جھیلے

(کبھی مینہ ہوکر برستا ہے اور کبھی اولے بن بن کر گرتا ہے' کبھی گرج اور
بجلی بن کر ہنس ہنس کر خود کھیلتا ہے' اور کبھی عورت مرد بن کر پانی میں آپ
ہی اپنے سے کھیلتا ہے)

اہنس اسہیں کاجیں روؤں   جیوں تھی ولیسو تیھو نہیں ہووں

(ہمیشہ اسی باعث روتی رہتی ہوں کہ جیسی پہلے تھی ویسی ہی
اب ہوں)

چے هیسو هے چے نهیں نهیں چهت ایک وهی هے سهو کهیں

(جو هستهے وہ هستهے اور نیست هے نیستهے-ایک وهی ذات هے جهاں کهیں بهی هو)

پیو ملا کن لاگ رهیجے سکهه منه دکهه کی بات نه کیجے

(پیا ملے تو گلے لگ کے رهئے اور سکهه میں دکهه کی بات نه کیجئے) کیا خوب کہا هے —

بۂ سکهه منهجب ٹک دکهه آوے دکهه بهی تب سکهه هوکر جاوے

(یعنی بهت سے سکهه میں ذرا ذهور دکهه آجاتا هے تو وہ بهی سکهه هی هو جاتا هے)

ادرک منه جب کهانڈ بهلای کیری منه جب سا کر بهای

شیرا حلوا کر کر کهای تب تو ساو انیری پای

(جب ادرک میں کهانڈ ملائی اور کیری (انبیا یا آم) میں شکر ڈالی اور مٹهاس اور حلوا کر کے کهایا ، تبهی تو نادر مزا پایا)

اس قدر نمونه اس بات کے دکهانے کے لئے کافی هے که دسویں صدی میں گجرات کی اُردو کس قسم کی تهی —

شاہ صاحب کا انتقال سنه ۹۷۳ ھ میں هوا اور احمدآباد راےکهڑ میں مدفون هوے—

یه کتاب دیوان کے نام سے مشهور هے - دیوان کے معنے یہاں مجموعۂ کلام کے سمجهنے چاهئیں - مرتب نے اسے کئی ابواب میں تقسیم کیا هے - ان ابواب میں کوئی

خصوصیت نہیں اور نہ مضامین کی کوئی خاص ترتیب یا تقسیم ہے ۔ ایک آدھ باب کے ساتھ تو عنوان لکھا ہے ورنہ تقسیم صرف حروف تہجی کے نام سے کردی گئی ہے' یعنی باب الالف' باب البا وغیرہ ۔ حجم کے لحاظ سے بھی ابواب میں کوئی یکسانی نہیں۔

ہر باب کا پہلا شعر اُسی حرف سے شروع ہوتا ہے' جس حرف پر اس کا نام ہے ۔ مثلاً باب الالف کا شعر الف سے شروع کیا گیا ہے' اسی طرح باب التا کا ت' اور باب الہا کا ہ' سے ۔ اس کے بعد ہر باب میں اشعار کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ شروع میں باب کے نام کے بعد " مکاشفہ نکتۂ اول در عقدہ" ہے اس عنوان کے تحت میں صرف دو مصرعے ہیں ' اس کے بعد نکتۂ دوم ' نکتۂ سوم ' وغیرہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' کسی باب میں کم کسی میں زیادہ۔ کبھی کبھی چند نکتے لکھنے کے بعد پھر " مکاشفہ نکتۂ اول در عقدہ " لکھ کر اس کے تحت میں ایک شعر درج کر دیا گیا ہے ۔ اور پھر نکتۂ دوم ' نکتۂ سوم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ۔ بعض ابواب میں یہ عمل کئی کئی بار ہوا ہے ۔ نکتوں کے تحت کبھی تو دو مصرعے ہوتے ہیں ' کبھی تین' کبھی چار اور کہیں کہیں چھ اور آٹھ بھی ہیں ۔ مکاشفے اور نکتے میں کوئی خاص فرق معلوم نہیں ہوتا ۔۔

میرا نسخہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے' جس میں عموماً قدیم دکنی زبان کی کتابیں لکھی جاتی تھیں ۔ خط صاف اور اچھا ہے اور قلم بھی کسی قدر جلی ہے ۔ د ڈ' ج چ ' ک گ میں کچھ فرق نہیں کیا گیا ۔ کل اوراق ۱۳۳ ہیں ۔ ہر صفحے میں آٹھ دس سے زیادہ سطریں نہیں ۔ آخر صفحے کے آخر میں حاشیے پر یہ عبارت درج ہے:-

"..... بلدۂ برھان پور ھمراہ لشکر نواب نظام علی خان بہادر نظام الدولہ بقیمت .... در سنہ ۱۱۸۸ ھجری نبوی برائے مطالعہ حضر........... از مہدی علی خان پسر احسن اللہ خان مرحوم ست " —

افسوس ہے کہ کتاب کا سنہ کہیں درج نہیں ہے —

———:•:———

دیباچۂ قدیم شاهنامه

از

(جناب حکیم سید شمس الله صاحب قادری)

عنوان بالا سے هم نے ایک مضمون اپریل سنه ۱۹۲۷ ع کے رسالۂ اُردو میں شایع کیا تھا - پروفیسر محمود شیرانی صاحب نے اسکی نسبت فروری سنه ۱۹۲۸ ع کے اورنٹیل میگزین میں ایک ریویو لکھا ھے - اور اس میں همارے بعض بیانات سے اختلاف کیا ھے —

پروفیسر صاحب تحریر فرما تے هیں :—

" مغربی فضلا کی تقلید میں حکیم شمس‌الله صاحب نے شاہ نامه کی تین اشاعتیں مانی هیں - پہلی سنه۳۸۴ ھ میں' دوسری سنه ۳۸۹ ھ میں' تیسری‌سنه ۴۰۰ھ میں - بلکه اس سے بهی کئی سال بعد جو سنه ۴ - ۴۰۵ ھ میں انجام کار ختم هوتی‌ھے - لیکن هم اس نظریه سے متفق نهیں هوسکتے"-

پروفیسر صاحب کو جب همارے نظریه سے اتفاق نهیں ھے تو اس کی وجه بیان کرنا ضروری تھا - صرف یه کہدینا که "هم اس نظریه سے متفق نهیں هو سکتے" ناقابل پذیرائی ھے - هم نے شاہ نامه کی جو تین اشاعتیں قرار دی هیں' وہ فرضی اور خیالی نهیں هیں - بلکه ان کی تائید و توثیق میں دلائل بهی موجود هیں —

(۱) شاہ نامہ کے بعض قدیم قلمی نسخوں میں اس کی تاریخ اختتام سنہ ۳۸۴ ھ مذکور ہے —

زهجرت شده سی صد از روزگار چو هشتاد و چار از برش بر شمار

(۲) ابوالفتح علی بن محمد البنداری نے سنہ ۶۲۰ ھ اور سنہ ۶۲۴ ھ کے مابین شاہ نامہ کا نثر عربی میں ترجمہ کیا ہے - اُس میں شاہ نامہ کا سال اختتام سنہ ۳۸۴ ھ بتایا ہے —

(۳) حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ فردوسی نے سنہ ۳۸۴ ھ میں نظم شاہ نامہ سے فراغت حاصل کی ہے —

(۴) فردوسی نے پچاسی (۸۵) سال کی عمر میں دقیقی کے اشعار شاہ نامہ میں شامل کئے - اس کے بعد سلطان محمود کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کئی سال کی محنت کے بعد میں نے شاہ نامہ کو منظوم کیا اور بیس سال تک اس انتظار میں رہا کہ اُسے ایسے صاحب ذوق بادشاہ کے یہاں پیش کرے جو اس کا سزاوار ہو —

سخن را نگه داشتم سال بیست بدان تا سزاوار این گنج کیست

پچاسی (۸۵) سال سے جب ہم بیس (۲۰) سال خارج کرتے ہیں تو چونسٹھ (۶۴) سال باقی رہ جاتے ہیں - فردوسی کی عمر کا چونسٹھواں سال سنہ ۳۸۴ ھ کے مساوی ہے - اور اس سے ظاہر ہے کہ فردوسی نے سنہ ۳۸۴ ھ میں شاہ نامہ کو مرتب کر لیا تھا —

(۵) شاہ نامہ کے بعض قلمی نسخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے سنہ ۳۸۹ ھ میں بھی شاہ نامہ کا ایک خاتمہ لکھا ہے - اس امر کو خود پروفیسر شیرانی بھی تسلیم کرتے ہیں - چنانچہ اُن کے ایک مضمون میں جو 'مذہب فردوسی' کے عنوان سے رسالۂ اُردو جلد ۵ نمبر ۱۷ بابت جنوری سنہ ۱۹۲۵ ع میں شائع ہوا ہے' تحریر ہے - صفحہ ۲۹ - سطر ۴ —

" یہ اشعار ایسے نسخوں میں ملتے ہیں - جن میں اختتام

شاہ نامہ کی تاریخ سنہ ۴۰۰ ھ کی بجائے سنہ ۳۸۹ ھ دی گئی ہے" -

(۹) مروج و متداول نسخوں میں شاہ نامہ کی تاریخ اختتام سنہ ۴۰۰ ھ درج ہے-

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، شاہ نامہ کے مختلف نسخوں میں تین مختلف خاتمے پائے جاتے ہیں - اور اُن میں اُس کے اختتام کی تین تین مختلف تاریخیں مذکور ہیں۔ بعض میں سنہ ۳۸۴ ھ - بعض میں سنہ ۳۸۹ ھ - مروج و متداول نسخوں میں سنہ ۴۰۰ ھ - اس سے ظاہر ہے کہ فردوسی نے مختلف اوقات میں شاہ نامہ پر تین خاتمے لکھے ہیں - اور اُن میں اُس کے اختتام کی تین مختلف تاریخیں بیان کی ہیں - اور اُسے مختلف اوقات میں تین بار شایع کیا ہے —

پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں:—

" اسی طرح ان کا خیال ہے کہ فردوسی نے اپنی عمر کے پینتالیسویں (۴۵) سال میں شاہ نامہ نظم کرنا شروع کیا ہے اور پچیاسویں (۸۵) سال ختم کرتا ہے - جس سے تمام مدت نظم شاہ نامہ بجائے فردوسی کی بیان کردہ تیس (۳۰) و پینتیس (۳۵) سال کے پورے چالیس (۴۰) سال بن جاتی ہے- اور ہم حیران ہیں کہ اس بیان کو فردوسی کے بیان سے کس طرح تطابق دیں " —

ہمیں پروفیسر صاحب کی حیرانی پر سخت تعجب ہے - کیونکہ ہم نے اپنے مضمون میں بصراحت لکھا ہے کہ شاہ نامہ کی مدت نظم پینتیس (۳۵) سال ہے، نہ کہ چالیس (۴۰) سال - چنانچہ ہماری اصل عبارت یہ ہے :—

" فردوسی نے خاتمے میں صراحت کی ہے کہ شاہنامہ سنہ ۴۰۰ ھ میں پینتیس (۳۵) سال کی محنت کے بعد تمام ہوا ہے اور اس وقت اُس کی عمر اسی (۸۰) سال کے قریب تھی"

رسالۂ اُردو جلد ۷، بابت اپریل سنہ ۱۹۲۷ ع صفحہ ۳۰۰ - سطر ۱۰

هم نے شاهنامه کے بعض اشارات سے یه امر اخذ کیا هے که فردوسی نے اگرچه سنه ۴۰۰ ھ میں شاهنامه ختم کیا - لیکن اس نے بعد بهی سنه ۴۰۵ ھ تک اس میں بعض اجزا اضافه کئے هیں - لیکن فردوسی نے سنه ۴۰۵ ھ میں کتاب کا جدید خاتمه نهیں لکها هے اور نه اس کے اختتام کی تاریخ سنه ۴۰۵ ھ بیان کی هے - اس لئے یه زمانه نظم شاهنامه کی مدت میں شامل نهیں هوسکتا—

پروفیسر صاحب فرماتے هیں : -

" حکیم صاحب کا قول هے که فردوسی شعر :

از امروز تا سال هشتاد و پنج — بکاهدش رنج و ببالدش گنج

میں اپنی پچاسی ساله عمر کی طرف اشاره کر رها هے -

لیکن شاهنامه کا متن ان کے دعوے کا مؤید نهیں هے " —

اگر شعر مذکور میں فردوسی کی پچاسی ساله عمر کی طرف اشاره نهیں هے تو پروفیسر صاحب کو بتانا چاهئے که اس شعر کا صحیح مفهوم کیا هے - اور اس میں پچاسی سال سے کس عرصهٔ مدت کی جانب اشاره هے —

پروفیسر صاحب فرماتے هیں:—

" اسی طرح حکیم صاحب کا عقیده هے که فردوسی سلطان محمود کے دربار میں سنه ۳۹۸ ھ سے سنه ۴۰۴ ھ تک موجود رها هے - لیکن یه کیسے ممکن هوسکتا هے - کیوں که شاهنامه میں ایک سے زیاده موقعوں پر ابوالعباس فضل بن احمد وزیر اولین سلطان محمود کا ذکر موجود هے ، جو اکثر تاریخوں کے بیانات کی رو کے صرف دس سال تک وزیر رها هے - یعنے سنه ۳۹۷ ھ تک - اب ظاهر هے که فردوسی شاهنامه میں ایک معزول شده وزیر کا ذکر کیوں کرتا "—

فضل بن احمد کی وزارت سنه ۳۹۷ ھ میں ختم نهیں هوئی هے - بلکه وه

سنہ ۴۰۱ ھ تک اس عہدے پر مامور رہا ھے۔ خود پروفیسر شیرانی نے اپنے مضمون "تنقید شعرالعجم" میں اس کی مدت وزارت سنہ ۳۸۸ ھ سے سنہ ۴۰۰ ھ تک بیان کی ھے۔ اور اُن کی خاص عبارت یہ ھے:—

"خواجہ ابوالعباس فضل بن احمد اسفرائینی وزیر اول (از سنہ ۳۸۸ ھ تا سنہ ۴۰۰ ھ) سلطان محمود المتوفی سنہ ۴۰۳" رسالۂ اُردو جلد سوم نمبر دھم بابت اپریل سنہ ۱۹۲۳ ع صفحہ ۱٦۸ سطر ٦ —

مورخ عتبی کی تصریحات سے ظاہر ھے کہ فضل بن احمد سنہ ۴۰۱ ھ کے اختتام تک منصب وزارت کو انجام دیتا رہا ھے۔ (یمینی عربی طبع دھلی صفحہ ۳۴۲؛ اُردو ترجمہ طبع کانپور صفحہ ......) ایسی صورت میں ظاہر ھے کہ سنہ ۹۸۸ ھ کے بعد شاھنامہ میں اس کا ذکر آنا کسی طرح بھی معزول وزیر کی حیثیت سے نہیں ھو سکتا ھے—
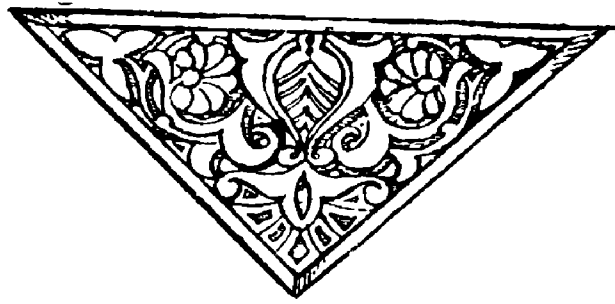
بجواب استفسار محوی

از

(جناب نور الٰہی و محمد عمر صاحبان)

رسالۂ اُردو بابت اپریل سنہ ۱۹۲۸ ع میں جناب محوی نے مشورہ طلب کیا ھے کہ ان الفاظ کی تذکیر تانیث کیا قرار دی جاوے جو انگریزی سے اُردو میں منتقل ھو رھے ھیں - اگرچہ ان کا روئے سخن اھل زبان کی طرف ھے اور ھمیں علم نہیں کہ یہ منصب اھل پنجاب کو پہنچتا ھے اور وہ اس کا جواب دینے کے مجاز ھیں - تاھم سوال ایسا دلچسپ ھے کہ اُس کا جواب تعزیری جرم کیوں نہ ھو پھر بھی ھم دخل در معقولات سے باز نہیں رہ سکتے - اس اُستفسار نے ترقی زبان کی ایک نئی طرح ڈالی ھے اور یہ وسعت زبان کے لئے ایک نیک فال ھے - زبان کے کسی سوال کے متعلق ملک سے صلاح لینا اُسے ملک کی زبان بنانے کی دعوت ھے - اگر اھل زبان اور بے زبان کی پخ بھی اُڑادی جاے تو زبان کی برادری اور وسیع ھونی ممکن ھے- اس قبیل کے کاموں کے لئے نئی مجلس بنا نا محض تکلف ھے، انجمن ترقی اُردو اِس فرض کو بوجہ احسن انجام دے سکتی ھے اور رسالۂ اُردو کے چند صفحات کو اس کے لئے وقف کردینا ان کا بہترین مصرف ھے - زبان میں قواعد کا اضافہ اور ان کے ساتھہ مستثنیات کا دم چھلا کوئی مستحسن کام نہیں - قواعد مختصر اور سلجھے ھوے ھوں گے تو زبان کا حلقۂ اثر وسیع ھوگا - بنوع دیگر اس کی تحصیل مشکل ھو جاے گی اور قبولیت عامہ سے محروم رھے گی - آگے ھی ھماری صرف و نحو معمّا بن رھی ھے اس میں اور الجھاؤ کا سامان پیدا کرنا مصلحت سے بعید ھے -

تذکیر و تانیث کا قصہ زبان اُردو کی لعنت ہے اور اس نے زبان میں جو افتراق پیدا کر رکھا ہے وہ مٹائے سے مٹتا نظر نہیں آتا - اس کے متعلق کوئی فیصلہ کن تجویز ہونا جس سے جگہ جگہ کی تذکیر و تانیث میں یکسانیت پیدا ہو جائے بہت بڑی کامیابی ہے - انگریزی الفاظ کے بارے میں جو صورتیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے سلجھاؤ ممکن نہیں بلکہ مزید پیچیدگیوں کا اندیشہ ہے —

(اول) پہلے ہی فارسی اور عربی کا پھندا گلو گیر ہو رہا ہے اس سے اُردو کو انگریزی کا بھی ادھین ہونا پڑے گا - زبان کے پاؤں میں نئی زنجیر ڈالنی مناسب نہیں ' انگریزی نے جو لفظ دینا تھا ہبہ کردیا - اس کے بعد واہب کا اس پر کوئی حق نہیں رہا - (دوسری) کسی قدر معقول ہے مگر اصول مبہم رہنے دینا مطلق العنانی پیدا کر دے گا - ایک دم فیصلہ کر دیجئے کوئی نہ مانے تو اس کی مرضی - انجیل ' قرآن ' اور وید کو ساری دنیا تھوڑی ہی مانتی ہے - بتانا فرض ہے منانا اپنا کام نہیں - مذہب میں بھی لااکراہ کی تاکید ہے - (تیسری) یہ صورت بھی کوہ کندن کے مترادف اور نا قابل عمل ہے (چوتھی) اس سے کٹھراج شروع ہوجائے گا - اور پھر پھر تذکیر و تانیث کی ٹکسال کھل جائے گی ' اس کا خیال تک نہ کیجئے - کام کی بات وہی ہے جو آپ نے ضمن دوم میں بیان کی - اِسے اصول مستخرجہ کی روشنی میں دیکھئے تو کوئی دقت نہیں رہتی - ' جلال ' رسالۂ مفیدالشعرا صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں " جس لفظ کی تذکیر و تانیث مبہم ہو اس کو مذکر استعمال کرنا چاہئے - ہندی گریمر (ویا کرن) میں یہ قاعدہ موجود ہے کہ " جس شبد کے لنگ (تذکیر و تانیث) میں سندیہ (شبہ) ہو اُسے پوالنگ (مذکر) وی دار (خیال) کرنا چاہئے " —

پس ایسے جملہ الفاظ کو جو اب یا آئندہ انگریزی سے اُردو میں لائے جائیں مذکر کہنا چاہئے - اس سیدھے سادھے قاعدے سے بہت سی مشکلات کا سدباب ہو جائے گا -

———:O:———

ادب

نظم

مذہب و اخلاق

متفرق

اردو کے جدید رسالے

ادب

پنجاب میں اُردو

(انجمن ترقی اُردو، اسلامیہ کالج لاهور صفحات ۱۱۳، قیمت دو روپے آٹھ آنے)

یہ نہایت خوشی کی بات هے کہ هر صوبہ اُردو کو اپنی زبان بتاتا هے اور مدعی هے کہ یہ زبان وهیں بنی اور وهیں سے نکلی سب سے پہلے یہ صدا دکن سے اٹھی۔ اور اسے اس کا حق تھا اس لئے کہ ابتدا میں اسی نے اس کی نشو و نما کی اور اس کی ادبی حیثیت کو فروغ دیا۔ اس کے بعد یہ آواز پنجاب سے آئی۔ اِسے بھی حق حاصل هے کیونکہ زمانۂ حال میں پنجاب نے اُردو کی بہت بڑی خدمت کی هے۔ پنجاب کے بارے میں اس سے قبل بھی دو ایک صاحبوں نے ایسا خیال ظاهر کیا تھا لیکن وہ محض قیاس هی قیاس تھا، اب پروفیسر محمود شیرانی صاحب نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھہ ڈالی هے —

قابل مصنف اس امر کو تسلیم کرتے هیں کہ "یہ (اُردو) زبان اسلامی دور میں دهلی کے اثرات میں بنی هے" - امیر خسرو اور ابوالفضل اس زبان کو دهلوی کہتے هیں۔ اب اس پر سے وہ یہ قیاس کرتے هیں کہ چونکہ مسلمان پنجاب سے هجرت کرکے دهلی گئے اس لئے ضروری هے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھہ لے کر گئے هوں۔ یہ پروفیسر صاحب کا قیاس هے۔ لیکن ساتھہ هی وہ از روے انصاف یہ بھی کہتے هیں کہ "اس نظریہ کے ثبوت میں اگرچہ همارے پاس کوئی قدیم شہادت یا سند نہیں لیکن سیاسی واقعات اور اُردو زبان کی ساخت نیز دوسرے حالات همیں اس عقیدے کے تسلیم

کرنے پر مجبور کرتے ہیں" —

سیاسی واقعات کی بنیاد صرف اس قیاس پر ہے کہ پنجاب سے مسلمان ہجرت کرکے گئے، اس لئے جو زبان وہ وہاں سے ساتھ لائے تھے وہی دلی میں بولی جانے لگی اور یہ وہی زبان تھی جو اب اُردو کہلاتی ہے - یہ کسی صورت سے بھی قابل تسلیم نہیں - یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو شخص پنجاب سے ہو یا وہاں رہ کر دہلی آئے تو وہ اپنی زبان دہلی میں رائج کردے گا - اول تو یہ قیاس ہی صحیح نہیں کہ مسلمانوں کی ہجرت پنجاب سے یکبارگی اس کثیر تعداد میں ہوئی کہ وہ دہلی پر اس طرح چھاگئے کہ انہیں کی زبان رائج ہوگئی اور سب اہل دہلی اور نواح دہلی نے اسے اختیار کرلیا - دوسرے پنجاب کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہاں کوئی زبان مستقل طور سے بن سکتی، وہ اس زمانے میں اس قدر پائمال رہا اور اس کی حالت ایسی ناقابل اطمینان تھی کہ وہاں اس کی توقع ہی نہیں ہوسکتی تھی - باقی رہا یہ امر کہ بعض الفاظ پنجاب سے آئے اور وہ دہلی میں رائج ہوگئے تو اسے تسلیم کرنے میں کسی کو عذر نہیں ہوسکتا - یہ ہر زبان میں ہوا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے - دنیا کی کوئی زبان یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ آکر نہیں مل گئے - کسی زبان کے بننے کے لئے امن، استقلال حکومت اور تہذیب و شائستگی کا ہونا ضروری ہے اور یہ دہلی ہی میں میسر ہوا —

مسلمان جو غزنی، ترکستان اور ایران سے آتے تھے اُن کی اپنی زبان فارسی تھی اور آپس میں یہی زبان بولتے تھے - خاص ضرورت کے وقت یا نوکر چاکروں سے جو مقامی زبان میں ایک آدھ فقرہ بول لیا جاتا ہے اُس کی حالت جیسی کچھ ہوتی ہے وہ ظاہر ہے - جیسے اس کی شان دیکھنی ہو وہ کسی انگریز کو اردو بولتے ہوئے دیکھ لے - ایک افغانی، ترکی یا ایرانی کے لئے یہاں کی زبان ایسی ہی اجنبی تھی جیسے انگریز کے لئے —

پگ، متھد، اسپ، گاڈی، گدی، تل وغیرہ الفاظ کے لئے آٹھویں اور نویں صدی کی کتب تاریخ و لغات کی شہادت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں - اب بھی یہ الفاظ اسی طرح دیہات اور بعض شہروں میں برابر بولے جاتے ہیں - [illegible] نہیں ہے کہ آٹھویں نویں صدی میں یہ الفاظ پنجابی سے آئے اور [illegible] ہندوستان انہیں پاگ، مات، آم، گاڈی، گدھا، تالاب بولنے لگے - ان الفاظ کی اصل ایک ہے، دونوں طرح بولے جاتے تھے، ایک صورت ادبی زبان میں متروک ہوگئی دوسری رہ گئی، لیکن بول چال میں اب تک یہ الفاظ دونوں طرح بولے جاتے ہیں اصل ایک ہی ہے، البتہ مختلف مقامات میں آوازوں میں اختلاف ہوگیا [illegible]

آم کو سنسکرت میں انبہ کہتے ہیں - اسی سے انب ہوا اور اسی سے آم بنا - مو[illegible] سنسکرت میں مُدگ ہے - اسی سے مونگ اور ملگ بن گیا - جامن کو سنسکرت میں ج[illegible]

کہتے ہیں اسی سے جاسن اور جسو ہوگیا - سنسکرت میں لوک ہے - پہلے لوک ہی لکھتے اور بولتے تھے ' بعد میں لوگ کہنے لگے - پرانی اُردو کی کتابوں میں لوک ہی آتا ہے - آکھنا جو پنجابی اور پرانی (دکنی ' گجراتی) اُردو میں استعمال ہوتا ہے ' سنسکرت کا آکھیان ہے جس سے ویاکھیان بھی بنا ہے - ان لفظوں کو پنجابی قرار دینا صحیح نہیں ہے -

فارسی لغات بھی اس معاملے میں مستند نہیں ہو سکتیں' انھوں نے فارسی الفاظ کے مقابل ہندی کے مقامی الفاظ لکھ دئے ہیں - اُردو یا ہندی اس وقت سیال حالت میں تھی اور فصیح اور غیر فصیح کا کوئی معیار قرار نہیں پایا تھا ' یہ سب باتیں بعد کی ہیں - مثلاً کبھیں ' کبھو ' کبھی' تینوں استعمال ہوتے تھے ' کبھو اب تک استعمال ہوتا تھا اور اب بھی بعض بعض مقامات پر بولا جاتا ہے - لیکن ادبی زبان میں غیر فصیح قرار پایا اور کبھی عام طور پر استعمال ہونے لگا - پایا جاے ہے' اور جاتا ہے' ذوق و غالب کے وقت تک بولے اور لکھے جاتے تھے اب 'جاے ہے' متروک ہو گیا اس کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ یہ لفظ جو اب فصیح مان کر استعمال ہونے لگے ہیں ' کہیں دوسری جگہ سے آگئے ہیں —

اس معاملے میں اسما و صفات کی شہادت سند نہیں ہوسکتی ' البتہ افعال خاص طور پر قابل لحاظ ہوتے ہیں - یہ خیال کہ پنجابی افعال کے آخر الف آتا ہے اور اُردو میں بھی یہی ' اسی لئے اُردو پنجابی سے بنی ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا - ہندی کی کئی شاخوں میں یہ صورت قدیم سے چلی آ رہی ہے اور اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں —

ہیم چندر سوری نے اپنی کتاب سدھ ہیم شبدانشاسن (نحو) میں سمبت ۸۰۰-۹۰۰ کی اپ بھرامش (بگڑی) بھاشا کا جو نمونہ دیا ہے اس میں ایک یہ شعر —

بھلا ہوا جیو ماریا بہنی مہارا کنتو
لجے جنتو ویسنی ہو جد بھگا گھرز اینتو

اس میں ماضی مطلق وہی ہے ' جو اب بھی استعمال ہوتی ہے - امیر خسرو اور کبیر کے ہاں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں - مثلاً

بھید پہلی میں کہی' سن لے میرے لال
عربی فارسی ہندی تینوں کرو خیال (امیر خسرو)

رات گنوای سوے دوس گنوائیو کھاے
ہیرا جنم انمول تھا کوڑی بدلے جاے (کبیر)

دھن راجا تویں راج بسیکھا
جہ کی رجائس سب کچھہ دیکھا (ملک محمد جائسی)

دوسرے افعال:—

کبھو گرو نہ کیجئے کال گہے کر کیس
نا جانو کت ماری ہے کیا گھر کیا پردیس (کبیر)

سائیں اتنا دیجئے جا میں کٹم سمائے
میں بھی بھوکا نا رہوں اور سادھو نہ بھوکا جائے (کبیر)

آیا ہے سو جائے گا راجا رنک فقیر
ایک سنگھاسن چڑہ لے ایک بندھ ہے جنجیر (کبیر)

کبیر اور میرابائی دو ایسے شاعر ہیں، جو عوام کی بول چال میں سادہ ہندی لکھتے ہیں اور اس لئے ان کی زبان سند ہوسکتی ہے —

درد کی ماری بن بن ڈولوں ویدملیا نہیں کوئے
میرا کی پربھو پیر مٹیے گی جب وے سانو ملیا ہوئے (میرا)

بھائی چھوڑیا ، بندھو چھوڑیا ، چھوڑیا سگا سوئے (میرا)

آج کہے کل بھجوں گا کالے کہے پھر کال
آج کال کے کرت ہی اوسر جاسی چال (کبیر)

سی ، علامت مستقبل ہے - پنجاب کے بعض ضلعوں میں بھی مستقبل کی یہ صورت مستعمل ہے - لیکن یہ علامت پنجاب سے نہیں آئی ، بلکہ اس کی اصل سنسکرت سے ہے —

سنسکرت میں لفظ شیتی علامت مستقبل ہے ، جو آگے چل کر سیتی بھی ہوگیا ہے ، اور پھر ہندی کی مختلف (شاخوں) زبانوں میں یہ لاحقہ مختلف شکلیں اختیار کرلیتا ہے ، گجراتی میں یہ جاکر مفرد کے لئے ایش ہوجاتا ہے اور جمع کے لئے (شے) جیسے کھوش (کھوےگا) اور جائوش (جائے گا) اور کرشے (کریں گے) آوشے (آئیں گے) پنجابی میں یہ 'سی' ماضی متعدی اور مستقبل کے لئے مستعمل ہے ، مشرقی راجستانی میں بھی مستقبل کے لئے آتا ہے - (اھے سی ، سوں ، ساں ، سو) اسی طرح ریوائی اور بھوج پوری

زبانوں میں بھی لہجے کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ اس کا استعمال مستقبل کے لئے اب تک رائج ہے اور پراکرت میں یہ لاحقہ سامی، سسامی، ھسی، وغیرہ کی صورت میں استعمال ہوتا تھا، سوا سندھی میں بھی جس سے برج بھاشا، گجراتی وغیرہ زبانوں نکلی ھیں، یہ لاحقہ اس صورت میں پایا جاتا ہے، اپ بھرنشا، (بگڑی ہوئی پراکرت) میں اس کی صورت سؤں، سسوں، سسی، سسے، سگی وغیرہ ہے پرانی دکنی میں بھی یہ 'سی' فعل مستقبل کے لئے اسی طرح استعمال ہوا ہے، چنانچہ 'سب رس' اور بعض دوسری کتابوں نیز شاہ برھان * وغیرہ کے کلام میں بلا تکلف استعمال ہوا ہے جیسے کرسی، جاسی، ھسوں، مارسوں، دیکھسوں، کرسوں، کہسوں وغیرہ —

اب پنجابی کے دوسرے افعال دیکھئے - جاوندا، کھاوندا (جاتا، کھاتا) آیا سی، گیا سی (آیا تھا، گیا تھا)، کردا اے (کرتا ہے) ان صورتوں کا کوئی تعلق اُردو سے نہیں —

اسی طرح ضمائر میں فرق ہے - اسی (ہم) تسی (تم) اُردو سے بالکل اجنبی ہیں —

پنجابی اور اُردو کے اکثر الفاظ کی تذکیر و تانیث کی مشابہت بھی کوئی ثبوت اس کا نہیں کہ پنجاب سے اُردو پہنچی ہے - قدیم اُردو کو دیکھا جائے تو اس میں تذکیر و تانیث کے معاملے میں بڑی آزادی تھی اور آج کل کی طرح تشدد نہ تھا - اس وقت یہ ثبوت پیش کرنا کچھ مفید نہیں ہوسکتا بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُردو کا اثر پنجابی پر پڑا ہے —

ہمارا خیال یہ ہے کہ پنجابی میں جو تھوڑی بہت مشابہت اُردو سے پائی جاتی ہے وہ اُردو کا اثر ہے نہ پنجابی کا - اُردو مسلمانوں کی ایک عام زبان ہوگئی تھی اور اس لئے ہر صوبے کے نامور شاعر اسی زبان میں شعر کہتے تھے تاکہ ان کے کلام کو زیادہ شہرت اور مقبولیت ہو - چنانچہ دکن، گجرات نیز پنجاب میں اس کا رواج ہوگیا تھا - اسی طرح ہندوؤں میں ہندی عام زبان تھی اور دوسرے مقامات کے لوگ بھی ہندی میں شعر کہتے تھے - مثلاً مرہٹوں میں کئی نامور شاعر ایسے گزرے ہیں جن کا کلام ہندی میں بھی پایا جاتا ہے حالانکہ ہندی اُن کی مادری زبان نہ تھی —

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اصل مضمون کی تحقیق میں ضمنی باتیں زیادہ کارآمد اور قابل قدر نکل آتی ہیں - یہی حال اس کتاب کا ہے - فاضل پروفیسر

---

* شمس العشاق شاہ برھان الدین جانم وفات سنہ ۹۹۰ ھ —

برانی کو اگرچہ اصل بحث میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی' لیکن اس ضمن
یں انہوں نے ایسی ایسی تحقیق کی ہے جو نہایت قابل قدر ہے - اس میں
سالی ہند اور پنجاب کے قدیم اُردو لکھنے والوں کو جو انہوں نے کھوج لگا کر نکالا
ہے ' وہ بالکل نئی چیز ہے - اس کے علاوہ اور بہت سے ادبی اور لسانی نکات ایسے
اے جاتے ہیں جو ہر لحاظ سے لائق تحسین ہیں —
پروفیسر شیرانی کی یہ کوشش اُردو داں طبقے کے لئے قابل فخر ہے —

خیالات اِرونگ

مولوی محمد یحییٰ صاحب 'تنہا' مؤلف سیرالمصنفین نے مشہور امریکی دشار
واشنگٹن اِرونگ (Washington Irving) کے چند مضامین کا ترجمہ اس نام سے کیا ہے'
ترجمے کے لئے چھ مضامین منتخب کئے گئے ہیں' مضامین کا انتخاب دلچسپ ہے'
اور اس سے امید ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان نثر نگاروں کو جولانی دکھانے کے لئے نئے نئے
میدان ہاتھ آئیں گے —

ترجمے کے متعلق جناب مترجم نے خود دیباچے میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ترجمے
زمانۂ طالب علمی میں کئے گئے تھے - اگر جناب مترجم ان کی نظر ثانی کرلیتے تو اچھا
ہوتا' ہم نے ایک ایک مضمون کو اصل کے مقابل رکھ کر پڑھا ہے' بامحاورہ ترجمے پر
کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا ' لیکن جب ترجمے کی عبارت نہ صرف اصل سے الگ ہو '
بلکہ نفس مضمون میں اس سے گنجلک اور ابہام پیدا ہوتا ہو' تو اعتراض ضرور
ہوتا ہے - پہلے ہی مضمون میں Foreign prrts of the city کا ترجمہ ''شہر کے غیر ملکی
حصے'' نہ صحیح ترجمہ ہے' اور نہ '' با محاورہ'' - ہم ذیل میں صرف چند صفحات کی
طرف جناب مترجم کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں —

صفحہ ۱۵ ''بر اعظم'' یہاں Continent سے مطلب یورپ ہے —

صفحہ ۱۹ ''جب کہ وہ اس کے ساتھ ہوتی'' اصل میں 'In Company' ہے جس '
مطلب ''اس کے ساتھ'' نہیں' بلکہ '' سہیلیوں اور ملنے جلنے والوں کے ساتھ '' ہے—

صفحہ ۱۹ ''چند ماہ شادی میں تاخیر ہوگئی تھی'' یہ غلطی تعجب خیز ہے
اس لئے کہ اس سے تو قصہ کا مطلب ہی خبط ہوجاتا ہے —
"He had been married many months when etc" اس کا کھلا ہوا مطلب
یہ ہے کہ ''ان کی شادی ہوے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ'' اگر شادی میں تاخیر ہوگئی

ہوتی' تو بحیثیت بیوی کے مہری کے صفات کیسے ظاہر ہوتیں —

صفحہ ۲۲ "مگر اظہار حال کا وعدہ کرلو" - غلط ترجمہ ہے "but postively" سے مطلب "قطعی انکار" ہے —

صفحہ ۲۳ "کثور ہمدردیوں" "Fervent Sympatthies" کا ترجمہ تو گہری یا خوشدلی ہمدردی ہونا چاہئے —

صفحہ ۳۲ پہلا جملہ بالکل غلط ہے' مصنف نے ظریفانہ انداز میں یہ لکھا ہے کہ مجھے اس پر تعجب ہے کہ انکے بہت سے سر جلھوں قدرت نے "گنج" کی دولت سے مالا مال کیا ہے' الخ" —

barrenness سے صرف اہل علم افراد کے سروں کا "بالوں سے خالی ہونا" مراد ہے —

افسوس ہے کہ زیادہ طویل تبصرے کی گنجائش نہیں ہے' ورنہ اور بہت سے امور ایسے ہیں جو طبع ثانی میں قابل اصلاح ہیں ہمارا خیال ہے کہ اگر ان مضامین کی نظر ثانی کرلی جاتی تو اچھا ہوتا' کتاب چھوٹی تقطیع پر جامعہ ملیہ پریس میں چھپی ہے' اور مینیجر دارالاشاعت غازی آباد سے ۸ آنے میں مل سکتی ہے —

جذبات یاور

(تصنیف جناب مولوی مرزا محمد بہادر حیدرآبادی جج و مجسٹریٹ ضلع پربھنی
قیمت دو روپے - خورشید کمپنی' چھتہ بازار' حیدرآباد دکن)

یہ مولوی مرزا محمد بہادر ' یاور ' کے کلام کا مجموعہ ہے ' جو چھوٹی خوب صورت تقطیع پر ۲۶۶ صفحوں کے حجم میں شایع ہوا ہے ' یاور صاحب جناب مولانا نظم طباطبائی کے شاگرد ہیں' خیرآباد اودہ آپ کا وطن ہے' اور مدت سے حیدرآباد دکن میں قیام پذیر ہیں - اور بچپن ہی سے شعر و سخن کا ذوق رکھتے ہیں - ان کا دیوان جذبات یاور' علمی ادبی' اخلاقی کلام اور اکثر اصناف سخن مثلاً قصیدہ' رباعیات' سلام' قطعات' غزلیات اور جدید طرز کی نظموں ' مسدس و مستزاد وغیرہ پر حاوی ہے - اکثر غزلیں بھی اخلاقی ہیں - اور کئی نظمیں بہت پاکیزہ ہیں - قصائد ایک حد تک مبالغہ' غلو وغیرہ سے پاک ہیں' کلام صاف ستھرا ہے' زبان عمدہ اور بیان سلیس ہے- اور اثر و تاثیر سے بھی خالی نہیں - اخلاقی نقطۂ نظر سے خصوصیت کے ساتھہ جذبات یاور قابل قدر ہے —

ابن یمین

مؤلف۔ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی۔ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ لمیٹڈ کمپنی۔ پنڈی بہاؤالدین ' پنجاب - حجم ۲۲۵ صفحات - تقطیع متوسط - لکھائی' چھپائی ' کاغذ متوسط - قیمت ۱ روپیہ ۸ آنے --

ابن یمین فارسی کا اخلاقی شاعر ہے ' مگر اس کے کلام کو وہ شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جو سعدی شیراز کو ہے - اگرچہ اس کا کلام ہمارے ہندوستان کی بعض یونیورسٹیوں کے کورس میں ہے - اور نہ صرف اُردو بلکہ خود فارسی میں بھی اس کے کلام کے ساتھہ زیادہ اعتنا نہیں کی گئی' نہ کوئی کتاب اس کے حالات پر لکھی گئی نہ کوئی تبصرہ اس کے کلام پر کیا گیا - اب ایران جدید کے مشہور نامور ادیب و شاعر رشید یاسمی نے ایک رسالہ شائع کیا ہے - جس میں ابن یمین کے حالات بسط و تفصیل سے لکھے - اور اس کے کلام پر مبسوط تبصرہ بھی کیا ہے - اس کا ترجمہ مفید اضافوں کے ساتھہ اُردو میں مولوی عبدالسلام صاحب نے کیا ہے - اس میں اس کے حالات زندگی ' جوانی ' کہولت' اخلاق و مذہب و شعر و شاعری وغیرہ کو تفصیل سے دکھایا ہے - جو حضرات فارسی کا مذاق رکھتے ہیں ان کے لئے خصوصیت کے ساتھہ اس کا مطالعہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے —

پیکر وفا

تصنیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ۔ دفتر رسالۂ عصمت دہلی۔ حجم ۴۸ صفحات لکھائی ' چھپائی ' کاغذ بہت عمدہ تقطیع متوسط - قیمت ۶ آنے —

خاتون اکرم صاحبہ اُردو کی انشا پرداز خاتون تھیں ' جن کے اکثر مضامین نسوانی رسائل میں چھپتے رہتے اور عام طور پر پسند کیے جاتے تھے - یہ مختصر افسانہ انھیں کے قلم کی تراوش کا نتیجہ ہے - جس میں انھوں نے دکھایا ہے کہ ظالم مرد بے زبان اور معصوم عورتوں پر کیسے کیسے ستم توڑتے ہیں - نہ صرف غیر تعلیم یافتہ' بلکہ یورپ کے تعلیم یافتہ اور مہذب لوگ بھی جو بیوی کے ہوتے میموں کو لے آتے ہیں - ہمارے نزدیک جس کی بیوی موجود ہو وہ قانوناً کسی یوروپین عورت سے شادی نہیں کر سکتا - اور حالانکہ ایسے افسانے جن میں صرف مردوں کے مظالم کا رونا رویا گیا ہو - یا تمام تر گناہ عورت کے سر تھوپا گیا ہو ' باهمی تنافر اور غلط فہمی پیدا کر رہے

مذہب بن جاتے ہیں۔ خاص کر ناتجربہ‌کار اور کمسن افراد کے لئے۔ اور ان سے اصلاح و اخلاق کی غرض مفقود ہو جاتی ہے۔ قصہ دلچسپ و پر اثر ہے—

اندر سبھا

(مرتبۂ جناب نور الٰہی و محمد عمر صاحبان۔ دارالاشاعت پنجاب لاہور)

امانت کی اندر سبھا اُردو کی نہایت مشہور اور مقبول کتاب ہے۔ نور الٰہی و محمد عمر صاحبان نے، جن کا اُردو ڈرامے پر بہت بڑا احسان ہے، اسے بہت صحت اور احتیاط سے مرتب کیا ہے۔ شروع میں قابل مرتبوں نے بیس صفحے کا ایک دیباچہ تحریر فرمایا ہے جس میں اس ناٹک کی خصوصیات اور معائب سے بحث کی ہے نیز اس کی شان نزول بھی بیان کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ناٹک واجد علی شاہ کے فرمانے پر امانت نے لکھا۔ اور خود "بادشاہ مع مصاحبین کے پارٹ کیا کرتے تھے" یہ بحث بہت دلچسپ ہے۔ اس کی تائید میں انھوں نے بہت سے دلائل اور قرائن پیش کئے ہیں؛ جو قرین قیاس تو ہیں مگر ایسے نہیں کہ بے چون و چرا تسلیم کر لئے جائیں۔ مثلاً اس شعر کو پیش کر کے کہ:—

راجا ہوں میں قوم کا اندر میرا نام
بن پریوں کی دید کے مجھے نہیں آرام

یہ کہنا کہ اس سے اُن کے "قول کی ضمنی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ واجد علی شاہ کے سامنے کس کا منہ تھا کہ وہ حضوریوں ہی "راجا ہوں میں قوم کا" کا کلمہ زبان پر لا سکتا کہ اس قسم کی بات کا گوارا کرنا مشرقی بادشاہوں کی فطرت کے خلاف ہے۔ شاہ دہلی اور نواب اودھ کے باہمی تعلقات مدنظر رکھیں تو ان الفاظ کا واجدعلی شاہ کے منہ سے نکلنا اور بھی موزوں ہوجاتا ہے"۔ یہ بہت دور کا قیاس ہے—

اس میں شک نہیں کہ اندر سبھا اُردو ناٹکوں میں بہت قابل قدر تصنیف ہے اور اس میں امانت نے اُن دور ازکار اور بھونڈی صنعتوں سے بھی بہت کم کام لیا ہے جن سے ان کا کلام بھرا پڑا ہے۔ اس کی زبان بہت صاف ہے۔ گانے کا بھی خاص التزام رکھا ہے اور خود قصے میں بڑی دلچسپی پیدا کی ہے۔ امانت کے کلام کے زندہ رہنے کی توقع نہیں۔ مگر اندر سبھا بہت دن تک زندہ رہے گی—

کتاب کے آخر میں تین چار صفحے کے حواشی بھی ہیں جن میں بعض ضروری باتیں جو شرح طلب تھیں، بیان کردی ہیں—

اسلامی لغت جلد اول

(مرتبۂ جناب مولوی سید حامد حسین صاحب رضوی - علیگ)

ہم اس کتاب کا صدق دل سے خیر مقدم کرتے ہیں، اُردو میں اپنی طرز کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں ہر قسم کے اسلامی علوم و فنون کے مسائل و مصطلحات مذکور ہیں، اور مشاہیر اسلام کے کچھہ کچھہ تذکرے بھی گئے ہیں - کیا اچھا ہوتا اگر فاضل مصنف انسائکلو پیڈیا آف اسلام سے بھی اس میں مدد لیتے —

مصنف نے تصریح فرمائی ہے کہ "حتی الامکان مصطلحات شرعیہ کی تشریح کی ابتدا اُنھیں اعتقادات و مسائل سے کی گئی ہے جو اہل تسنن کا معمول بہ ہیں" (دیباچہ - ص پ) لیکن اس ذیل میں ایسی باتیں بھی ہیں کہ اہل تسنن اپنے معتقدات و مسلمات میں اُن کو شامل کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوں گے —

مثلاً ابن عمر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے حضرت علی مرتضی سے، جب آں جناب خلیفہ ہوے، بیعت نہیں کی، لیکن سنہ ۶۰ ھ میں یزید کی بیعت قبول کرلی (ص ۸) —

اس ذیل میں نہ کوئی تشریح کی ہے نہ پورا واقعہ درج ہے —

حضرت ابوبکر کے انتخاب خلافت کی نسبت لکھتے ہیں "آپ کا انتخاب .... ایک فتنہ انگیز واقعہ تھا جو حالت اضطراب میں عمل میں آیا" —

عہد خلافت صدیقی کو "پانچ مشہور واقعات" پر منحصر رکھا ہے (۱) فدک (۲) قتل ابن نویرہ (۳) قتل مسیلمہ (۴) فتح یرموک (۵) قیام بیت المال —

پہلے واقعے کے الفاظ یہ ہیں "حضرت فاطمۃالزہراء بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ فدک کو جو جناب سیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا تھا حضرت ابوبکر سے طلب کیا، لیکن حضرت ابوبکر نے "نحن معاشر الانبیاء" والی حدیث روایت کرکے اس جائداد میں سے کچھہ بھی نہ دیا - حضرت فاطمۃ الزہراء اس حدیث کو موضوع کہتی تھیں" الخ (ص ۹) —

امام ابو حنیفہ کی نسبت دو بزرگوں کے حوالے سے "دو متضاد رائیں" بیان کی ہیں (۱) بڑے منطقی تھے (۲) فرقۂ حنفیہ یعنی امام صاحب اور اُن کے تابعین کو مُرجیہ کی ایک شاخ اور غیر ناجی قرار دیتے ہیں" (ص ۱۰) —

ابو طالب کا نام (بقول بعض) عمران لکھہ کے فرماتے ہیں "اکثر مورخین و

محققین کی رائے میں قرآن مجید میں آل عمران کا اشارہ اسی پر محمول ہے اور آل عمران سے مراد کبھی آل محمد بھی ہوتے ہیں" (ص ۱۱) —

ابو ہریرہ کے متعلق ایک کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ "امیر معاویہ نے ابو ہریرہ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور عروہ بن زبیر کو جھوٹی حدیثوں وضع کرنے پر مامور کیا تھا" (ص ۱۲) —

اجماع کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے "تاریخی لحاظ سے اجماع کی ایجاد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات حسرت آیات کے چند گھنٹوں کے بعد .... ہوئی جس کی رو سے حضرت ابو بکر پہلے خلیفہ مقرر ہوے۔ گویا سیاست نے اجماع کو پیدا کیا - اور نفس الامر یہ ہے کہ سیاست ہی کی حمایت میں اجماع پھولا اور پھلا" (ص ۱۸) —

اجماع کو سیاست کی پیداوار بتاکر اب خود سیاست کی تعریف بھی سن لیجئے جو آپ نے دیباچہ میں دی ہے کہ "اسلام میں فرقہ بندی بجاے تمدن کے سیاست کے ہاتھوں عمل میں آئی اور سیاسی تلوار نے نہایت بے دریغی سے اسلام کی روح حریت و اظہار حق و امر بالمعروف کی قوت کو غارت کیا" (ص ب - پ) — الی غیر ذٰلک۔

امر حق بہر حال قابل اتباع ہے، خواہ کسی مذہب والے اس کو مانیں یا نہ مانیں، لیکن افسوس ہے کہ مصنف نے جو باتیں لکھی ہیں وہ سراسر حق کے منافی ہیں اور تحقیق سے اُن کو قطعاً سروکار نہیں —

یہ تاسف اُس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ "اسلامی لغت" جیسی معلومات عامہ کی کتاب میں وہ باتیں درج ہیں جو تشئیدالمطاعن جیسی کتابوں کے لائق تھیں —

پہلی جلد حرف "ت" تک ہے - دوسری جلدیں زیر ترتیب ہیں - یہ بہت بڑا کام ہے اور ایک شخص کی بساط سے باہر ہے، مگر قابل مؤلف کی ہمت قابل آفریں ہے کہ انہوں نے اِس دشوار کام کے سر انجام دینے کا بیڑا اُٹھایا ہے —

نظم

جام صہبائی

(مصنفۂ جناب عبدالسمیع پال صاحب 'اثر' صہبائی' بی-اے (آنرز) ایل-ایل-بی' تقطیع چھوٹی - حجم ۸۰ صفحے - لکھائی' چھپائی' کاغذ عمدہ - قیمت ۸ آنے - ملنے کا پتہ: دارالتالیف' بوڈن روڈ - لاہور)

جناب اثر صہبائی سر زمین پنجاب کے نوجوان اور ہونہار شعراء میں امتیازی درجہ اور مذاق پاکیزہ رکھتے ہیں - ان کا کلام اکثر پنجاب کے رسائل میں شائع ہوتا اور پسندیدگی و دل چسپی سے پڑھا جاتا ہے - رباعیات کا ذوق خاص ہے - خیام کا زیادہ اتباع کرتے ہیں' اور اس مجموعے میں وہی لطیف رنگ نمایاں ہے - شروع میں جناب پنڈت کیفی دہلوی کا ایک مختصر مقدمہ شامل ہے' جس میں موصوف نے کلام اثر کے محاسن شعری پر تبصرہ فرمایا ہے —

یہ رباعیاں اکثر لطیف جذبات مستی و رندی سے لبریز ہیں جو خیام کا امتیازی رنگ ہے —

مثنوی بحرالمحبت

(مصنفۂ شیخ مصحفی' مرتبۂ جناب مولوی عبدالماجد صاحب دریاآبادی - تقطیع متوسط' لکھائی چھپائی' کاغذ متوسط؛ حجم ۸۹ صفحات - قیمت ۸ آنے - ملنے کا پتہ: دارالمصنفین اعظم گڈھ - یو - پی)

یہ مثنوی اس سے پہلے بھی شائع ہوچکی ہے' اب دوبارہ جناب مرتب اِس کو مزید نے تصحیح ضروری و مفید حواشی' مقدمہ و فرہنگ کے اضافے کے ساتھ شائع کیا ہے سے زیادہ مفید و دل چسپ بنا دیا ہے - اساتذۂ قدیم کے شیدایان کلام منگواکر لطف اندوز ہوں —

یادِ وطن

(مصنفۂ جناب مولوی اعجاز حسین صاحب علوی کاکوروی، سب رجسٹرار
تعلقۂ بھوکردن - ضلع اورنگ آباد (دکن) - تقطیع چھوٹی -
حجم ۳۲ صفحے لکھائی، چھپائی، کاغذ متوسط؛ قیمت درج نہیں)

یہ مختصر مثنوی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، جناب اعجاز نے اپنے وطن عزیز کاکوری اور اس کے ممتاز مشاہیر اسلاف کی یاد میں لکھی ہے - ہر شعر سے مصنف کی اپنے وطن اور اہل وطن سے محبت کا پاک جذبہ نمایاں ہے، کلام میں روانی و مشاقی اور جوش و اخلاص پایا جاتا ہے —

تذکار سلف

(مصنفۂ جناب مولوی ضیاء احمد صاحب ایم - اے، بدایونی - پروفیسر
انٹر میڈیٹ کالج، مسلم یونیورسٹی - علی گڈہ - تقطیع چھوٹی -
حجم ۳۲ صفحے - لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ؛ قیمت درج نہیں)

یہ جناب ضیا کے ۹۰ - ۱۰۰ اسلامی و تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے جن میں عہد رسالت و خلافت وغیرہ کے کسی اخلاقی واقعے کو نہایت عمدگی سے نظم کیا ہے - مولانا شبلی مرحوم کی اس قسم کی نظمیں بہت مقبول ہوچکی ہیں یہ قطعات بھی اُسی انداز پر لکھے گئے ہیں اور اس تقلید میں جناب ضیا کو پوری کامیابی ہوئی ہے —

لطف بیان اور شاعری کے لحاظ بھی بہت خوب ہیں ' لیکن اردو میں عربی اشعار کا اختلاط ہم پسند نہیں کرتے ' زبان اگر سادہ ہوتی تو مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے بھی یہ مجموعہ کار آمد ہوتا —

مذہب و اخلاق

اسلام اور غلامی

(مؤلفہ جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواروی - ملنے کا پتہ :
منیجر صاحب مسلم ایسوسی ایشن بک ڈپو - پھلواری شریف - پٹنہ -
حجم ۳۲ صفحات - لکھائی، چھپائی، صاف : قیمت ۳ آنے)

اس چھوٹے سے رسالے میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ اسلام نے غلامی کی رسم کو فنا نہیں کیا،
مگر غلاموں کے ساتھ بہت رواداری و مساوات کا برتاؤ اور عمدہ سلوک کرنے کی
تاکید کی ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بہت سے غلام بڑے بڑے مرتبوں پر فائز ہوئے - مختصراً
اُن چند بزرگان دین کے نام اور حالات بھی پیش کئے گئے ہیں، جو غلام تھے، مگر اپنے کمال اور
تقویٰ اور بزرگی کی وجہ سے اسلامی دنیا میں امتیازی شان رکھتے ہیں، اُن کے [illegible]
اُن کے آقاؤں کی مساوات و حسن سلوک کا مرقع ہیں - بیان صاف اور [illegible]

اسلامی مساوات

(تالیف جناب مولوی حفیظ اللہ صاحب - مسلم بک ڈپو - پھلواری شریف پٹنہ
حجم ۸۴ صفحہ - قیمت ۸ آنے، لکھائی چھپائی صاف، کاغذ متوسط)

یہ رسالہ بھی مولوی حفیظ اللہ صاحب کی تالیف ہے - جس میں بتایا گیا ہے کہ [illegible]
مذاہب تو زبانی مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن حقیقی مساوات اور [illegible]
و اخوت اگر کسی مذہب میں عملی طور پر پائی جاتی ہے تو وہ صرف اسلام [illegible]
جناب مؤلف نے نہ صرف تاریخی نظائر ثبوت میں پیش کئے ہیں [illegible]
سے استشہاد کرکے دعاوی کو مدلل بنا دیا ہے - یہ رسالہ مقبول [illegible]
ہے اور انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ ہوچکا ہے اور اکثر [illegible]
سراہا ہے - جناب مؤلف کا طرز بیان سلجھا ہوا اور معقول [illegible]

معصومیت سے کام نہیں لیا گیا ہے - ایسے رسالے نہ صرف غیر اقوام بلکہ خود اپنے افراد قوم کی اصلاح اور فرقہ بندی کی لعنت دور کرنے کے لئے کثرت سے شائع کئے جائیں تو بہت مفید اثر ہوگا —

ویدوں کی بہشت

(مؤلف جناب مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی دارالکتب اسلامیہ' احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ - لاہور - قیمت ۸ آنے - لکھائی' چھپائی' کاغذ معمولی - حجم ڈیڑھ سو صفحات)

اسلام پر آریوں کے جو اعتراضات ہوتے رہتے ہیں - اُن میں ایک اہم اعتراض وعدہ جنت اور اس کے نعماء پر ہے اور اسی پر بڑا زور دیا جاتا ہے' جناب مولف نے اُن کے اس قسم کے تمام اعتراضات کا جواب خود قرآن حکیم کی آیات سے دیا ہے' اور تردید کی ہے - پھر ویدوں میں جنت کا جو کچھہ ذکر مذکور ہے اُس کا مقابلہ قرآنی جنت سے کیا ہے - آخر میں خود بھی وید اور اس کی تعلیم پر چند اعتراض وارد کئے ہیں - مولوی صاحب موصوف سنسکرت کے بڑے فاضل اور جماعت احمدیہ کے مشہور مبلغ ہیں - جو خاص کر تردید آریہ کا فرض ادا کرتے ہیں - یہ کتاب اپنی قبولیت عام کی وجہ سے اب دوبارہ چھپی ہے: جو حضرات اس قسم کے مناظرہ اور خصوصاً تردید آریہ سے دل چسپی رکھتے ہیں' وہ خریدیں اور مطالعہ فرمائیں —

یجر وید کا اُردو ترجمہ

(مترجم: جناب مولوی عبدالحق صاحب موصوف - دارالکتب اسلامیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور - لکھائی' چھپائی' کاغذ عمدہ - حجم ۲۴۰ صفحات - قیمت ایک روپیہ چار آنے)

جناب مترجم نے یجروید کا یہ ترجمہ اگرچہ جوش تبلیغ کے لحاظ سے کیا ہے مگر اس امر کا بھی بہت خیال رکھا ہے کہ ترجمہ ویدوں کی قدیم و جدید تفسیروں

کے موافق ہو- جو اب تک سانسکرت اور دوسری زبانوں میں ہو چکی ہیں- اس وجہ سے یہ ترجمہ مستند ہوگیا ہے' اور کئی ہندو وآریہ علماء نے اس ترجمہ کی صحت و معقولیت کا اعتراف کیا ہے' اور اسے سراہا ہے- شروع میں جناب مترجم نے ۱۴ صفحے کا ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جو ویدوں سے متعلق علمی معلومات سے پر ہے- اُس سے ہمیں یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہے کہ اردو زبان میں یہ پہلا ترجمہ ہے - اور نیز اس سے پہلے جو ترجمے ہندوستان میں ہو چکے ہیں - وہ غلطیوں اور تحریفات سے خالی نہیں - یہ ترجمہ جماعت احمدیہ نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے' اور جا بجا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ کی زبان صاف اور بیان سلیس ہے - ہر اُردو دان آسانی سے سمجھہ سکتا اور وید کی تعلیمات سے واقفیت پیدا کرسکتا ہے - جو حضرات سنسکرت اور ہندی نہیں جانتے وہ اس سے استفادہ کرسکتے ہیں —

ہر صفحے کے ذیل میں مترجم صاحب نے ضروری نوٹ دے کر اور زیادہ ترجمے کو کار آمد و مفید بنادیا ہے —

متفرق

انشاے جدید

(مؤلف مولوی محمد علی خاں 'اثر' رام پوری- خسرو باغ روڈ' ریاست رام پور)

یہ کتاب مولوی محمد علی خاں 'اثر' رام پوری کی مفید تالیف ہے' دور جدید کی فارسی میں جناب مؤلف نے رقعات اور خطوط کا ایک ذخیرہ اس کے اندر جمع کیا ہے- جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ایران جدید کا طرز نگارش کیا ہے - جدید فارسی پڑھنے اور سیکھنے والوں کے لئے یہ انشا مفید ہے - شروع میں چھہ صفحوں کا ایک مقدمہ ہے جس میں انشا کی مختصر تاریخ اور موجودہ تغیرات کا تذکرہ کیا ہے - اس میں خاص اہل زبان کے رقعات و مکتوبات بھی جناب مؤلف نے بہم پہونچا کر شامل کئے

ہیں ایران کی مطبوعہ کتاب انشا کو بھی ماخذ قرار دیا ہے' اور ایک ایرانی فاضل سے مشورہ لے کر کتاب کو مستند بنا دیا ہے' شروع میں ہر قسم کے رقعات' مراسلات کے نمونے اور اور طریقے بتائے ہیں' نیز وہ القاب بھی جو آج کل ایران میں رائج ہیں - آخر میں ایران کے مروجہ سکہ جات' اوزان اور پیمانے بھی لکھ دیے ہیں - غرض یہ چھوٹی سی کتاب ہمارے خیال میں فارسی کے نصاب میں شامل ہونے کے لائق ہے اور مسلم یونیورسٹی کے نصاب درجۂ ایف - اے میں شامل ہو چکی ہے - قیمت کہیں درج نہیں —

اُردو کے جدید رسالے

انجنیرنگ لاہور

(ایڈیٹر' ناشر و طابع سوکھا رام صاحب - سائز رسالۂ اُردو - قیمت فی پرچہ ۸ آنے سالانہ ۴ روپیے - صفحات ۶۴ - لکھائی' چھپائی' کاغذ معمولی)

یہ مفید رسالہ ڈاکٹر گیان چند صاحب شرما' ایم - ایس - سی' کی سرپرستی میں لاہور سے نکلا ہے - دنیا کی جدید صنعتوں خصوصاً مشینوں کلوں' انجنوں' بوئلروں' اور الکٹرسٹی وغیرہ کے متعلق مفید معلومات معہ تصاویر بہم پہنچاتا ہے - اُن مشاہیر کے حالات بھی شائع کرتا ہے' جنھوں نے اپنی عملی مساعی سے غیر معمولی ترقیاں کی ہیں- نیز صنعت و حرفت کے مفید عام اور معمولی معلومات بھی ہیں - غرض اپنے مقاصد خاص کے لحاظ سے اردو میں یہ پہلا رسالہ ہے' ہم اس قسم کے صنعتی رسائل کو ملک کے لئے ضروری اور نیک فال خیال کرتے ہیں - جو نوجوانوں میں صحیح صنعتی ذوق اور فنون عملیہ کا رجحان پیدا کریں اور عام لوگوں کے بھی معلومات فنی بڑھائیں - اس لحاظ سے یہ رسالہ قابل قدر ہے —

دستور آصفی

(مدیر - جناب مولوی عبدالرحمن صاحب، سکریٹری انجمن اتحاد ترقی تعلیم
حیدرآباد دکن - قیمت عام سالانہ ۳ روپیے ۸ آنے - حجم تقریباً ۶۴ صفحے -
لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ - سائز رسالۂ اُردو کا)

یہ رسالہ بھی حال ہی میں نکلنا شروع ہوا ہے - اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ ملک کو دور عثمانی کی اقتصادی، فنی، آئینی اور مادی ترقیوں سے رو شناس کرے - اور لوگوں میں ذوق صنعت و تجارت و زراعت بڑھائے - جو اس وقت ضروری ہے اس کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں مضامین اور دوسرے حصے میں وہ قوانین ریاست و فرامین شاہی ہیں، جن کا رفاہ عام سے لگاؤ ہے - عام دل چسپی کے خیال سے غزلیات کو بھی جگہ دے دی ہے - اعلیٰ حضرت اور عالی جناب صدر اعظم صاحب کی تصاویر بھی زیب رسالہ ہیں - اور اُن کی شان میں کچھہ قصیدہ خوانی بھی - زراعت و تجارت وغیرہ کے متعلق نئی مفید مضامین ہیں، اس قسم کے رسالے ملک کے لئے بہت مفید و ضروری ہیں - بشرطیکہ غیر متعلق زوائد سے پاک ہوں - اُمید ہے کہ دکن میں خصوصیت سے یہ رسالہ مقبول ہوگا —

طور

(ایڈیٹر : جناب مولوی جلال الدین صاحب "اکبر" بی - اے (آنرز)
معاون ایڈیٹر: جناب نذیر احمد صاحب- ملنے کا پتہ: دفتر رسالۂ طور -
شیرانوالہ دروازہ - لاہور - قیمت سالانہ کہیں درج نہیں -
فی پرچہ ساڑھے چار آنے - حجم ۲ جزو - سائز رسالے اُردو کا)

یہ جدید ماہانہ ادبی رسالہ بھی حال ہی میں لاہور سے نکلا ہے، اور جس قسم کے ادبی و علمی رسائل آج کل اس دارالاشاعت (لاہور) سے نکل رہے ہیں - اسی طرح کا یہ بھی ہے - کوئی خاص مقصد اس کا نہیں معلوم ہوتا - مضامین اور نظمیں بھی اکثر اُنہیں نوجوان شعرا اور انشا پردازوں کی ہیں جو پنجاب کے رسالوں میں لکھتے رہتے ہیں - ہمارے سامنے طور کا یہ دوسرا نمبر ہے - سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے - نظمیں متوسط درجے کی ہیں، ادب اور افسانے کا رنگ غالب ہے - مولانا ظفر علی خاں کا ایک سوانح

مضمون "عراق کا شاہ شطرنج" بہت خوب و دلچسپ ہے ۔ اور اس نمبر میں کوئی خاص عملی مضمون نظر نہیں آیا —

صوفی

(ایڈیٹر : ملک محمد اسلم خاں صاحب بی ۔ اے (کلتب)
پنڈی بہاءالدین پنجاب۔ لکھائی، چھپائی، کاغذ متوسط ہلکا۔
حجم تقریباً ۵۰ صفحے - قیمت سالانہ ۲ روپے)

یہ رسالہ مدت سے نکل رہا ہے اور اس نے اردو کی ادبی و علمی خدمت میں بڑا حصہ لیا ہے - اس وقت اپریل اور مئی کا مجموعی نمبر ہمارے سامنے ہے، جو ریویو کی غرض سے بھیجا گیا ہے، اس نے تدریجاً بہت ترقی کی ہے۔صوفی میں زیادہ تر مضامین ایسے ہوتے ہیں جن میں اسلامی تاریخی رنگ نمایاں ہو - اس نمبر میں افسانے اور نرے مضمون بھی نظر آتے ہیں - عام دلچسپی کے خیال سے شاید یہ جدید اضافہ ہے - لائق ادبی ایڈیٹر اسے مفید و دلچسپ بنانے میں پوری کوشش کر رہے ہیں - اس نمبر میں کئی مضمون اور نظمیں پاکیزہ و قابل قدر ہیں —

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے—

(۱) " عطاے سلیم "

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جاے گا—

(۲) " عطاے عبدالحق "

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، عطا فرمائیں گے—

(۳) " عطیۂ ہاشمی "

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی—

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا- انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا—

المعــــــــلن

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

رسالہ "ھمایوں" لاھور

ھمایوں پنجاب کا سب سے زیادہ موقر اور غالباً سب سے کثیرالاشاعت رسالہ ھے جو سات سال سے ملک کی شاندار علمی و ادبی خدمات انجام دے رھا ھے - ھمایوں کی عنان ادارت نہایت قابل ھاتھوں میں ھے - اس کے بلند پایہ علمی ادبی اور تاریخی مضامین دلچسپ و دلکش افسانے اور گراں پایہ نظمیں بے نظیر ھوتی ھیں - ھمایوں میں آپ بیک وقت ملک کے تمام نئے اور پرانے انشا پردازوں کی تحریروں سے لطف اندوز ھوسکتے ھیں - محض ادب کے زیر عنوان اُردو کے علاوہ انگریزی ' ھندی ' بنگالی ' گجراتی ' مرھٹی وغیرہ دیگر زبانوں کے مشہور رسائل سے دلچسپ اقتباسات ھر مہینے شائع کئے جاتے ھیں - اِس لحاظ سے ھمایوں کے خریدار تمام دوسرے رسالوں کے بہترین مضامین سے بھی لطف اندوز ھو سکتے ھیں - یہ رسالہ آنریبل جسٹس میاں محمد شاہ دین صاحب ھمایوں سابق چیف جج پنجاب ھائی کورٹ کی یادگار ھے - ھمایوں ایک مستقل سرمایہ سے جاری کیا گیا ھے اور بفضلہ تعالی جاری رھیگا - یہ رسالہ وقت اشاعت کی پابندی میں ضرب المثل ھے - اس کے ظاھری و باطنی محاسن پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا جاتا ھے - ھمایوں کے ھر پرچے میں دلکش اور نایاب تصاویر شائع ھوتی ھیں - اس کا کاغذ لکھائی اور چھپائی نہایت نفیس ھے - چندہ سالانہ پانچ روپیہ چھ آنہ معہ محصول ڈاک - ششماھی تین روپیہ تین آنہ معہ محصول ڈاک --

المشتھر

مینیجر رسالہ ھمایوں ' ۲۳ - لارنس روڈ لاھور

انجمن کے مطبوعات

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب' ایم- اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے رسالۂ اُردو میں اُردو شاعری پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو عام طور پر بہت پسند کیا گیا تھا اب رضوی صاحب نے اس میں بہت کچھ اضافہ کرکے کتابی صورت میں کردیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو نے اُسے نہایت عمدہ طور پر پوری کتاب دو رنگوں میں (لیتھو میں) طبع کرائی ہے - اور پورے کپڑے کی خوشنما جلد ہے۔ حجم دو سو صفحے قیمت دو روپیہ —

کلیات ولی

ولی دکنی کے نام سے کون اُردو داں واقف نہ ہوگا - اسے اُردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں اور یہی گویا ہماری قدیم شاعری کا قدیم اور ممتاز ترین علم بردار ہے - اور اس کا کلام اس زمانے کی زبان اور شاعری کا بہترین اور کامل مرقع ہے —

یہ کلیات جناب احسن صاحب مارہروی نے نہایت محنت' کاوش اور قابلیت سے مرتب کیا ہے - اور انجمن ترقی اردو کے جدید ترین مطبوعات میں ہے - اب تک ولی کے جو دیوان کہیں کہیں چھپے اور ملتے ہیں - اکثر غلط اور نا مکمل ہیں- یہ کلیات ۱۷-۱۸ قدیم' قلمی' نایاب نسخوں سے مقابلہ اور صحیح کرکے کئی سال کی لگاتار محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے —

اس قادرالکلام اُستاد کا کلام اور کلیات تقریباً تمام اصناف سخن پر حاوی ہے' اور تقریباً چار سو صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ شروع میں مرتب صاحب کا ایک بسیط اور قابل قدر مقدمہ ہے جس میں موصوف نے صاحب دیوان کے حالات و سوانح نہایت تحقیق اور کمال محنت و جانفشانی سے فراہم کرکے جمع کئے ہیں اور کلام پر تبصرہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اردو کی دنیائے شاعری میں ولی کا کیا مرتبہ ہے —

کلیات کے آخر میں ایک بسیط فرہنگ ہے جس میں ان تمام قدیم' متروک' اجنبی' ہندی دکنی الفاظ کا حل ہے جو کلام ولی میں جا بجا آئے ہیں ۔ آخر میں پونے دو سو صفحے کا ایک ضمیمہ اختلاف نسخ ہے جو نہایت محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے اس میں تمام نسخوں سے مقابلہ کرنے پر جو جو اختلاف نظر آیا ہے' دیوان کی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

ہر غزل کے شعر کا حوالہ دے کر بتادیا ہے۔ یہ ضمیمہ ارباب فن و تحقیق کے لئے خاص طور سے قدر کی چیز ہے۔ اور کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد تیار ہوا ہے ان تمام خوبیوں کے علاوہ انجمن نے اپنے مشہور عمدہ ٹائپ میں مضبوط سفید چکنے کاغذ پر طبع کیا ہے، قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر لائبریری اور قدر دانان اردو کے ہر کتب خانے میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود رہے۔ حجم تقریباً آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد ۵ روپے غیر مجلد ۴ روپے ——

مثنوی خواب و خیال

حضرت میر درد دہلوی (رح) کے چھوٹے بھائی میر اثر کی یہ لاجواب مثنوی مدت سے نایاب تھی، بہت کوششوں کے بعد بھی پتہ نہ چلتا تھا، اُردو کی خوش نصیبی سے انجمن ترقی اردو کو دستیاب ہوگئی، اور اب خاص اہتمام کے ساتھ عمدہ اردو ٹائپ میں اعلیٰ درجے کے کاغذ پر، طبع کی گئی ہے، جس پر انجمن کے فاضل معتمد جناب مولوی عبدالحق صاحب نے ایک زبردست ناقدانہ مقدمہ تحریر فرماکر اس نایاب مثنوی کے خصوصیات اور محاسن کو نمایاں کیا ہے۔ یہ نادر مثنوی آج تک ناپید تھی، تذکروں میں کہیں کہیں اس کا ذکر آجاتا ہے حضرت میر درد کے اشعار اور کلام کے علاوہ اس میں مصنف کی غزلیں بھی جا بجا آئی ہیں، جو قابل دید اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہیں۔ مثنوی اُردو میں ایک قابل قدر اضافہ اور انجمن کی طرف سے قدردانان اُردو کی خدمت میں اس سال کا جدید علمی ہدیہ ہے جلد بھی مضبوط عمدہ اور جدید طرز کی بنوائی گئی ہے۔ حجم دو سو صفحے سے زاید، قیمت مجلد ڈیڑہ روپیہ ——

انتخاب کلام میر

ملک الشعرا میر تقی میر کے نام اور کلام سے کون قدردان اُردو واقف نہیں، یہ اُنہیں کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ جو جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سارے کلیات کا عطر کھینچ لیا ہے، یہ انتخاب ملک میں بہت مقبول ہو چکا ہے اور کئی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا ہے ——

مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب تیسری بار انجمن ترقی اُردو پریس نے اپنے مشہور، نفیس، ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا ہے۔ کاغذ چکنا، نہایت عمدہ، حجم دو سو صفحات سے زیادہ، جلد نفیس اور مضبوط۔ شروع میں فاضل مرتب کا نہایت زبردست فاضلانہ و ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ ہے، قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے ——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

قواعد اردو

یہ کتاب جناب سکریٹری انجمن ترقی اردو کی بیش بہا تالیف ہے ' اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ زبان اردو کے قواعد پر اب تک اس سے بہتر ' سہل ' جامع کتاب تصنیف نہیں ہوئی ہے - ملک میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی اور نہایت مقبول ہوئی - جامعہ عثمانیہ کے نصاب ایف اے میں داخل ہے اب جناب مؤلف و مرتب کی بیحد کاوش اور غور سے نظر ثانی ' ترمیم و اضافہ کے بعد دو بارہ چھاپی گئی ہے ' شروع میں اردو زبان اور اس کے ادب پر لا جواب بسیط مقدمہ بجائے خود قابل دید ہے انجمن نے اپنے پریس میں ' عمدہ ٹائپ میں چھپوائی ہے ' کاغذ بہت عمدہ جلد نہایت نفیس اور مضبوط ' قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے

جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق

سرکار نظام نے نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی کو جاپان کے تعلیمی نظام کے مطالعہ اور تحقیق کے لئے بھیجا تھا - نواب صاحب موصوف نے وہاں رہ کر اس عجیب و غریب ملک کے حالات اور خاص کر تعلیمی نظم و نسق کو نہایت غور اور تحقیق سے مطالعہ فرمایا - کتاب کے ابتدائی حصے میں جاپان کی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب پر نہایت دلچسپ اور فاضلانہ بحث کی ہے - جو ہمارے اہل وطن کے لئے بہت سبق آموز ہے - اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو جاپان پر اس طرز میں لکھی گئی ہے - ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھے - جو علاوہ دلچسپ ہونے کے پر از معلومات ہے - خاص کر ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے جو ملک کی تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں ' حجم ۴۸۲ صفحہ ' قیمت فی جلد مجلد ۳ روپیہ —

سرگذشت حیات (یا) آپ بیتی

اس کتاب میں حیات کے آغاز اور اس کے نشو و نما کی داستان نہایت دلچسپ طرز پر بہت ہی سلیس زبان میں بیان کی گئی ہے - حیات کی ابتدائی حالت سے لیکر اس کا ارتقا انسان تک پہنچایا گیا ہے اور تمام تاریخی مدارج کو اس سہل طریقے سے بتایا گیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اور اگرچہ جدید سے جدید علمی تحقیقات بھی اس میں آگئی ہے مگر بیان کی سلاست میں فرق نہیں آیا - یہ کتاب جدید معلومات سے لبریز ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا لازم ہے (حجم ۳۰۰ صفحہ قیمت فی جلد مجلد ۲ روپیہ ۸ آنے —

نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

تذکرۂ شعراے اردو

مولفۂ میر حسن دہلوی - میر حسن کے نام سے کون واقف نہیں - اُن کی مثنوی بدر منیر کو جو قبول عام نصیب ہوا شاید ہی اُردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو - یہ تذکرہ اسی مقبول اور نامور استاد کی تالیف ہے - یہ کتاب بالکل نایاب تھی بڑی کوشش سے بہم پہنچا کر طبع کی گئی ہے - میر صاحب کا نام اس تذکرہ کی کافی شہادت ہے - اس پر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک بسیط نقادانہ اور عالمانہ تبصرہ لکھا ہے جو قابل پڑھنے کے ہے - قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ ۱۴ آنہ غیرمجلد ایک روپیہ ۲ آنہ —

تاریخ تمدن

سر تامس بکل کی شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ ہے - الف سے (ی) تک تمدن کے ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی اسناد سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے - حصۂ اول غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد دو روپیہ - حصۂ دوم مجلد دو روپیہ —

مقدمات الطبیعات

یہ ترجمہ ہے مگر انگلستان کے مشہور سائنس داں حکیم ہکسلے کی کتاب کا جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے - اس میں بظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب علم و فضل کا مرقع ہے - قیمت غیر مجلد ۲ - روپیہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

القول الاظہر

امام ابن مسکویہ کی معرکۃالآرا تصنیف (فوزالاصغر) کا اُردو ترجمہ ہے - یہ کتاب فلسفۂ الہیین کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انہیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے - قیمت غیر مجلد ۸ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

القمر

قوانین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت کے بعد چاند کے متعلق جو

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

جدید انکشافات ہوئے ہیں ، ان سب کو جمع کردیا ہے - طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے - قیمت غیر مجلد ۱۰ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

فلسفۂ تعلیم

ہربرت اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلۂ تعلیم کی آخری کتاب ہے - غور و فکر کا بہترین کارنامہ - والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے - تربیت کے قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھہ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے - اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ - غیر مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنہ -

دریاے لطافت

ہندوستان کے مشہور سخن سنج میر انشاءاللہ خاں کی تصنیف ہے - اردو صرف و نحو اور محاورات اور الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب نکات درج ہیں - قیمت غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد ۲ روپیہ —

طبقات الارض

اس فن کی پہلی کتاب ہے - ۳۰۰ صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلم بند کئے ہیں - کتاب کے آخر میں انگریزی مصطلحات اور ان کے مرادفات کی فہرست بھی منسلک ہے - قیمت غیر مجلد ۲ روپیہ - مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

مشاہیر یونان و روما

ترجمہ ہے - سیرت نگاری اور انشا پردازی میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے - ادیبان عالم بلکہ شکسپیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے - وطن پرستی اور بے نفسی عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس کا ہر ایک صفحہ معمور ہے - قیمت جلد اول غیر مجلد ۳ روپیہ - مجلد ۴ روپیہ جلد دوم مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

اسباق النحو

ملک کے ادیب کامل مولانا حمیدالدین صاحب بی - اے کی تالیف ہے - اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - قیمت حصۂ اول غیر مجلد ۹ آنہ - حصۂ دوم مجلد ۴ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

علم المعیشت

اس کتاب کی تصنیف سے پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ایم ۰ اے نے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ معیشت پر یہ کتاب جامع و مانع ہے - مبہم و مشکل مسائل کو پانی کردیا ہے اس کے اکثر باب نہایت عجیب و غریب ہیں - اشتراکیت کا باب قابل دید ہے حجم ۸۸۵ صفحے قیمت مجلد ۵ روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ یونان

یہ کتاب مطالب کے لحاظ سے مستند کتابوں کا خلاصہ ہے اور زبان کے لحاظ سے سلاست و سکنتگی کا نمونہ - اس کا نقطۂ خیال خالصاً ہندوستانی ہے۔ ایف اے کلاس کے طلبا جو یونان قدیم کی تاریخ سے گھبراتے ہیں' اس کتاب کو انتہا درجہ مفید پائیں گے۔ قیمت مجلد ۲ روپیہ —

رسالۂ نباتات

اس موضوع کا پہلا رسالہ ہے۔ علمی اصطلاحات سے معرا - طلباء نباتات جس مسئلہ کو انگریزی میں نہ سمجھ سکیں وہ اس رسالہ میں مطالعہ کریں۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے —

دیباچۂ صحت

اس کتاب میں مطالبات صحت پر مثلاً (ہوا' پانی' غذا' لباس' مکان وغیرہ) مبسوط اور دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ زبان عام فہم اور پیرایہ موثر و دلپذیر ہے ملک کی بہترین تصنیف ہے - اس کا مطالعہ کئی ہزار نسخوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا - حجم ایک ہزار صفحے۔ قیمت مجلد چار روپیہ —

نکات الشعراء

یہ اردو کا تذکرہ استادالشعرا میر تقی مرحوم کی تالیفات سے ہے - اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں - نیز میر صاحب کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں۔ مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدرالصدور امور مذہبی سرکار عالی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

فلسفۂ جذبات

کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور نفسی ہے۔ جذبات کے علاوہ نفس کی ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آوری کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ متعلمان نفسیات اسے مفید پائیں گے قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔ غیر مجلد دو روپیہ ——

وضع اصطلاحات

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحیدالدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے بقول فاضل مولف "یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان میں" اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قایم کئے گئے ہیں۔ مخالف و موافق رایوں کی تنقید کی گئی ہے اور زبان کی ساخت اور اس کے عناصر ترکیبی' مفرد و مرکب اصطلاحات کے طریقے سابقوں اور لاحقوں۔ اردو مصادر اور ان کے مشتقات۔ غرض سیکڑوں دلچسپ اور علمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں۔ اُردو میں بعض اور بھی ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں۔ لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کردی ہیں۔ اور ہمارے حوصلے بلند کردیے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوے جھجکتے اور اس کی آئندہ ترقی کے متعلق دعوی کرتے ہوے ہچکچاتے تھے۔ مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا۔ اس نے حقیقت کا ایک نیا باب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے۔ تعداد صفحات ۳۰۵۔ قیمت مجلد تین روپیہ ۱۲ آنہ ——

محاسن کلام غالب

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا معرکۃالآرا مضمون ہے۔ اُردو زبان میں یہ پہلی تحریر ہے۔ جو اس شان کی لکھی گئی ہے۔ یہ مضمون اردو کے پہلے نمبر میں طبع ہوا تھا۔ صاحب نظر قدر دانوں کے اصرار سے الگ بھی طبع کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ۔ غیر مجلد ۸ آنہ ——

ملل قدیمہ

ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں بعض قدیم اقوام' سلطنت کلدانی' آشوری' بابل۔ بنی اسرائیل و فنیقیہ کی معاشرت۔ عقائد۔ اور صنعت و حرفت وغیرہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

کے حالات دلچسپی اور خوبی کے ساتھ دیے ہیں - اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے اُن قدیم اقوام کے حالات صحیح طور سے معلوم ہوسکیں اس لئے انجمن نے اسے خاص طور پر طبع کرایا ہے - حالات کی وضاحت کے لئے جابجا تصویریں دی گئی ہیں - صفحہ ۲۸۴ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

بجلی کے کرشمے

یہ کتاب مولوی محمد معشوق حسین خانصاحب بی ' اے - نے مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے - برقیات پر یہ ابتدائی کتاب ہے اور سہل زبان میں لکھی ہے - ہمارے بہت سے ہم وطن یہ نہیں جانتے کہ بجلی کیا چیز ہے' کہاں سے آتی ہے' کیا کام آسکتی ہے - یہ کتاب ان تمام معلومات کو بتاتی ہے - لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ بارہ آنے —

البیرونی

مصنفہ مسٹر سید حسن برنی بی ' اے - اس کتاب میں علامۂ ابوریحان بیرونی کے سوانحی حالات ہیں اور ان کی مشہور و معروف تصنیف کتاب الہند اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے - یہ کتاب انجمن ترقی اُردو میں باقی نہیں رہی تھی مگر اب اس کی چند جلدیں آگئی ہیں جن اصحاب کے پاس نہ ہو جلد طلب فرما لیں قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

تاریخ ہند

ہندوستان کی یہ تاریخ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی نے محکمۂ تعلیمات سرکار نظام کی فرمایش پر لکھی ہے اور مڈل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس وقت تک کوئی اور مختصر تاریخ ہند اس نقطۂ نظر اور ایسی خوبی سے نہیں لکھی گئی ہے - تعلیمی حلقوں کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے - چھوٹے سائز کے ۲۸۴ صفحے - قیمت ایک روپیہ ایک آنہ —

لغت اصطلاحات علمیہ

جملہ اہم علوم کی اصطلاحوں کا ترجمہ ' جس میں حسب ذیل علوم داخل ہیں:-

Astronomy, Botany, Economics. History, (Constitutional, Greece

---

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

England etc, Logic, Algebra, Conics, Solid Geometry, Trigonometry, Differential Equations, Statics, Metaphysics, Psychology, Physics, Political Science, Archaeology, Biology.

کئی سال کی مسلسل محنت اور مختلف ماہرین فن و ماہرین لسان کی کاوش و کوشش کا نتیجہ ہے - مصنفین ' مترجمین اور معلمین کے لئے نا گزیر ہے —
حجم ۵۳۸ صفحہ - قیمت مجلد چھ روپے —

یہ بیش بہا کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ھیں

دیوان غالب جدید و قدیم

یہ وہ نایاب کلام ہے جس کی اشاعت کا اھل ملک کو بے حد انتظار تھا - اس میں مرزا غالب کا قدیم و جدید تمام کلام موجود ہے - مرزا صاحب کا قدیم کلام ملنے کی کسے توقع تھی - یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ھاتھ آگیا اور اب ریاست بھوپال کی سرپرستی میں چھپ کر شائع ہوا ھے - مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ (بلا مقدمہ مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ - غیر مجلد دو روپیہ ۸ آنہ) —

حقیقت اسلام

یہ کتاب جناب نواب سر امین جنگ بہادر ' کے ' سی ' آئی ' ای ' سی ' ایس ' آئی ' ایم ' اے ' بی ' ایل ' ایف ' آر ' ایس ' چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدرالمہام پیشی کی بے نظیر تصنیف رت آن اسلام کا با محاورہ اور سلیس ترجمہ ھے - اس کتاب میں مصنف نے نہایت خوبی کے ساتھ موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی صداقت کا بیان کیا ہے - فاضل مصنف نے ان تمام مشکل مسائل کی حقیقت کو جن میں اکثر تعلیم یافتہ جوانوں یا غیر مسلموں کو شبہات واقع ہوتے ھیں ' زمانۂ حال کے ترقی یافتہ خیالات کی روشنی میں نہایت دلاویز طریقے اور حکیمانہ استدلال سے بیان کیا ھے - جس سے مصنف ممدوح کے وسیع مطالعہ ' فلسفیانہ طبیعت اور غور و خوض کا پتہ ملتا ھے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ھیں —

کتاب بہت عمدہ کاغذ پر مجلد چھپی ہے۔ انجمن سے بارہ آنہ میں مل سکتی ہے

تمدن ہند

مصنفۂ ڈاکٹر گستاؤ لی‌بان مترجمہ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم۔ اس کتاب سے کون واقف نہیں! ہر جگہ اس کے شائق موجود تھے مگر کہیں نہ ملتی تھی - اب اس کی چند جلدیں انجمن ترقی اُردو میں آگئی ہیں - اور بہت کم قیمت پر بیچی جا رہی ہیں - جلد منگوا لیجئے ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہے - قیمت فی جلد مجلد پندرہ روپیہ —

تاریخ زوال روما

یہ گبن کی مشہور تاریخ کے ابتدائی (۷) ابواب کا ترجمہ ہے - اصل کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے محتاج تعریف نہیں - قیمت فی جلد غیر مجلد سوا روپیہ —

تاریخ عرب

مصنفۂ موسیو سدیو فرانسیسی - عربوں کے متعلق یہ کتاب ان تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے جو یورپ و ایشیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں - مسلمانوں کی ترقیوں اور عربوں کے کمالات کا آئینہ ہے - ساتھ ہی یورپ کے کذب و افترا کا بہترین جواب - قیمت مجلد چرمی ۷ روپیہ ۸ آنہ ' مجلد پارچہ ۵ روپیہ —

بانگ درا (مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام کا مجموعہ مع دیباچہ شیخ عبدالقادر صاحب بیر سٹر ایڈیٹر مخزن لاہور قیمت غیر مجلد ۴ روپیہ —

یادگار غالب

یعنی مرزا اسد‌اللہ غالب دہلوی کے مفصل حالات زندگی اور ان کے کلام نظم و نثر ' اُردو فارسی پر تفصیلی ریویو اور انتخاب - مولفۂ شمس‌العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم - قیمت مجلد ۳ روپیہ —

شعر و شاعری

شمس‌العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے اُردو دیوان کا لاجواب مقدمہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکہ انگریزی میں ہیں —

جس میں شعر و شاعری پر نقادانہ بحث کی گئی ہے - تنقیدی حیثیت سے اُردو زبان میں اب تک ایسا مضمون نہیں لکھا گیا ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ غیر مجلد سوا روپیہ - !

موازنۂ انیس و دبیر

میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور میر انیس و مرزا دبیر کا موازنہ - مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت فی جلد مجلد چار روپیہ - غیر مجلد تین روپیہ —

وکرم اُروسی

کالیداس کے مشہور ناٹک کا اُردو ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈرامہ کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبۂ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - قیمت مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

خطوط شبلی

علامہ شبلی مرحوم کے یہ وہ لاجواب اور نادر خطوط ہیں جو موصوف نے بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ خواتین عطیہ بیگم صاحبہ فیضی ' زہرا بیگم صاحبہ فیضی کے نام وقتاً فوقتاً کمال اخلاص و محبت اور انداز خاص کے ساتھہ لکھے تھے - یہ جواہر پارے اُردو میں مولانا کے کمال انشا پردازی کی نایاب یادگار ہیں - طرز نگارش اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا دشوار ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب ' بی - اے معتمد انجمن ترقی اُردو کا ایک نہایت لطیف و سخن گسترانہ مقدمہ بھی شامل ہے - جس نے ان خطوط کے جذبات - اخلاص و محبت اور نکات ادبی کو بے نقاب کردیا ہے - مرتبۂ محمد امین صاحب مارہروی و جناب قیصر بھوپالی - قیمت ایک روپیہ —

دیوان غالب مطبوعہ جرمنی

غالب کے کلام کی قدر اور جو مانگ ہے ' ہر صاحب ذوق جانتا ہے ' اُس کے دیوان کا ایک اڈیشن نفاست پسند طبایع کے لئے جرمنی کے مشہور کاویانی پریس میں جامعۂ ملیہ نے چھپوایا تھا جو ہاتھوں ہاتھہ نکل گیا - دوسری بار پھر اسی اہتمام و نفاست سے طبع ہوا ہے - ٹائپ ' کاغذ ' چھپائی ' جلد ' سائز ' ہر چیز دیدہ زیب و دلفریب ہے - قیمت چار روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

محشر خیال

یہ سید سجاد انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند دلکش ادبی و اصلاحی مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہے جو شرکت ادبیہ دھلی نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے - سجاد انصاری صاحب خوش فکر و خوش گفتار ادیب تھے ' اُن کے مضامین خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف اور بلند خیالی و جذبات نگاری ہوتی ہے - یہ مجموعہ مرحوم کی جوانمرگی کی یادگار ہے ' جس کو سید منظور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے - لکھائی چھپائی بہت پاکیزہ ' سائز مختصر ' جلد نہایت نفیس ' اوپر سنہری حروف میں کتاب کا نام بھی لکھا ہے ' قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

چمن

یہ نہایت چھوٹاسا حسین و جمیل مجموعہ اساتذہ اردو کے پاکیزہ کلام کا انتخاب ہے - کارڈ سائز پر نہایت اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ عید کے موقعہ پر دوست احباب کو پیش کر نے کے لئے بہترین ادبی تحفہ ہے - قیمت ۵ آنہ —

اردوے قدیم

مجلس دارالمورخین حیدرآباد کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو اور اُس کے نظم و نثر کی مفصل تاریخ اور عہد بعہد کی ترقیوں کا تذکرہ ہے ابتدائی زمانے سے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد آخرتک شعراء اور مصنفین اُردو کے صحیح حالات تحریر ہیں ' جسے مشہور مورخ مولوی شمس الله قادری ماہر علوم آثار قدیمہ نے عربی ' فارسی اُردو ' انگریزی ' فرانسیسی ' جرمنی وغیرہ زبانوں کی مشہور و مستند کتابوں سے مرتب و تالیف کیا ہے - قابل دید ہے-قیمت قسم اول دوروپیہ' قسم دوم ایک روپیہ آٹھ آنہ-

معراج العاشقین

یہ کتاب بھی مجلس مذکور کے مطبوعات میں ہے اور حضرت مخدوم ابوالفتاح صدرالدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز (رح) کی تصنیف ہے ' جنھوں نے سنہ ۸۲۵ ھ میں انتقال فرمایا - اس کتاب میں حضرت کے بعض مواعظ و ارشادات قدیم اردو یعنی دکنی اُردو میں لکھے ہیں - مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی تصحیح و ترتیب اور مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - قیمت ۶ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

[illegible]

[illegible] کی تاریخ اور تعلقات و اقدام جن کو " [illegible]
[illegible] آخر [illegible] کی فہرست اور نقشے بھی شامل ہیں - طلباے تاریخ
کے لئے بہت مفید ہے - مرتبہ مولوی فضل اللہ صاحب ، قیمت ۹ آنہ —

ظہیر فاریابی

یہ رسالہ بھی سیاسی مذکور کی مطبوعات میں ہے ، اس میں فارسی کے مشہور و نیز قابل شاعر ظہیر فاریابی کے حالات و سوانح وغیرہ کے علاوہ اُس کے کلام پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے - قیمت ۹ آنہ —

طہران مخوف (یا) یادگار یک شب - جلد اول

جدید فارسی زبان کا ایک دلچسپ اور اثر انگیز ناول ہے - جس میں موجودہ ایران کے سیاسی و اقتصادی حالت کا ہو بہو خاکہ کھینچا ہے - وہاں کی بد نظمیوں اور قابل اصلاح مضمون کو دکھلایا ہے ، مرتضی ' مشفق ' کاظمی - تین فاضل ایرانی ادیبوں کی تصنیف ہے اور برلن پایہ تخت جرمنی کے مشہور کاویانی پریس نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

انتخاب زریں

نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ریاست حیدرآباد دکن نے اُردو شعرائے ماضی و حال کے کلام کا انتخاب فرمایا ہے - اِس میں شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ہے - عمدہ چکنے کاغذ پر نظامی پریس بدایوں نے شایع کیا ہے اور جلد بھی بہت خوبصورت ہے - قیمت فی جلد ڈھائی روپیہ —

قاموس المشاہیر (جلد اول و دوم)

اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے - یعنی دنیا کے کل مشہور لوگوں کے حالات مختصر طور پر بیان کردئے گئے ہیں - ہندوستان کے لوگوں اور مسلمانوں کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں - مطبوعہ نظامی پریس بدایوں قیمت جلد اول چھہ روپیہ ، جلد دوم چھہ روپیہ —

رسالۂ جوش

مسٹر سلطان حیدر جوش کے بعض مضامین کا مجموعہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت ایک روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مجموعۂ قصائد مومن

ہندوستان کے مشہور نازک خیال شاعر حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اُردو قصائد ۔مرتبۂ ضیاء احمد صاحب ایم ۔ اے مع مقدمہ و حواشی مطبوعہ الناظر پریس قیمت ۱۲ آنہ –

گوتم بدھ

ہندوستان کے مشہور رہنما مہاتما بدھ کی مختصر سوانح عمری اور اُن کی تعلیمات کا خلاصہ ۔ مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ —

مسالک النظر فی نبوت سید البشر

مصنفہ سعید بن حسن الاسکندرانی مترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم ۔ اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

حکایۂ لیلیٰ مجنوں

ایک دلچسپ افسانہ مصنفہ مولوی سید سجاد حیدر صاحب بی ۔ اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

مقتل فریب مغربی معمل خانے

مؤلفہ مولوی سید طالب علی طالب الہ آبادی مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چارنہ –

صوفی پنڈی بہاءالدین کی کتابیں

غازی انور پاشا

انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ اور حیرت انگیز کارروائیاں ۔ طرابلس کی نبرد آزمائیاں جنگ بلقان کے معرکے اور جنگ عظیم کے حالات ۔ عالمگیر اتحاد اسلامی کی ایک منظم کوشش ۔ یہ کتاب بتائیگی کہ یورپ نے کس طرح اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ سازشیں کیں ۔ غازی موصوف کی زندگی کے مکمل حالات ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ —

مسئلۂ شرقیہ

علامہ مصطفیٰ کمال پاشا کی کتاب " المسئلۃ الشرقیہ " کا اردو ترجمہ ۔ اس

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب میں سیاسیات اسلامی کے تمام اسرار اور رموز بےنقاب کردیے گئے ہیں -
قیمت دو روپیہ —

امین و مامون

علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے عربی ناول کا ترجمہ - مامون رشید اور امین اور ہارون‌الرشید کی سیاسی چالیں ' تخت خلافت کے لئے جد و جہد - تاریخی ' علمی اور ادبی لحاظ سے قابل دید ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ افغانستان

اتحاد اسلامی اور پین‌اسلام ازم کے موجد جمال‌الدین افغانی کی اس کتاب کا ترجمہ جو سید موصوف نے افغانستان کی سوتی بستی کو جگانے کے لئے لکھی -
قیمت سوا روپیہ —

سید جمال الدین افغانی

(مرتبہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے ایڈیٹر زمیندار)

یہ اس بزرگ ہستی کے حالات زندگی ہیں جس نے موجودہ ترک احرار پارٹی کا بیج بویا اور آزادی کی روح پھونکی اور غلامی کا جوا گردن سے نکال پھینکنے کا سبق دیا'
قیمت ٥ آنے —

دربار علم

عالم خیال میں دربار علم کا انعقاد - افتتاحی تقریر اور سات علمی درباروں کے بعد موجودہ تعلیم و تدریس کی بد عنوانیاں ' علما و طلبا ' شان تعلیم و تعلم کا نہ رہنا ' اور ان خرابیوں کا علاج - مولفۂ مولانا عبدالساجد صاحب بدایونی قیمت ڈیڑہ روپیہ —

فقرائے اسلام

مولفۂ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی-اس میں پیشوایان دین اور علمائے اسلام کے حالات جنہوں نے با وجود فقر و فاقہ اسلام کے اصول و ارکان کو مستحکم کیا - ان کی فیاضی ' ہمدردی' قناعت ' توکل اور بے نیازی کے بے نظیر نمونے درج ہیں - قیمت ڈیڑہ روپیہ —

پھل اور میوہ جات

ہر قسم کے ثمرات اور میوہ دار درختوں کی کاشت اور ان کی نگہداشت کے طریقے قیمت۸آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزیٔ میں ہیں —

ترکاریاں

ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت اور نگہداشت کے طریقے - قیمت ۸ آنے —

اسلامی کہانیاں

(مسلمان بچوں کے لئے) صحابۂ کرام، تابعین، مجاہدین اور علماے سلف کے ایثار، جوانمردی اور کریم النفسی کے حالات کتاب میں جمع کردیے گئے ہیں - قیمت ۴ آنہ —

(دارالمصنفین اعظم گڑھ)

سیرۃالنبی حصۂ اول	۴ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ دوم	۳ روپیہ ۸ آنہ
سیرۃالنبی حصۂ سوم	۹ روپیہ
شعرالعجم مکمل ۵ حصے	۱۳ روپیہ
سفر نامۂ مولانا شبلی	۲ روپیہ
علم الکلام	۲ روپیہ
الکلام	۲ روپیہ
کلیات شبلی	ڈیڑھ روپیہ
اسوۂ صحابہ مکمل دو حصے	۸ روپیہ
انقلاب الامم	۲ روپیہ
برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مکالمات برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مثنوی بحرالمحبت	۱۲ آنہ
تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی)	۲ روپیہ
سیر الصحابیات	۲ روپیہ ۴ آنہ
روح الاجتماع	۲ روپیہ
ابن رشد	۳ روپیہ
گل رعنا	۵ روپیہ
سیرالانصار	۳ روپیہ ۸ آنہ
شعرالہند مجلد	۵ روپیہ
شعرالہند غیر مجلد	۴ روپیہ

(مطبع کاویانی برلن)

تیاتر (فارسی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ سنی ملوک الارض (عربی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
نصاب الصبیان (فارسی)	۱ روپیہ
رہنماے پسران (فارسی)	۱ روپیہ ۸ آنہ
تلغراف بی سیم (فارسی)	۱ روپیہ
ہزار و یک سخن (فارسی)	۱۱ آنہ

(جامعہ ملیہ دہلی)

الخلافت الکبریٰ	۵ روپیہ
الصراط المستقیم	۲ روپیہ
بصائر	۹ آنہ
سیرۃ الرسول	ڈیڑھ روپیہ
خلافت راشدہ	۲ روپیہ
خلافت بنی امیہ	ڈیڑھ روپیہ
خلافت عباسیہ	۲ روپیہ

نوٹ کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب	قیمت
خلافت عباسیۂ بغداد	۲ روپیہ
مبادی معاشیات	۱ روپیہ
انتخاب کلام مہر (از نورالرحمن صاحب)	۱ روپیہ
قواعد عربی	۲ روپیہ
عرض جوہر	۸ آنہ
مجموعۂ کلام جوہر	۶ آنہ
اسلامی تہذیب و قومی تعلیم	۴ آنہ
ازہارالعرب (عربی)	۸ آنہ
انتخاب مضامین جوہر	۱ روپیہ
ترکوں کی کہانیاں	۴ آنہ
خطبۂ شیخ الہند	۲ آنہ
خطبۂ حکیم اجمل خاں صاحب	۳ آنہ
ہمارے نبی	۸ آنہ
تاریخ ہند قدیم	۱ روپیہ
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	۱۲ آنہ
(نظامی پریس بدایوں)	
قاموس المشاہیر جلد اول	۶ روپیہ
قاموس المشاہیر جلد دوم	۶ روپیہ
نکات غالب مجلد	۱ روپیہ
دیوان غالب مشرح مجلد	۲ روپیہ ۸ آنہ
دیوان جان صاحب مجلد	ڈیڑھ روپیہ
دیوان درد	۱ روپیہ ۴ آنہ
دیوان غالب (لائبریری ایڈیشن)	ڈیڑھ روپیہ
خطوط سر سید قسم اول	۳ روپیہ
خطوط سر سید قسم دوم	۲ روپیہ
لیتھو گرافی مجلد	۲ روپیہ ۸ آنہ
انتخاب زریں مجلد	۲ روپیہ

کتاب	قیمت
مراثی انیس جلد اول مجلد	۱۰ روپیہ
مراثی انیس جلد دوم قسم دوم	۸ روپیہ
قسم دوم	۴ روپیہ
قصائد ذوق	۳ روپیہ
(دائرۂ ادبیہ - لکھنؤ)	
یادگار غالب مجلد	۳ روپیہ
مکاتیب امیر مینائی	۲ روپیہ ۸ آنہ
مکاتیب اکبر	۱ روپیہ
میخانۂ سخن	۱ روپیہ
حزن اختر	۸ آنہ
درس عمل	۴ آنہ
خونین انگورا	۱ روپیہ
بیگمات بنگال	۶ آنہ
اسلام کا اثر یورپ پر	۴ آنہ
مشرقی ترکستان	۶ آنہ
سیاحت زمین	۱ روپیہ
سیاحت ہوا	۱ روپیہ
(الناظر پریس - لکھنؤ)	
فلسفیانہ مضامین عبدالماجد صاحب	۱ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ عرب مجلد	۷ روپیہ
موازنۂ انیس و دبیر غیر مجلد	۳ روپیہ
مقدمۂ شعر شاعری	۱ روپیہ ۴ آنہ
اصول المسخ	۶ آنہ
مسلمانان اندلس	۱ روپیہ
اسرار رنگون	۱ روپیہ
ہوم رول	۵ آنہ
خوان دعوت	۱ روپیہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

مصنوعی شوہر	۲ آنہ
وکرم عروسی	۱ روپیہ ۸ آنہ
مسلمانوں کی تہذیب	۲ آنہ
الاحسان	۸ آنہ
ارض نہرین	۴ آنہ
تذکرۂ حزیں	۴ آنہ
حیات نظامی	۴ آنہ
خطاب	۴ آنہ
میلاد نبوی	۴ آنہ
تصویر درد	۴ آنہ
شمع و شاعر	۲ آنہ
فریاد اُمت	۳ آنہ

(دارالاشاعت پنجاب لاہور)

صبح زندگی	۱ روپیہ ۸ آنہ
شام زندگی	۱ روپیہ ۴ آنہ
شب زندگی ہر دو حصہ	۲ روپیہ ۴ آنہ
منازل السائرہ	۱ روپیہ
سلجوک	۱۰ آنہ
جواہر قدامت	۱ روپیہ ۸ آنہ
تحفۂ سائنس	۲ روپیہ ۸ آنہ
مشاہیر ہند	۲ روپیہ ۸ آنہ
لیلی چھتری	۱ روپیہ ۴ آنہ
بہرام کی گرفتاری	۱ روپیہ
اخترالنساء بیگم	۱ روپیہ ۸ آنہ
روشلک بیگم	۲ روپیہ
رانی کرونارت	۱ آنہ
رسوم دہلی	۴ آنہ ۲ پائی
ان پورنا دیوی کا مندر	۱ روپیہ ۸ آنہ

ایام غدر	۱ روپیہ ۴ آنہ
نقش فرنگ	۱ روپیہ ۴ آنہ
پریم پچیسی مکمل	۳ روپیہ
پریم بتیسی حصۂ اول	۱ روپیہ ، آنہ
بانگ درا غیر مجلد	۴ روپیہ
نعمت خانہ	۱ روپیہ ۴ آنہ
چندن ہار	۲ آنہ
اصول موتی	۱ آنہ ۹ پائی
سوتن کا جلاپا	۲ آنہ
گوہر مقصود	۹ آنہ
لہلی	۲ روپیہ
سواء السبیل	۱ روپیہ
سخندان پارس	۱۰ آنہ
قوانین دولت	۴ آنہ
مہلا	۱۲ آنہ
چترا	۱۲ آنہ
امتیاز پچیسی	۸ آنہ
دلپسند کہانیاں	۱۲ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۰ آنہ

(تصانیف نورالہی ومحمدعمر صاحبان)

موجودہ لندن کے اسرار	۱ روپیہ
ناٹک ساگر (یعنی دنیائے ڈراما کی تاریخ) مجلد	۳ روپیہ
تین توپیاں	۸ آنہ
ظفر کی موت	۴ آنہ
قزاق	۸ آنہ
بگڑے دل	۸ آنہ

—— : * : ——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں ۔

(دوسری قابل قدر کتابیں)

وسائل شبلی	۱ روپیه ۸ آنه	ذکری	۱۰ آنه
کتب خانهٔ اسکندریه	۵ آنه	سیرالمصنفین	۲ روپیه
بشریٰ	۶ آنه	جہاں آرا بیگم	۸ آنه

—— :o: ——

عروس ادب

مولوی سید ناظرالحسن صاحب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ - حجم ۲۲۴ صفحہ سایز ۲۶ × ۲۰ کاغذ عمدہ سفید - لکھائی چھپائی بہت خوشنما ہے - قیمت فی جلد غیر مجلد دو روپیه —

خیالات ارونگ

مشہور امریکن مصنف واشنگٹن ارونگ کے بعض دلچسپ مضامین کا با محاورہ اُردو ترجمہ از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل غازی آباد، ضلع میرٹھہ - قیمت آٹھہ آنے —

رسالہ اردو کے خریداروں کے ساتھہ خاص رعایت

رسالہ اردو کے خریداروں کو انجمن ترقی اُردو کی شایع کی ہوئی کتابیں فی روپیہ چار آنہ کمی قیمت کے ساتھہ دی جائینگی - اُمید ہے کہ ناظرین اس رعایت سے فائدہ اُٹھا ئینگے —

دیگر مقامات کی کتابیں جو بطور ایجنسی انجمن میں فروخت ہوتی ہیں ان کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی —

——]•[——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اب اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کردی جایا کرے - ہمیں اُمید ہے کہ قدردان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس قسم کی اجازت دیدیں گے کہ ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کرائے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شایع ہو فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے - یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ اسے نئی نئی کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی- ہمیں امید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے بہی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے—

ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہوں گی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کر کے روانہ ہوں گی —

المشتہر

انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد (دکن)

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کے تصانیف

جو دفتر دلگداز کترہ بزن بیگ خاں لکھنؤ میں موجود ہیں

(تاریخ اور لائف)

جنید بغدادی

سلسلۂ مشاهیر اسلام کی پہلی کتاب، حضرت جنید قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی۔ آپ کی تعلیمیں، آپ کا تصوف اور آپ کا فلسفۂ الہی ۱ روپیہ—

حسن بن صباح

بانیء فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی۔ اُس کی تعلیمیں اُس کا علم و فضل اور اس کے جانباز فدائی۔ ۲ آنہ—

ملکۂ زنوبیہ

ارض شام کی ایک عربی نژاد ملکہ جو ظہور نیر اسلام سے کئی صدی پہلے دولت روم سے لڑی تھی اور بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا - ۳ آنہ—

افسانۂ قیس

مجنون عامری کے مختصر حالات زندگی۔ جو ایک مضمون کی حیثیت سے دلگداز میں شایع ہوے تھے۔ ۳ آنہ—

ابوبکر شبلی

آپ کے حالات، آپ کا جوش وحدت اور جذب و خروش ۱ روپیہ—

خواجہ معین‌الدین

حضرت قطب‌الہند خواجہ اجمیری کے مستند تاریخی حالات و کمالات - ۲ آنہ

المشتہر

منیجر دلگداز کترہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

سکینہ بنت حسین

جناب امام حسین (رض) کی صاحبزادی کے سچے تاریخی حالات - ۲ آنہ

قرۃ العین

ایران کی ایک مشہور مجتہد زادی کے دلچسپ حالات - ڈھائی آنہ

ولادت سرور عالم

مولد شریف مصنفہ علامہ ابوالفرج بن جوزی رحمۃ اللہ کا اُردو زبان میں فصیح و بلیغ ترجمہ - نثر کا نثر میں اور نظم کا نظم میں ۸ آنہ

ذی النورین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی ۱۰ آنہ

ثانی اثنین

حضرت ابوبکر صدیق (رض) کے حالات زندگی ۲ آنہ

ابوالحسنین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات زندگی ۸ آنہ

(ناول)

یوسف و نجمہ مکمل

ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول - ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد کا ایک واقعہ جگ بیتی نہیں آپ بیتی - کیا موثر ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری، ۱ روپیہ ۸ آنہ

شوقین ملکہ

دوسری صلیبی لڑائی کے واقعات الینر ملکۂ فرانس کی عشق بازیاں - مردوں کے پہلو میں زنانہ کیمپ اور اُس کی سحر آفرینیاں - عجب مزے کا ناول ہے ۱ روپیہ ۸ آنہ

فتح اُندلس

اسپین پر عربوں کا حملہ - جولین حاکم سبطہ کی بیٹی کے ساتھ مسیحی شاہ سپین کی دغابازی - اور آخر اُن مظالم کا مسلمانوں کے ہاتھ سے عجب لطف کے

ساتھہ خاتمہ - صرف ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زور بیان نے سچے واقعات میں کیسی جان ڈالی ہے ۲ روپیہ—

سقوس فازلین

ایک انگریز لڑکی کا علم و فضل اور ظاہری زہد و تقوے میں ترقی کر کے پوپ منتخب ہو جانا - مسند پاپائی پر بیٹھہ کے اُس کا وضع حمل - مسیحیوں میں شورش اور مسلمانوں کے ہاتھہ سے اُس کا نجات پانا ۱ روپیہ ۸ آنہ —

فلورا فلورندا

ہسپانیہ کے عہد خلافت آل مروان میں عیسائیوں کی حالت اور اُن کا مجنونانہ جوش شہادت - ایک مسلمان لڑکی کو بہکا کے خراب کرنا اور اُس خرابی کا تعجب انگیز اور محو حیرت بنا دینے والا انجام - ۱ روپیہ ۸ آنہ --

ایام عرب

[دو حصے] - جاہلیت عرب کے رسم و رواج - شاعری اور بہادری - رزم اور بزم صحرا کا عشق اور محل کا عشق - دو عربی شاہزادیاں اور دو عربی سچے بہادر نوجوان اور پھر اُس کے ساتھہ عربی مکاری دغابازی اور انتقام لینے کی تصویر - دربار بنی غسان دربار بنی نعمان اور دربار خسرو پرویز کے حالات - شیرین و مریم کی سرگذشت ۲ روپیہ ۸ آنہ --

ملک العزیز ورجنا

تیسری صلیبی لڑائی - رچرڈ شیر دل - اور صلاح الدین اعظم - معرکۂ کارزار - جانبازی اور سرفروشی - اور پھر اُس کے ساتھہ سچا عشق - دس آنہ —

حسن اینجلنا

روس اور روم کی لڑائی - ایرانیوں اور ترکوں کی پھوٹ - اس کا انجام اور پھر آخر میں اتفاق اور اتحاد - دس آنہ —

منصور موہنا

ارض سندہ میں ایک مسلمان انصاری خاندان - اس کی تباہی اور پھر نمود غزنوی کی مدد سے اس کا سنبھلنا - حسن و عشق کی نہایت دلفریب و دلکش تصویریں - مسلمان مجاہدوں کے آگے آگے مسلمان فقرا اور اسلام کے مشنری - دس آنہ—

فردوس بریں

نہایت ہی حیرت انگیز ناول - فرقۂ باطنیہ - حشیشین - اور اُن کے فدائی - جیتے جی

جنت کی سیر - ایک عازم حج لڑکی کا حور بن جانا - اور اُس کے عاشق کا باطلی لوگوں کے ہاتھہ میں پڑ کے خراب ہونا- اعلیٰ درجے کا ظاہری فلسفۂ الٰہی اور اُس کا دوسرا نہایت تاریک باطنی رخ - اس مسئلے کی توضیح کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے- بے مثل و بے نظیر ناول ہے- قیمت ایک روپیہ —

شہید وفا

غرناطہ اور اسپین میں مسلمانوں کا زوال اور اس زوال کی حالت میں بھی ایک سچے عاشق کا راستبازی پر جان دیدینا - بیتابانہ عشق - حسرت و اندوہ کی سچی تصویر قیمت - ایک روپیہ—

درگیش نندنی

بابو بنکم چندر چٹر جی کے اِسی نام کے دلچسپ ناول کا ترجمہ نہایت فصیح اُردو میں-قیمت ایک روپیہ —

دلچسپ

[دو حصے] مصنف کا پہلا زور قلم - عشق اور اُس کی بیتابیاں - خاندانی جھگڑے- بگڑے شریف زادے-اس کا دلکش لٹریچر خاص شان اور خاص رنگ کا ہے — قیمت چودہ آنہ —

دلکش

[دو حصے] طالب علمی اور عشق - نہایت ہی پیاري زبان اور سچا جوش عشق نہایت دلکش و پر لطف- قیمت چودہ آنہ —

ڈاکو کی دولہن

ایک نہایت ہی دلچسپ انگریزی ناول جس کا ترجمہ کرکے دلگداز میں شایع کیا گیا - اور عموماً پسند کیا گیا - قیمت بارہ آنہ —

آغاصادق کی شادی

لکھنؤ کے اگلے دور کی ایک مزہ دار تصویر-جو عورتیں دھوکہ دے کے کوئی اور صورت دکھا دینا معمولي بات سمجھتی ہیں ان کی غفلت کا خمیازہ— قیمت دس آنہ —

بدرالنسا کی مصیبت

ایک حسرت ناک داستان جس میں ریل پر بیبیوں کے بدل جانے سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوئیں- قیمت چھہ آنے —

المشتہر

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

میوۂ تلخ

ایک دلچسپ ڈراما رضامندی اور نا رضامندی کی شادیاں۔قیمت آٹھ آنے —

الفانسو

ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول جو بہت دلچسپ ہےقیمت بارہ آنے —

بابک خرمی

سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی ناول۔ ہر دو جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔

جویائے حق

حضرت خاتم‌الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک حالات نہایت دلچسپ عنوان سے ازولادت تا رحلت۔ حصۂ اول ایک روپیہ چار آنہ ،حصۂ دوم دو روپیہ بارہ‌آنہ کامل چار روپیہ —

فلپانا

ارض طرابلس‌الغرب پر صحابہ کاحملہ۔حضرت عثمان ذی‌النورین کا عہد۔ صحابہ کی پاکبازی و نیک نفسی۔ سچی شجاعت اور ایثار نفس - شاہزادی فلپانا اور عبداللہ بن زبیر [رض] قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے—

زوال بغداد

چھٹے سنیوں کی نااتفاقی کا عبرتناک نتیجہ۔بغداد کی تباہی قیمت‌ایک روپیہ‌چارآنہ۔

رومة الکبریٰ

قدیم دولت روم اِس کا کر و فر اور گاتھ لوگوں کا اس پر حملہ - قیمت ایک روپیہ چار آنے —

قیس و لبنیٰ

عرب کا سچا عاشق اور سچے جذبات محبت - ۱ روپیہ ۴ آنہ---

لعبت چین

عہد صحابہ کا ایک تاریخی ناول جس میں فتوح ما ورالنہر کے حالات مذکور ہیں - ۱ روپیہ—

مفتوح فاتح

بنی امیہ کے عہد میں اسپین کا ایک سچا تاریخی واقعہ - کوہ پیرے نیز کے دلچسپ و دلکش مناظر کی سیر - ایک نہایت ہی دلچسپ تاریخی ناول ۱ روپیہ ۴ آنہ —

ماہ ملک

دولت غوریہ کا عروج، سلاطین غوریہ کے کارنامے اور اُس عہد کی معاشرت۔
۲ روپیہ—

طاہرہ

لکھنؤ کے آخری عہد شاہی کا ایک نہایت ہی دلکش اور دلچسپ ناول جس سے ہماری معاشرت کو بہت سے فائدے پہونچ سکتے ہیں بالکل نیا اور اچھوتا۔
۱ روپیہ—

حسن کا ڈاکو

حرام پور کے نواب کا اعمال نامہ حصۂ اول ۱۲ آنہ حصۂ دوم ۱۲ آنہ—

اسرار دربار حرام پور حصۂ اول و حصۂ دوم

نواب مذکور کے رہے سہے حالات۔ فی حصہ ۵ آنہ—

خوفناک محبت

ہندوستانی شریف زادیوں کی پاکدامنی و جہالت کی اس سے اچھی تصویر نہیں ہو سکتی ۱ روپیہ ۴ آنہ—

غیب دان دولہن

بی بی کی حیرت انگیز غیب دانی ۱ روپیہ—

مینا بازار

شاہجہاں کے عہد کا ایک دلچسپ اخلاقی و تاریخی ناول ۱ روپیہ—

نیکی کا پھل

مولانا کا سب سے آخری تاریخی ناول۔ ۱ روپیہ—

———: o :———

(ڈرامے اور نظمیں)

اسیری بابل

گولڈ اسمتھ کے ایک ڈراما کا نظم اُردو میں ترجمہ۔ ۴ آنہ—

زمانہ اور اسلام

ایک پرسوز و گداز نظم۔ ۳ آنہ—

منیجر دلگداز نمبرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

[illegible]

[illegible] کی بیماریاں اور تیمارداری - ۱ آنه—

—— : o : ——

متفرق تصانیف

الحکم الرفاعیه

معرفت میں سید احمد رفاعی کے ایک پر مغز رسالے کا ترجمه - ۳ آنه—

حلیة العذرا (فارسی)

دین برحق حنیفی کی تاریخ جس میں انبیاے سلف کے صحیح مشرح حالات کے سلسلے میں تاریخ قدیم بهی درج کر دی گئی هے - اسیریا - مصر - یونان - روم کے پورے تاریخی حالات موجود هیں اور ملت هاے یهود و نصاری کی سچی تاریخ معلوم هو جاتی هے اور کل سنین ولادت محمدی سے نکالے گئے هیں - اس کتاب کو مولانا نے اپنی صاحبزادی کی تعلیم کے لئیے نهایت سلیس و فصیح فارسی میں لکها اور چکنے سفید ولایتی کاغذ پر چهپوایا هے - قیمت حصهٔ اول' ۱ روپیه- حصهٔ دوم ۲ روپیه ۸ آنه' کامل ۳ روپیه ۸ آنه—

سرسید کی دینی برکتیں

اِس کا بیان که سرسید احمد مرحوم سے مسلمانوں کو کیسا دینی فائده پهنچا - ۴ آنه—

هندوستان کی موسیقی

مولانا شرر کا ایک عالمانه لکچر جس میں هندی موسیقی پر عربی موسیقی کا اثر دکهایا هے ۴ آنه—

معیار زندگی

مولانا مرحوم کا ایک قابل قدر لکچر ۴ آنه—

معتزله

فرقهٔ معتزله کے مفصل حالات - اس فرقے کا عروج و زوال ۱۲ آنه—

—— : ● : ——

المشتهر

منیجر دلگداز [illegible] لکهنؤ

دلگداز کی جلدیں

جلد دلگداز سنہ ۱۸۹۰ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۰ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۵ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۹ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۲ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۷ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۸ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۹ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۱ ع یہ جلد ۱۹۲۰ ع و ۱۹۲۱ ع میں مرتب (ہوئی مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۰ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۲ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۳ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۴ ع (دس پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ

———:•:———

متفرق مطبوعات دلگداز پریس

اتالیق بی بی

میاں بی بی کی نوک جھوک خلوت کا جاسوس ۸ آنہ —

پاداش عمل

رینالڈز کے مشہور ناول کلتھہ کا نہایت فصیح اور عام پسند ترجمہ یہ ناول نہایت ہی دلچسپ اور دیکھنے کے قابل ہے جن لوگوں نے دیکھا بہت پسند کیا۔ پانچ جلدوں میں پورا ہوا۔ حصۂ اول ۱ روپیہ ۴ آنہ حصۂ دوم ۱ روپیہ ۴ آنہ - حصۂ سوم ۱ روپیہ ۴ آنہ - حصۂ چہارم ۱ روپیہ ۴ آنہ - حصۂ پنجم ۱ روپیہ ۱۴ آنہ - مکمل کی قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ

دولت هسپانیہ عرب

خود اسپین کا مورخ کانڈی وہ ہے جس کی نسبت یقین کرنا چاہئے کہ اسلام

کا دلدادہ اور مسلمان تھا۔ اصل عربی و هسپانی تاریخوں سے اخذ کرکے ایک صدی پیشتر اِس نے یہ صحیح تاریخ لکھی تھی جو تقریباً پانچ پانچ سو صفحوں کی تین جلدوں میں ھے - اِس کا ترجمہ یورپ کی سب زبانوں میں ھوگیا ھے - اب مولوی محمد صدیق حسن صاحب نے بڑی محنت سے اور عربی ناموں کی تصحیح کے ساتھہ اُس کا ترجمہ اُردو میں کیا - قیمت حصۂ اول ۱ روپیہ حصہ دوم ۱ روپیہ ۴ آنہ حصہ سوم ۲ روپیہ ۲ آنہ۔ حصۂ چہارم ۱ روپیہ ۴ آنہ۔ حصۂ پنجم ۲ روپیہ —

رفع النقاب

مروجہ پردہ کے خلاف ایک مدلل رسالہ ۸ آنہ —

رامائن کے بعض سین ۴ آنہ —

مسلمان تاجداران هند حصۂ اول

یعنی مسلمانوں کے هندوستان میں آنے اور حکومت کرنے کی مجمل مستند اور نہایت بکارآمد تاریخ جس میں خلافت فاروقی سے آخر عہد سلاطین غوریہ تک کے حالات بہت اچھی اور سادی زبان میں بیان کردیے گئے ھیں قیمت فی جلد ساڑھے ۵ آنہ —

مسلمان تاجداران هند حصۂ دوم

جس میں غلام تاجداروں کے عہد سے صاحبقران تیمور کے حملے تک کے تمام حالات بیان کردیے گئے ھیں - قیمت ساڑھے ۹ آنہ —

مسلمان تاجداران هند حصۂ سوم

جس میں صاحبقران تیمور کے هندوستان سے جانے کے بعد جو سلطنتیں قائم ھوئیں اُن کا اور سلاطین سادات اور لودھی و بابر و همایوں و شیر شاہ اور اس کے خاندان کے دیگر بادشاھوں کا حال لکھا گیا ھے - قیمت ۸ آنہ —

مجذوب

جنگ کریمیا کے واقعات پر ایک دلچسپ ناول جس میں سباستپول اور پیرس کے مناظر اور انگریزی اور فرانسیسی معاشرت کے اختلافات نہایت خوبی کے ساتھہ بیان کئے گئے ھیں قیمت ۸ آنہ —

اردو

جلد ۸ حصہ ۳۲

اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ ع

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید هاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ھے —

(۱) " عطاے سلیم "

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ھر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ھوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جاے گا -

(۲) " عطاے عبدالحق "

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، عطا فرمائیں گے --

(۳) " عطیۂ هاشمی "

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید هاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ھوگی —

ھر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اھل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ھوتا رھے گا - انعام کی اھلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ھوگا —

المعـــــــــلن
مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے، دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی تحقیقیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہورہی ہوں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائےگی اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اهل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلانے بھی اس رسالے میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے۔ اس رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوا کریں گے —

سالانہ چندہ آٹھ روپے سکۂ انگریزی (نو روپئہ چار آنے سکۂ عثمانیہ) —

امید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے۔

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

فہرستِ مضامین

بہاری لال کا بیان حسن

از

(جناب پنڈت منشی دھرم ونسا النکار صاحب)

بہاری لال، ہندی زبان کے ان نہایت بلند پایہ شاعروں میں سے ہے، جن کی زبان قدرتی اور منجھی ہوئی، سلیس اور بانکی اور دیکھنے میں بہت مختصر ہونے کے باوجود بھی جذبات کی گہرائی میں آتھاہ ہے —

عام طور پر جو شاعر اپنی زبان کو مانجھتے اور سنوارتے ہیں، ان کی شاعری میں ایک طرح کی بناوٹ آجاتی ہے - زبان کو کامل طور پر شستہ رکھتے ہوئے آمد اور قدرتی سادگی کو باقی رکھنا نہایت کٹھن ہے - اکثر شاعر جب اپنی زبان کو مانجنے لگتے ہیں تو اس میں ایسے ڈوب جاتے ہیں کہ ان کی شاعری لفظوں کے ایک کھیل کے سوا اور کچھ نہیں رہتی - وہ صرف کاغذ کے خوبصورت پھول کے مانند ہوجاتی ہے جس میں کسی طرح کی خوشبو نہیں ہوتی - جیسے ایک پودا اپنی خوشبو پھیلانے کے لئے پھولوں کے روپ میں بھبک اُٹھتا ہے، اسی طرح جس شاعر کی شاعری اپنے جذبات کے جوش میں لبریز ہوکر منجھی ہوئی زبان میں پھوٹ اٹھتی ہے وہیں جذبات اور زبان دونوں کا اصلی سنگم ہوتا ہے —

بہاری کی شاعری کا ہر ایک دوہا ایک خوبصورت کھینچی ہوئی زندگی سے بھری ہوئی اور بولتی چالتی تصویر ہے - جس کے ایک ایک خط کے کھینچنے اور پھر اس میں پر کیف رنگ بھرنے میں شاعر نے اپنے حیرت آفریں

کمال فن کا ثبوت دیا ہے - شاعر کی قوت متخیلہ جتنی باریک بین نکتہ رس ہے' اتنی ہی وسیع بھی ہے —

زندگی کی روح اُس کی رگ رگ میں لہریں مار رہی ہے' وہ ایک گہری بات کو معمولی تشبیہ و استعارہ کے ذریعے اس طرح سمجھا دیتا ہے کہ جیسے وہ چیز بالکل سامنے آگئی ہو' اس کی قوت مشاہدہ اتنی گہری ہے کہ وہ نئی نئی باتوں کو مظاہر قدرت سے چن چن کر ڈھونڈھ لاتی ہے - عام طور پر بہاری دو جذبات محبت کا شاعر کہا جاتا ہے - اس میں شک نہیں کہ اس نے شرنگار (جذبات محبت) کا بیان اپنے کلام میں کثرت سے کیا ہے' لیکن ساتھ ہی اس نے دوسرے مضامین پر جو طبع آزمائی اور شاعری کی ہے' وہ بھی کسی طرح کم نہیں ہے - چھوٹے والی بات کہنے کا تو گویا بہاری لال نے ٹھیکا ہی لے لیا ہے - بہاری کی ایک ایک بات میں وہ بانکا پن' وہ صفائی' وہ حاضر جوابی وہ دنیا اور شاستر کا علم انسانی داوں کی گہرائی میں پہنچنے کی وہ طاقت' اور پھر ان سب کو ایک ہی جگہ نظم کرنے اور باندھنے کا وہ سلیقہ ہے کہ اسے ایک آدھ شاعر ہی پاسکتا ہے' بہاری کا کلام اکثر ایسا ہے کہ جب وہ سمجھ میں آجاتا ہے تو آپ ہی آپ دل میں چبھ کر زبان پر اُتر آتا ہے —

ہندی ادبیات میں گوسائیں تلسی داس جی کی رامائن کی بہت زیادہ جو اشاعت ہوئی ہے اس کا سبب' اس کی مذہبیت ہے' مذہبیت کہنے سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں شعریت نہیں ہے' اس کی بہت زیادہ مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے - بہاری لال کی " ستت سئی " پر سب سے زیادہ شرحوں کی بھرمار ہونے کی وجہ اس کی قوت شعری کا انوکھا اور بانکا پن ہے' ہماری رائے میں ہمیں صرت یہ نہ دیکھنا چاہئے کہ شاعر نے کونسا مضمون لیا ہے' بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے جس مضمون کو لیا ہے اُسے کس طرح اپنا بنالیا ہے - اکثر انشا پرداز ایک اچھا عنوان لے کر بھی ایسا لکھتے ہیں

کہ وہ بالکل بے جان ہوتا ہے اور اُس میں اصل مضمون کی جھلک تک نہیں دکھائی دیتی، اور باوجود الفاظ کی بندش اور شستگی کے اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ سب مل کر بھی اس مضمون کو ادا کرسکیں، جس کے لئے وہ سوچ سوچ کے جمع کئے گئے ہے —

بہاری لال کا زمانہ عاشقانہ زمانہ تھا عیش و آرام کا وقت تھا۔ اور پھر وہ درباری شاعر تھا۔ اس لئے اگر اس کی شاعری اسی نہج پر ہے تو اس میں کیا تعجب ہے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے حسن چیز کی تصویر اُتاری ہے، وہ کیسی ہے، اور اس کے کھینچنے میں شاعر نے اپنی مہارت و کمال ہنر کو کہاں تک نمایاں کر دکھایا ہے۔ انسان کی نظر میں کبھی ایک مضمون بہت اہم معلوم ہوتا ہے اور کبھی کوئی دوسرا۔ اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو اس کا ذوق اور طبیعت اور دوسرا گرد و پیش کے حالات کا اثر —

جو شاعر کسی مضمون کو لے کر اسے اپنی پوری قوت متخیلہ اور قوت احساس سے اس طرح پیش کرنے کی استعداد و قدرت رکھتا ہے کہ پڑھتے ہی وہ سیدھا دل میں اُتر جائے۔ اس کا سر رگ رگ میں گونج جائے۔ اور جب کبھی ویسے ہی نظارے آنکھوں کے سامنے آئیں تو اس کی لکھی ہوئے اشعار اصلی نظارے کے مقابلے میں ناچتے ہوے کھڑے ہوجائیں۔ اور اگر وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے نہ ہو تو بھی وہ اشعار اُسے جیتا جاگتا سامنے کھڑا کردیں۔ اور خوشی سے دل کو بے خود بنادیں۔ تو پھر کوئی مضمون بھی کیوں نہ ہو، ایسا شاعر غایت شاعری کی تکمیل کرچکتا ہے —

بہاری کی شاعری، پڑھنے والے کو کچھ مشکل معلوم ہوتی ہے، اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس کی زبان کٹھن ہے، اس کی زبان کی دشواری اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ وہ زبان اب پرانی ہوگئی ہے۔ باقی اُس میں جو دقت اور مشکل ہے وہ جذبات کا زور اور گہرائی ہے؛ ایک تو اس نے اپنے مضمون کو باندھنے کے لئے

بحر بہت ھی چھوٹی اختیار کی ھے اور پھر ایک ایک دوھے میں اس نے اتنا زیادہ مضمون بھر دیا ھے کہ اُس کا اس میں سما جاناھی حیرت انگیز ھے - اس کی شاعری انسان کے باطنی اسرار کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لائی ھے - اس لئے جذ باتی دنیا کے ساتھہ جن کو لگاؤ کم ھے ' اور اس کی بصیرت بھی نہیں رکھتے' انھیں بہاری کی شاعری کے سمجھنے میں ضرور دشواری محسوس ہوتی ھے - دنیا میں اکثر جتنے بڑے بڑے شاعر ہوے ھیں ' ان کا کلام زبان کے اعتبار سے بالکل سادہ ھے - لیکن باوجود اس سادگی کے وہ پھر بھی جلد سمجھہ میں نہیں آتا کلام میں یہ دقت و دشواری ایک تو شاعر کے جذبات کی گہرائی سے دوسرے ان عمیق باریکیوں کی وجہ سے جن کو وہ باطن کے متواتر مطالعے سے محسوس کرچکاھے' خود بخود پیدا ہو جاتی ھے - اس لئے ان جذبات تک' جب تک نہ پہنچا جاے' اُنھیں پوری طور پر نہیں سمجھا جاسکتا - جس طرح ندی جہاں گہری ہوتی ھے وہاں اُس کی تہ نظر نہیں آتی اور وہاں تک کوئی غوطہ خورھی کامیابی سے پہنچ کر اس گہرائی کا پتہ لگا سکتا ھے' نہ کہ کنارے پر بیٹھا ہوا آدمی - ٹھیک اسی طرح شعر کی گہرائی کا پتہ بھی کوئی اس میں ڈوبنے والا ھی لگا سکتا ھے - سرسری پڑھنے یا سننے والا وہاں تک نہیں پہنچ سکتا -

ہم اوپر ھی کہہ چکے ھیں کہ بہاری لال نے جس مضمون کو لکھا ھے ' اُسے پوری طور پر اپنا بنا لیا ھے ' بہاری لال نے جو کتاب لکھی ھے اس کا نام ھے " بہاری ست سئی " ست سئی ' سنسکرت کے لفظ سپت شتی ' کا بگڑا ہوا ھے ' اس کے معنے ھیں " سات سو " بہاری نے قسم قسم کے مضامین پر سات سو دوھے لکھے ھیں - یوں تو آج کل جو ' ست سئی ' ملتی ھے اس میں کچھہ اس سے زیادہ دوھے پاے جاتے ھیں' لیکن ھندی بولنے والی پبلک میں یہ بہاری کی "ست سئی" اتنی مقبول و ہر دل عزیز ہوی ھے کہ ست سئی ' کہنے سے بہاری ھی کی ست سئی،

سمجھی جاتی ہے ' حالانکہ اس طرح کی بہت سے شاعروں نے ہندی زبان میں اپنی اپنی ست سیاں لکھی ہیں ۔ اس مضمون میں ہم اُردو پڑھنے والوں کو بہاری کی حسن نگاری سے واقف کرانا چاہتے ہیں ' اگر مضامین کا یہ سلسلہ پڑھنے والوں کو پسند آیا تو ہم جہاں بہاری کے دوسرے مضمونوں پر جس قدر ہم سے ممکن ہے روشنی ڈالیں گے ' وہاں دوسرے ہندی شاعروں کی دلکش اور اعلیٰ درجہ کی شاعری سے بھی وقتاً فوقتاً ناظرین کو واقف کرانے کی کوشش کریں گے --

(۲)

خوب صورتی اندرونی ہو یا بیرونی مگر وہ الفاظ کی قید و بند میں نہیں آسکتی ' وہ سب بندشوں سے آزاد اور بیان کے احاطے سے پرے ہے ۔ اُس کا بیان یہی ہے کہ اسے بتایا نہیں جا سکتا ۔ ہم اپنے الفاظ کے ذریعے خاکہ کھینچ سکتے ہیں ' رنگوں کو بھر سکتے ہیں ' مگر وہ حیرت انگیز ' ہر پل میں نئی ' موہ لینے والی قوت کے ذریعے کھنچنے والا حسن تو دل کے جذبات میں آسمان کی آخری چمکتی ہوئی لکیر کی طرح صرف اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے ' مگر قابو میں نہیں آتا۔اور وہ گرفت میں توتب آتا جب کہ کوئی اسے پوری طورپر دیکھ سکتا۔آخر کار پوری طورپر تحلیل کر کے بھی کوئی بتا سکتا ہے کہ حسن کیا چیز ہے ۔ بہاری کہتا ہے کہ -

سبھے سبھے سندر سبھی روپ کروپ نہ کوے
من کی رچی جیتی جتے ' تت تتی رچی ہوے

کیا بات کہی ہے ' سبھے سبھے پر سب چیزیں سندر ہیں ۔ دنیا میں سروپ (خوب صورت) اور کروپ (بد صورت) کوئی شے نہیں ہے' جدھر من کی حقیقی رغبت اور جھکاؤ ہوتا ہے ' وہ اتنا ہی حسین معلوم ہوتا ہے ۔ آج جسے ہم کروپ کہہ رہے ہیں ' کوئی وقت ایسا آجاتا ہے ' جب کہ ہمیں وہی چیز سروپ معلوم ہونے لگتی ہے ۔ جس شے کو ہم کبھی بھی ایک آنکھ اُٹھا کر نہیں

دیکھتے آج گھنتوں آنکھیں جھاجھا کر دیکھتے ہیں تو بھی اس سے ہمیں سیری نہیں ہوتی - تو پھر سندرتا (حسن) معلوم کیسے ہوتی ہے اور کس مقدار میں؟ اس کا جواب بہاری نے دوسرے مصرع میں دیا ہے کہ جدھر من کا جتنا جھکاؤ ہوتا ہے - یہاں ' جتنا ' کا مطلب ہے جتنا زیادہ - یعنی ہمارا دل جس چیز کی طرف جتنا زیادہ جھکتا ہے ' اتنی ہی وہ شے ہمیں حسین معلوم ہوتی ہے - اگر کسی چیز کی طرف ہمارا دل مائل ہی نہ ہو ' جھکے اور کھنچے ہی نہیں تو ہمیں وہاں حسن کا احساس بھی نہیں ہوتا - حسن میں طبیعت کا میلان ضرور ہونا چاہئے - دل کو ضرور کھنچنا چاہئے - اگر یہ کشش ہی نہ ہو ' اگر من باؤلا ہو کر ' کسی شے کی جاذب ہمہ تن محو ہو کر بھاگے ہی نہیں ' تو یوں سمجھو کہ ابھی اس چیز کا احساس ہی نہیں ہوا ہے - ' بہاری ' اپنے ایک دوسرے دوہے میں کہتا ہے :—

انی یارے دیرگھہ دو گنی کتی نہ ترونی سمان
وہ چتون اور ے کچھو ' جے ہی بس ہوت سجان

دونوں طرف سے نوک دار اور بڑی بڑی آنکھوں میں تو بہت سی دوشیزائیں برابر ہیں ' بڑی بڑی اور نوک دار آنکھیں بہت سی مست شباب عورتوں کی ہیں ' لیکن وہ دیکھنے کا طریقہ ' وہ بھاؤ کچھ اور ہی چیز ہے ' جس سے قدردان حسن بس میں ہو جاتے ہیں - بڑی بڑی نوک دار اور سندر آنکھیں رکھتے ہوئے بھی بہت سی دوشیزاؤں میں وہ چتون ہی نہیں ہے ' جس سے وہ کسی کے من کو اپنے قابو میں کرلیں - آخر وہ چتون کیا ہے ' ایک طرح کا زبردست جادو ہے کہ جس پر وہ پڑتا ہے ' اُسے اپنے بس میں کر لیتا ہے - یہاں بس میں کرنا کیا ہے اپنی طرف اس طرح کھینچ لینا کہ بس اسی کا نشہ چڑھ جائے - وہ دیکھنا ایک بچھو کا ڈنک مارنا ہے کہ بس وہ جسے لگ جاتا ہے ' اسی کے درد میں تڑپتا رہے -

ہم اگر اسی مضمون پر اظہار خیال کرنے لگیں کہ حسن کیا چیز ہے تو ...

خود ایک مستقل مقالہ بن جائے گا، یہاں ہم 'بہاری' لال کے صرف بیان حسن پر تھوڑی سی روشنی ڈالنی چاہتے ہیں، اس لئے ہم نے حسن کی ماہیت پر سرسری نظر ڈالی ہے۔ دنیا کے اکثر شاعر اپنے اپنے رجحان کے موافق جدھر وہ مائل ہوئے ہیں، جن آنکھوں کی "چتون" نے ان کو اپنے قابو میں کر لیا ہے، اسی کو انھوں نے اپنی استعداد کے مطابق بیان کیا ہے —

پہلے پہل حسن سے میلان پیدا ہوتا ہے، پھر ایک کشش پیدا ہوتی ہے، پھر اس کے بعد اُس سے لگاؤ - دھیرے دھیرے یہ لگاؤ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ہماری ساری زندگی اُسی کے اندر کھنچ کر سما جاتی ہے - گویا ہماری تمام زندگی کی روح نکل کر اسی میں مل گئی ہے- اسی لئے وہ چیز جب سامنے رہتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا جان میں جان آگئی ہے - اس وقت ایک ایسی حیرت انگیز خوشی پیدا ہوتی ہے جس کو کسی طرح بیان نہیں کیا جاسکتا - اور جب وہ چیز سامنے نہیں رہتی تو سارا عالم بالکل خالی اور سنسان معلوم ہوتا ہے - ہماری قوت متخیلہ اسی کے چاروں طرف اس طرح لپٹ جاتی ہے کہ وہی ہماری دنیا رہ جاتی ہے - اور اس کے بغیر (یعنی جب وہی چیز سامنے نہیں ہوتی) تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا ہماری دنیا ہی اُجڑ گئی ہے - آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، سب کچھ خالی ہی خالی نظر آتا ہے۔ زندگی پہاڑ سے زیادہ بھاری معلوم ہوتی ہے، وقت کاٹے نہیں کٹتا، یہیں آکر ہجر کا بیان شروع ہوجاتا ہے۔ اکثر غور و خوض کرنے والے اسے محبت کی حالت کہیں گے۔ ہم نے اِسی کو لگاؤ کے نام سے تعبیر کیا ہے - اور یہ لگاؤ کشش کے ذریعے پیدا ہوتا ہے اور یہ کشش کیا چیز ہے ؟ من کا رجحان ! ایک ہی طرف زور کے ساتھ اُس کا دوڑنا - جیسے اوپر پھینکا ہوا گیند لا محالہ زمین پر گرتا ہے، ٹھیک اسی گیند کی طرح من بے قابو ہو کر ایک جگہ پر جا پڑتا ہے - اور یہ کشش جس طرح پیدا ہوتی ہے، اس کا سبب کچھ بیرونی خصوصیات ہیں، وہاں کچھ اپنا اپنا فطری رجحان بھی ہے - اور

یہ رجحان بھی ھے - اور یہ رجحان ابتدائی تعلیم و تربیت کے اثرات سے بھی بہت کچھہ پیدا ہوتا ھے —

هندی شاعری میں حسن کی جن تصویروں کو کھینچا گیا ھے ' اُن میں انسانی حسن ھی سب سے زیادہ ممتاز پایا جاتا ھے ' اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھہ نسوانی حسن - کیونکہ اس شاعری میں خدا بھی انسان ھی کی صورت میں ظاهر ہوا؛ اس لئے اس کے رهنے سہنے کو خوب بھگتی بھرے چاؤ سے بیان کیا گیا ھے ' اس کے نکھہ سکھہ کا بیان بھی کچھہ کم نرالا نہیں ' کیونکہ اس کے ساتھہ رادھا وغیرہ کا بیان بھی آ جاتا ھے - بہاری لال نے جو حسن نگاری کی ھے ' وہ بھی انسانی حسن پر مبنی ھے - یہ بات دوسری ھے کہ اس نے اپنی گھری باتیں اس طرح لکھی ھیں کہ وہ دوسرے موقعوں پر بھی ھو بہو صادق آ جاتی ھیں - یہ اُس کے کہنے کا مخصوص سلیقہ ھے؛ چونکہ وہ انسان ھے اس لئے اکثر اس کا خیال انسان ھی کی طرف زیادہ جاتا ھے - نہ صرف هندی زبان میں ' بلکہ دنیا کی تمام زبانوں میں جہاں حسن کا بیان کیا گیا ھے ' وهاں انسانی حسن ھی مسند صدر پر نظر آتا ھے - اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ھے کہ انسان کا دل قدرتاً انسان ھی کی طرف کھنچتا ھے اور اُسی سے اس کا زیادہ تعلق رهتا ھے - انسانی حسن نے اپنے سامنے انسانی کائنات کے تمام حسنوں کو پھیکا کردیا ھے - اگر مظاهر قدرت اپنے جذبات کے اظہار کی طاقت رکھتے تو وہ بتاسکتے کہ انسانی حسن کیا قدر و قیمت رکھتا ھے - یہ کہنے سے همارا مطلب هرگز یہ نہیں ھے کہ هندی میں کسی دوسری شے کے حسن کو کمال خوبی سے بیان نہیں کیا گیا ھے - همارا مدعا صرف یہ ھے کہ هندی میں انسانی حسن کا بیان بہت زیادہ پایا جاتا ھے —

انسانی حسن کا بیان اپنی انتہا کو پہنچ کر بھی عالم حیرانی کے روپ ھی میں رهتا ھے - خوب صورت چیز کو دیکھتے ھی پہلے آدمی کچھہ حیرت زدہ سا ھو جاتا ھے ' اُس کے سامنے اُس کی زبان ساکت ھو جاتی ھے - حسن کے کمال کا بیان '

اسی حیرت زدگی سے پیدا شدہ خاموشی میں بتدریج نشو و نما کرتا ھے - اور وہ نشو و نما اپنی حیرانی و خود رفتگی کو ظاھر کرنے کے سوا اور کچھہ نہیں ھوتا۔ دوسری طرح کے بیان حسن میں اُسے باھر کے روپ میں دکھانے کے لئے تشبیہات اور استعاروں کا سہارا لینا پڑتا ھے ' اس کو نگاھوں کے سامنے لانے کے قابل بنانے کی کوشش کی جاتی ھے' اور اس کے ذریعے وہ سامنے آتا بھی ھے - مگر اس دوسرے میں وہ حیرت اور تشنگی نہیں پائی جاتی' جو پہلے میں ھوتی ھے - پہلا آسمان کے مانند اپنے لا محدود ھونے کو ظاھر کرتا ھے 'اور دوسرا اپنے بیرونی لباس میں رنگ جیسا معلوم ھوتا ھے بہاری کے کلام میں دونوں طرح کے حسن کے بیان پائے جاتےھیں۔ هم دونوں کا سلسلہ وار تھوڑا تھوڑا ذکر کریں گے۔ پہلے میں حیرت سے لبریز ناممکن البیانی ھے' وھاں زبان چلتی ھی نہیں - دوسرے میں جہاں زبان کھلی ھے ' وھاں اُس نے بیرونی فضاکی تصویر انتہائی ھنر مندی اور نکتہ رسی سے کھینچ دی ھے —

اب هم بہاری لال کی شاعری کے تھوڑے سے نمونے پیش کرتے ھیں —

(۱) لال تہارے روپ کی اھو ریت یہ کون

جاسوں لاگت پلکو درگ ' لاگت پلک پلوں

اے پیارے ! تیرے حسن کی وہ کون سی انوکھی ادا ھے' وہ کون سا عجیب انداز ھے کہ جس کی بدولت تیرے روپ سے آنکھوں کے ایک پل بھر لگتے ھی پھر ایک پل کے لئے پلکیں نہیں لگتیں ' یعنے نہیں جھپکتیں اور کھلی کی کھلی رہ جاتی ھیں - زبان کی نظر سے پلکوٗ ' پلک' پلو' ان تینوں کے آ جانے سے دوھے میں خاص حسن بیان بڑہ گیا ھے - اس دوھے میں حسن کا بیان اس طریقے سے کیا گیا ھے کہ وہ تمھارے روپ کا کونسا غضب کا جادو کردینے والا طریقہ ھے کہ جس سے بس تمھارے روپ سے جب ایک پل کے لئے آنکھیں لگتی ھیں تو پھر ایک پل کے لئے بھی نہیں جھپکتیں ' آپ سے آپ کھلی ھی رہ جاتی ھیں - بس اُسی روپ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھتی ھیں ' دیکھتی ھیں اور دیکھتی ھی چلی جاتی ھیں ' یہاں اُس حیرت انگیز ' ھر پل

میں نئی حسن کی بوالعجبی کو کس نزاکت سے بیان کردیا ھے ' اس کا کیف دل والے لوگ ھی آسانی سے حاصل کرسکتے ھیں۔ بہاری نے اس خوب صورت دو ھے میں نہ جانے وہ کونسا جادو بھر دیا ھے جس سے اُس کو ایک بار پڑھتے ھی زبان بار بار پڑھنے کو بے اختیار و بیتاب ھو جاتی ھے ' اُس کی وھی حالت ھوجاتی ھے' جو اُن آنکھوں کی اِس دو ھے میں ھوئی ھے —

(۲) پھرِ پھرِ چِتو اُت ھی رھتو ٹٹی لاج کی لاؤ
انگ انگ چھبی جھونر میں بھیو بھونر کی ناؤ

پھرپھر چت دل وھیں رھتا ھے' شرم کی رسّی ٹوٹ گئی ھے - اس کے انگ انگ (عضو عضو) ہی خوب صورتی کے جھومر میں' قلب بھنور کی ناؤ ھو گیا ھے - جھومر کسی چیز کے گھومتے ھوے گول شکل کے ھجوم کو کہتے ھیں - اسی سے بنا ھے جھونر - بھنور کہتے ھیں گھمر گھیری' یعنی پانی کے چکر کو- گھمر گھیری بھی گول ھوتی ھے ' اور جھومر بھی گول ھوتا ھے —

جس طرح رسی کے ٹوٹ جانے پر دریا کے اندر ' کسی گھمر گھیری میں پڑ کر ' ناؤ پھر پھر کر وھیں چکر کھاتی ھے ' وھاں سے کسی طرح بھی باھر نہیں نکلنے پاتی۔ ٹھیک اُسی طرح دل بھی وھیں چکر کاٹ رھا ھے ' حیا کی رسی ٹوٹ گئی ھے' کہاں چکر کھا رھا ھے ؟ اُس کے عضو عضو کی چھب کے چمکتے ھوے ' گھومتے ھوے حلقوں میں - ابھی تک شعرا روشنی پر تپنگے کے طواف کی تشبیہ تو دیا کرتے تھے ' لیکن یہ بھنور کی ناؤ کی تشبیہ تو صرف بہاری ھی کو سوجھی ھے - درحقیقت بہاری کے اس دوھے کے ھر ایک حصے کے بیان کی خوب صورتی کے جھومر میں کس کا من بھنور کی ناؤ نہیں بن جاتا - دنیا کے سب بندھنوں کی رسیاں ٹوٹ جاتی ھیں —

(۳) لاج لگام نہ مانھیں ' نیناں مو بس نا نہیں
اےمنہ جور ترنگ لوں ' اینچت ھوں چل جائیں

یہ آنکھیں میرے بس میں نہیں ھیں' ھیں یہ حیا کی لگام کو نہیں مانتیں '

یہ منہہ زور گھوڑے کی طرح (حیا کی) لگام کے ذریعے کھینچنے پر بھی چلے ہی جاتی ہیں —

بہاری نے اس دوھے میں منہ زور گھوڑے کی کیسی زبردست تشبیہ دی ہے - جس طرح ایک منہہ زور گھوڑا لگام کے ہزار بار کھینچنے پر بھی آگے ہی آگے بڑھتا اور دوڑتا ہے ' اسی طرح میرا دل بھی وہیں بڑھتا چلا جاتا ہے ' شرم کی لگام کو کچھہ نہیں مانتا ' بس اسی طرح دوڑتا چلا جاتا ہے ' کیا کروں یہ نگوڑی آنکھیں میرے بس میں نہیں آتیں —

(۴) تیوں تیوں پیا سے ای رہت' جیوں جیوں پیت اگھائی

سگن سلونے روپ کی ' جن چکھہ ترشا بجھائی

جوں جوں آنکھیں سگھن اور سلونے ' سرو گن ' کامل اور نمکین روپ کو سیر ہو کر پیتی ہیں ' تیوں تیوں پیاسی ہی رہتی ہیں ' جتنا جتنا جی بھر کر پیتی ہیں ' اتنی ہی پیاس بڑھتی جاتی ہے ' کیونکہ سگن اور سلونے روپ کو دیکھنے کی پیاس بجھتی ہی نہیں - یہاں روپ کا بیان سگن اور سلونے دو بڑے ہی چنے ہوئے لفظوں میں کیا گیا ہے - سوچتے تھے کہ آنکھیں جس سگن اور سلونے روپ کو دیکھنا چاھتی ہیں ' اسے اچھی طرح دیکھنے اور جی بھر کے اس سگن روپ کے سلونے روپی رس کو پی لیئے دو- سلونے کے معنے ہیں نمکین- یوں تو اس کا مطلب ہے بہت خوب صورت ' لیکن جو حسن ' سلونا ' نمکین ہو ' اسے کتنا ہی جی بھر کے کیوں نہ پیا جائے ' اس سے آنکھوں کی دیکھنے کی پیاس بجھتی نہیں بلکہ بڑھتی جاتی ہے - بھلا نمکین چیز سے بھی کسی کی پیاس بجھتی ہے اور یہ تو بہت زیادہ نمکین چیز ہے ' زیادہ نمکین چیز کھانے سے تو پیاس اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے - ٹھیک اسی طرح سلونے حسن کی حالت ہے—

آنکھوں کی نہ بجھنے والی پیاس کا بیان یوں تو بہتیرے شاعروں نے کیا ہے - لیکن یہ سلونے کی لاجواب و زبردست صفت لاکر بہاری نے جس قدر اپنے مضمون کو

اچھوتا بنادیا ہے وہ قابل دید ہے —

(۵) روپ سدھا آسو چھلکیو ، آسو پیت بنیں

پیالیں اوٹھہ پریا بدن ، رہیو لگائے نین

حسن کی امرت سے بھری ہوئی شراب سے وہ اس طرح جھک گیا ہے ، اس طرح بدمست ہو گیا ہے کہ اب اس سے شراب پیتے ہی نہیں بنتی۔ پیالےسےھونٹھ لگےھوے ہیں، لیکن آنکھیں پیاری کے بدن کے ساتھ لگی رہ گئی ہیں —

کوئی مصور ہی بہاری ، کی ان الفاظ کےذریعے کھینچی ہوی زندہ اور حسین تصویر کو کھینچ کر دکھا سکتا ہے کہ یہ کیسی ٹھیک اُتاری گئی ہے۔ ہونٹ شراب کے پیالے سے لگے ہوے ہیں ، پھر بھی شراب پیتے ہی نہیں بنتی ، ایک گھونٹ بھی چڑھا یا نہیں جا تا ، کیو نکہ پینے والے کی آنکھیں تو اس کے چہرے کے حسن کی امرت سے لبالب مے کو پی کر مست ہوگئی ہیں ، وہ تو وہیں لگ رہی ہیں ، بے ہوش و مست ہوکر وہیں بے حس و حرکت ہوگئی ہیں ، پھر شراب کا خیال کس کو رہے ، اس کا پیالاتو بس ہونٹوں سے لگارہ گیا ہے۔ واہ ری آنکھوں کی مستی۔

(۶) رہی لٹوہ ہوے لال ہوں ، لکھی رہ بال انوپ

کتو مٹھاس دیو دیی ، اتیں سلو نے روپ

میں تو اس بے نظیر دوشیزہ کو دیکھ کر لٹو ہورہی ہوں۔ خدا نے اتنے سلونے اور ناز و انداز سے لبریز حسن میں کتنی مٹھاس بھر دی ہے۔ ایک تو سلونا ، دوسرے مٹھاس سے بھرا ہوا ، سلو نے کا مطلب ہے نمکین اور مٹھاس کا مطلب ہے میٹھا پن۔ سلونے کا مطلب ہے ناز و انداز سے لبریز ، چھلکتا ہوا ، لبالب بھراھوا ، امنڈتا ھوا حسن۔ بہت خوب صورت ، اتنے نمکین ، اتنے سلو نے ، اتنے ناز وانداز بھرے اور اتنے اُمنڈ تے ہوے ، حسن سے بھرے ہوے روپ میں اللہ نے کہاں سے اتنی مٹھاس بھردی ہے ، اتنا غضب کا نمکین ہو نے پر بھی اتنی غضب کی مٹھاس یہاں بیان کی نزاکت کے ساتھ لفظوں کی بندش کا حسن بھی قابل دید ہے ، تبھی تو میں اس دوشیزہ پر اتنی

لگو ہو رہی ہوں ، کیابات کہی ہے ! اتنے سلو نے روپ میں کتنی مٹھاس بھردی ہے -
بہاری نے اپنے ایک ایک لفظ کو کس طرح چن چن کر رکھا ہے - یہ اوپر کے دوھوں سے
اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے —

(۷) لینے ہوں ساھس سہس کینے جتن ہزار
لوئن لوئن سندھ تن پیری نہ پاوت پار

بیچاری آنکھیں ہزار ہمت کرتی ہیں، ہزار کوششیں کرتی ہیں، لیکن وہ
جسم کیا ہے ، ایک حسن کا سمندر ہے ، آنکھیں تیر تیر کر رہ جاتی ہیں، لیکن اس کا
کنارہ نہیں پاتیں، ہزار محنت اور جتن اس لئے کرتے پڑتے ہیں کہ لوگ کچھ کہنے
نہ لگ جائیں، پھر ہزار کوشش اور ہمت کرکے جب آنکھیں اس سمندر میں تیر نے
لگتی ہیں تو کہیں اُس کا کنارہ ہی نہیں پاتیں، کہیں پر اُن کے پاؤں ہی نہیں ٹکتے،
بس آنکھیں بیچاری تیرتی ہی تیرتی رہ جاتی ہیں - یہاں اس دوھے میں دوبار
لوئن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ، پہلے لوئن کا مطلب آنکھیں ہیں - یہ لفظ سنسکرت
کے لفظ لوچن سے بنا ہے- دوسرے لوئن کا مطلب ہے حسن ، اور اسکی ادائیں، یہاں
بھی حسن کے لفظ کا استعمال بہت باریکی کے ساتھ کیا گیا ہے - سمندر کا پانی بھی
نمکین ہوتا ہے اور حسن کے نازوانداز کے نمکین ہونے کی تشریح اوپر ہی کی جاچکی ہے-
کہنے کا مطلب یہی ہے کہ بیچاری آنکھوں کی ہزار کوشش اور ہمت کر کے دیکھنے سے
بھی تسکین نہیں ہوتی، نہیں ہوتی، نہیں ہوتی —

(۹) اِن دکھیا انکھیاں کو، سکھ سرجوئی ناھیں،
دیکھت بنے نہ دیکھتے، بن دیکھے اکلا ھیں

کتنی اونچی چوٹی کا دوھا ہے - کیا پتے کی بات کہی ہے - ہندی لٹریچر ہی
کیا ، دنیا بھر کی تمام زبانوں کی ادبیات میں اتنے اونچے درجے کی شاعری مشکل
ہی سے ملے گی —

ان بیچاری دکھیا آنکھوں کے لئے سکھ بنایا ہی نہیں گیا ہے - سکھ ان کے

نصیب میں لکھا ھی نہیں گیا ھے، کیونکہ نہ تو ان سے دیکھتے ھی بنتا ھے، اور نہ بغیر دیکھے رھا جاتا ھے، اور بغیر دیکھے یہ آنکھیں بے چین ھوجاتی ھیں۔ اس کا حسن دیکھتے بھی نہیں بنتا۔ اور بے دیکھے بھی نہیں بنتا۔ کیا بات کہی ھے، وہ حسن آخر دیکھا بھی تو نہیں جاتا۔ دیکھ دیکھ کر تھک جاتی ھیں لیکن پھر بھی دیکھا نہیں جاتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ھے کہ اس نے اپنے پریتم (محبوب) کے حسن کو دیکھ لیا ھے، یہ تو دیکھ دیکھ کر بھی دیکھتے نہیں بنتا۔ آنکھیں کھلی رہ جاتی ھیں اور پھر بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اگر دیکھتے نہیں بنتا تو دیکھنا بند کردو، اس کے جواب میں شاعر کہتا ھے کہ بے دیکھے بھی نہیں بنتا۔ کیونکہ بے دیکھے آنکھیں بے تاب ھوجاتی ھیں۔ تڑ پھڑانے لگتی ھیں۔ آنکھیں اگر اس کو ھی نہ دیکھیں گی تو پھر کسے دیکھیں گی۔ وہ تو اسی لئے بنائی گئی ھیں کہ اس کو دیکھیں۔ ان آنکھوں کے دیکھنے کی چیز دنیا میں وھی ھے، پھر اسے ھی نہ دیکھیں، یہ کیسے ھوسکتا ھے۔ اُس کے نہ دیکھنے سے تو آنکھیں تڑپھڑا ھی اٹھتی ھیں۔ ان میں سے جان ھی سی جاتی رھتی ھے، اس لئے نہ دیکھتے ھی بنتا ھے اور نہ بغیر دیکھے ھی اسی سبب یہ بیچاری آنکھیں دکھیا ھیں۔ دکھی ھیں۔ اُن کے لئے سکھ بنایا ھی نہیں گیا ھے۔ نہ یہ ھی ھوسکتا ھے اور نہ وہ ھی ھوسکتا ھے۔ دونوں طرف سے دکھ ھی دکھ ھے۔ کیا بات کہی ھے:-

دیکھے بنے نہ دیکھتے بن دیکھے اکُلا ھیں

یہ ایک دوھا بہاری اعلیٰ کمال کا نہایت بلند نمونہ ھے۔

(۹) ڈر نہ ٹرے، نیند نہ پرے، ھرے نہ کال وپا کو

چھنکو چھاکی اُچھکے نہ پھری کھرو وستم چھوی چھاکو

چھبیو کا چھاک، حسن کا نشہ اور سب نشوں سے زبردست ھوتا ھے۔ اور نشوں کو بار بار چڑھانا پڑتا ھے۔ لیکن یہ نشہ ایک پل بھی پی لینے پر پھر اُترتا ھی نہیں، اور نشے ڈر سے اُتر جاتے ھیں، لیکن یہ کسی طرح ڈر سے

بھی نہیں ٹلتا ، دوسرے نشے نیند نے آجانے سے سرد ہوجاتے ہیں' لیکن حسن کا نشہ تو نیند سے بھی ٹھنڈا نہیں ہوتا - کیونکہ اس میں تو نیند ہی نہیں آتی - دوسری قسم کے نشے اپنا وقت پورا ہوجانے پر خود بخود اُتر جاتے ہیں' لیکن اسے تو وقت کا پورا ہونا بھی دور نہیں کرسکتا یعنے اسے کوئی وقت بھی اتار نہیں سکتا —

اس چھوٹے سے دوھے میں بہاری نے حسن کے نشے کا کیسا حیرت انگیز بیان کیا ہے - اس نشے کے آگے دوسرے نشے کیا چیزیں ہیں - شاعر نے اس کا مقابلہ کرکے صاف دکھا دیا ہے کہ حسن کا نشہ سب سے زیادہ زبردست ہے - کیونکہ کسی طرح بھی اُترنے والا نہیں ہے - اور نشوں کو بار بار چڑھانا پڑتا ہے ۔ لیکن یہ نشہ ایک پل میں ایسا چڑھتا ہے کہ کبھی نہیں اُترتا - بھلا جو نشہ ایک پل میں ہمیشہ کے لئے چڑھ جاے' دنیا کی کوئی چیز اُسے اُتار ھی نہ سکے' وہ نشہ سچ مچ حیرت انگیز و بے نظیر ہے —

(۱۰)　　تو تن اودھی انوپ' روپ لگیو سب جگت کو
　　　　سودرگ لاگے روپ' درگن لگی اتی چٹ پٹی

تیرے بے نظیر تن کے حدود میں سارے جہاں کا حسن صرف ہوگیا ہے - یعنے تیرے حسین جسم کے بنانے میں خدا نے ساری دنیا کا حسن صرف کردیا ہے' میری آنکھیں تیرے حسن سے لگ گئی ہیں اور تجھ پر فریفتہ ہوگئی ہیں - اور پھر میری آنکھوں میں اس حسن کو بار بار دیکھنے کی بے قراری لگ گئی ہے - یعنے بار بار دیکھنے کے لئے تڑپنے لگتی ہیں - یہاں شاعر لگانے کے لفظ کو اس شعر میں تین جگہ لایا ہے - اس لئے اس میں ایک خاص حسن پیدا ہوگیا ہے - پہلا' تیرے بدن کو بنانے میں خدا نے ساری دنیا کے حسن کو لگا دیا ہے' پھر اس جسم کے حسن سے آکر آنکھیں لگ گئی ہیں اور پھر ان آنکھوں میں بے قراری لگی ہے - بدن کو سارے جہاں کا حسن لگا' حسن سے آنکھیں لگیں' پھر ان آنکھوں کو بے قراری لگی - واہ کیسی لگا لگی ہے —

(۱۲) کب کی دھیان لگاؤں لکھی' یہ گھرولگی ھے کاھی
ڈرئتو بھرنگی کیٹ لوں‌ستی وہ ای ھوے جاھی

اپنے پیارے کے دھیان میں لگی ھوئی کسی کو اس کی سکھی سمجھاتی ھے کہ کب سے تجھے اسی کے دھیان میں لگی ھوئی دیکھہ رھی ھوں' تجھے اُسی کے خیالوں میں مست دیکھہ رھی ھوں' مجھے ڈر لگتا ھے کہ توکہیں بھرنگی کےکیڑوں کی طرح اپنی پیارے کے روپ ھی میں نہ بدل جاے - اگر ایسا ھوگیا تو یہ گھر کس کو لگے گا یعنی کس کے سہارے چلے گا - بھرنگی ایک پردار کیڑا ھے' جو دوسرے چھوٹے چھوٹے کیڑوں کو پکڑ کر اپنے مٹی کے گھر میں رکھتا ھے اور ان کے چاروں طرف گھوم گھوم کر اتنا بھنبھناتا ھے کہ کیڑے اس کے ڈر سے اسی کے دھیان میں محو ھوکر اسی کا روپ لے کر بھرنگی بن جاتے ھیں - اس دوھے میں بھی اسی کی تشبیہ دی گئی ھے - جیسے بھرنگی کے دھیان میں محو ھوکر چھوٹے کیڑے بھرنگی بن جاتے ھیں - اسی طرح سکھی کہتی ھے کہ مجھے یہی ڈر ھے کہ تو اپنے پریتم کے دھیان میں اتنی مست ھوگئی ھے کہ کہیں تو بھی خود اپنا پریتم نہ بن جاے' کب سے کھڑی ھوئی میں تجھے دیکھ رھی ھوں' مگر تو تو اسی کے دھیان میں بےسدھ ھورھی ھے - یہاں اپنے پیارے کی سدھ میں بے سدھ ھونے کی تصویر بھرنگی کیڑے کی تشبیہ سے شاعر نے کس طرح کھینچ دی ھے --

(۱۳) تارے تھوڑی گاڑ گہی' نین بٹو ھی سار
چلک چوندہ میں روپ ٹھگ' ھانسی پھانسی ڈار

چمک کی چوندھیاھٹ میں حسن کے لٹیرے نے بچارے (نین بٹوھیوں) آنکھہ کے مسافروں کو پکڑ کر ھنسی کی پھانسی دیکر مارا اور مار کر ٹھوڑی کے گڑھے میں ڈال دیا ھے - بچارے مسافر کئی بار تاروں کی جھلملاھٹ کو دھو کے سے سویرا سمجھہ لیتے ھیں اور راستے پر چل پڑتے ھیں' اسی مکر چاندنی کو چوندہ کہتے ھیں - یعنی جو اپنی چمک سے آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ھے' وہ دھو کے

میں ڈال دیتی ھے ' اسی کو عربی میں ' صبح کاذب ' کہتے ھیں - اس روشنی کے دھو کے میں جو مسافر چل پڑ تے ھیں ' انھیں راستے میں ڈاکو لوٹ لیتے ھیں - شاعر نے اس دوھے میں اسی چوندھ سے استعارہ کیا ھے - شاعر اس حیرت انگیز و بے نظیر حسن میں آنکھوں کے گڑ جانے کو ' آنکھوں کے وھیں پر جم جانے کو اس استعارے کے ذریعے سے ادا کرتا اور کہتا ھے - چمک کی چوندھ میں آنکھ کے مسافر چل پڑے ادھر راستے میں حسن کے ڈاکو نے اُن کو پکڑ لیا اور پکڑ کر ھنسی کی پھانسی دے ڈالی اور مار کر ٹھوڑی کے گڑھے میں ڈال دیا - کیا اچھا بیان کیا ھے —

(۱۴) لکھن بیٹھی جاکی سبہ ' گہی گہی گرب گرور

بھئے نہ کیتے جگت کے چتر چتیرے کور

یہ دوہا بھی بہاری کی بہت ھی اعلی اور بلند پایہ ذھانت کا مظہر ھے - شاعر کہتا ھے کہ جس کی (بسی) سبیہ کو دنیا بھر کے کتنے ھی بڑے بڑے ھوشیار ' چابکدست مصور کھینچنے کے لئے ایک بار نہیں ' کئی بار اپنے کمال پر بہت کچھ غرور کر کے گئے - لیکن اُن کی ذھانت نے کام نہ دیا ' مبہوت ھو گئے ' اور اپنے قلم ' ھوے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے ' وہ چترائی اور وہ سب گھمنڈ کسی کام نہ آیا ' اور اس کی تصویر کوئی نہ کھینچ سکا (تو پھر بھلا میں اُس کے حسن کا کیا ذکر کر سکتی ھوں)

اس دوھے میں بہاری نے یہ بالکل نہیں بتایا کہ وہ مصور کیوں قلم پکڑے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور ان کی ساری ھنر مندی کسی کام بھی کیوں نہ آئی ' اسباب کے نہ بتانے میں بہاری نے اپنی مصوری و نازک خیالی کے ذریعے بہت کچھ ڈالا ھے - جہاں اتنے ھوشیار نقاش گھمنڈ کر کر کے گئے اور بیوقوف بن کر رہ گئے ' وھاں ان کی ناکامی کے اسباب بیان کرنے میں شاعر کو بھی چپ رہنا پڑتا ھے ' اس لئے بہاری بھی اس بارے میں چپ رہ گئے ھیں - بہاری کے سن جیون بھاشے میں ھندی کے مشہور نقاد شری پنڈت رام سنگھ جی شرما

نے بہت اچھی تشریح کی ہے' جو پڑھنے کے لائق ہے - انہوں نے اس کے بہت سے اسباب گنوائے ہیں کہ تصویر کیوں نہ بن سکی - اتنے بہت سے اسباب کو ایک چھوٹے سے دوہے میں لانا ایک ناممکن سی بات تھی' بہاری نے اتنا ہی کہدیا کہ دنیا بھر کے ایک نہیں ' بہت سے اور وہ بھی معمولی نہیں ' بڑے بڑے ہوشیار مصور جنہیں اپنے کمال فن تصویر پر غرور اور گھمنڈ تھا ' وہ بھی ایک بار نہیں ' کئی بار اس کی تصویر کھینچنے کے لئے بیٹھے' مگر وہ بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے ' قلم چلنے ہی نہ پائے اور اُس کی تصویر بن ہی نہ سکی' اس کے حسن کا نمونہ بن ہی نہ پایا' اس کا پل پل میں بڑھتا ہوا حسن' اس کی امنڈتی ہوئی تابش اور پھر اس کا ایک ایک لحظے میں نوبنو ناز و انداز کیا کسی کے گرفت میں آ سکتے ہیں —

اوپر جتنے دوہے لکھے گئے ہیں' ان سب میں پڑھنے والوں نے اس بات کو محسوس کیا ہوگا کہ ان میں جس قسم کے حسن کا بیان کیا گیا ہے' یہ وہ حسن ہے' جس میں اس کی گرفت میں نہ آنے والی گہرائی کی طرف اشارہ اور کنایہ ہے- اس حسن کی طرف آنکھیں بےبس ہوکر لپکتی ہیں - وہاں پھسل پھسل کر بھی جمی پڑی رہتی ہیں ' مگر اس کا راز نہیں کھلتا ' وہ حسن نہ تو دیکھتے ہی بنتا ہے اور نہ بے دیکھے- ان سب دوہوں میں حسن کی وہ چھب دکھائی گئی ہے' جو پوری طور پر بیان میں نہیں آسکتی- اس بارے میں ہم پہلے بھی لکھہ چکے ہیں کہ اس طرح کے اور بھی نمونے بہاری کی شاعری میں سے دئے جاسکتے ہیں ' لیکن طول کلام کے خوف سے اتنے ہی دوہے کافی خیال کئے گئے - یہ تھوڑے ہونے پر بھی بہاری کی اعلیٰ درجے کی ذہانت و طباعی کا ثبوت دیتے ہیں - اب ہم تھوڑے سے ایسے دوہے پیش کرینگے' جن میں شاعرنے حسن کو بیرونی لباس پہنا کر اس کو مرئی بنانے کی کوشش کی ہے - اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ حسن کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں - ہمارے کہنے کا صرف یہ مطلب ہے کہ حسن حقیقت میں

ایک ھی چیز ھے - لیکن اس کا ایک تو وہ جلوہ ھے جو ھمارے سامنے آتا ھے ' اور جس کی ھم تعریف بھی کر تے ھیں - اور دوسرا وہ ھے جو ھزار آنکھیں کھول کر دیکھنے پر بھی صاف صاف جلوہ گر نہیں ھوتا - بیان کر نے سے بھی اس کی تصویر سامنے نہیں آتی ' وہ تو پوری طور پر بیان کر نے پر بھی بے بیان ھی رھتا ھے' اس کے دیکھنے سے جو حیرانی یا کشش وغیرہ مختلف حالتیں گزرتی ھیں' محض ان کے بیان سے اس حسن کی بے مثالی ' گہرائی ' اور بوالعجبی کا علم ھوتا ھے ' لیکن خود وہ حسن تو ھمیشہ پرے ھی پرے رھتا ھے - اسی قسم کے بہاری کی حسن نگاری کے نمونے ھم نے اوپر دیے ھیں - اب ھم اس قسم کے کلام کے نمونے دیتے ھیں ' جن میں حسن کے وہ جلوے دکھائے ھیں' جس سے وہ مرئی ھوکر آنکھوں کے سامنے آتا ھے —

(۱۵) بھوشن سنبھاری ھیں ' کیوں یہ تن سکمار
سود ھے پاؤں نہ دھر پرت ' سو بھاھی کے بھار

کیا نازک خیالی ھے' کتنی سادگی سے حسن کی فراوانی وکمال کو بیان کردیاھے' وہ کہتا ھے کہ نازک بدن گہنے کے بوجھ کو کیونکر سنبھال سکے گا' اس پر تو حسن دوھی ھی کا اتنا بوجہ ھے کہ بہاری کے پاؤں زمین پر سیدھے ھی نہیں پڑ تے' کیا تہ تک پہنچنے والی بات کہی ھے' وہ کونسا اھل دل ھو گا جواس چبھتے ھوے کو ایک بار سنکر پھڑک نہ اٹھے گا —

(۱۶) کہت بسے ' بیند دئے ' آنک دس گن ھوت
تئے للام بندی دئے ' اگنت بڑھت اُدوت

سب کہتے ھیں کہ اگر کسی عدد کے ساتھہ ایک صفر اگا دیا جائے تو وہ دس گنا ھو جاتا ھے - مثلاً ایک کے آگے ایک بندی (صفر) اگا دیں تو دس کا عدد بن جاتا ھے اور دس کے آگے ایک بندي لگا نے سے سو ھوجاتا ھے) اسے توسب ھی جانتے ھیں' یہ بھی کیاکوئی بات ھے ' لیکن عورت کے ماتھے پر بندی لگانے سے اس

کی خوب صورتی یا چمک کتنی بڑھ جاتی ھے ، یہ کیا کوئی بتا سکتا ھے ، اس کی
تو گنتی ھی نہیں کی جا سکتی - کتنے حسن اور سادگی کے ساتھہ حسن کی ترقی کو
اس دوھے میں بیان کیا ھے ، وہ قابل داد ھے --

(۱۷) کہا کسم کہہ کہ مدی ، کتک آرسی جوت
جا کی اُجرائي لکھے ، آنکھہ اُجری هوت

جس کے اُجلے پن کو دیکھہ کر آنکھیں روشن اور منور هو جاتی هیں ، اس کی
تابش کے سامنے بیچارہ پھول کیا ھے ، چاندنی کیا ھے ، اور آئینے کی چمک کیا چیز ھے؟
اِن میں بھی چمک ھے ، لیکن اِن کی چمک آنکھوں پر کچھہ بھی اثر پیدا نہیں
کرتی ، اِن کی چمک سے آنکھوں میں وہ روشنی نہیں آتی جس سے آنکھوں میں نور
آ جائے ، اس لیے یہ چیزیں اس کے تابش حسن کے سامنے پھیکی هیں - روشنی و نور
تو اُسی حسن میں ھے ، جس کے دیکھنے سے ، جس کی طرف نظر اُٹھانے سے آنکھوں میں
اُجالا آ جاتا ھے ، آنکھوں میں نور و سرور بھر جاتا ھے -

(۱۷) کُٹل الک چھٹتی پرت ، سکھہ بڑھی گو اِتوادوت
بنک بکاری دیت ، جیوں دام روپیا هوت

بہاری کے زمانے میں دام ایک پیسے کے پچیسویں حصے کو کہا جاتا تھا - جب
کوئی مدد بکاري کے بغیر لکھا جاتا تھا تو وہ دام سمجھا جاتا تھا اور جب اُس پر
بکاری دیدی جاتی تھی تو وہ روپیہ هوجاتا تھا - بکاری اُس لکیر کو کہتے هیں جو روپے
کو بتانے کے لئے ڈالی جاتی ھے یعنے وہ روپے کی علامت ھے - وہ لکیر یہ ھے (/) جیسے
ایک روپے کو یوں لکھا جائے گا (۱/) - بہاری کہتا ھے کہ اس کے چہرے پر پُرخم
بالوں کے چھوٹ پڑنے سے اس کی چمک دمک اتنی بڑھ گئی ھے ، جیسے تیڑھی لکیر
دیدینے سے دام روپیہ بن جاتا ھے - جس طرح دام کے آگے علامت لگادینے سے اکدم اس
کی قیمت روپیہ هو جاتی ھے ، یعنے اک دم بہت بڑھ جاتی ھے - اسی طرح اُس کے
منہہ کی چمک پُرخم بالوں کے پڑنے سے اتنی ھی بڑھ گئی ھے - اس بڑھی هوی چمک

کی تصویر بہاری نے کس معمولی تشبیہ سے آنکھوں کے سامنے کھینچ دی ہے- اسی کو کہتے ہیں تنکے سے ہاتھی کو باندھنا*- کتنی ادنی تشبیہ سے کتنا بڑا مضمون پیدا کیا ہے—

(۱۸) سہج سیت پنچ توریا پہیرت اِتی چھب ہوت

جل چادر کے دیپ لوں، جگمگا تی تن جوت

جب وہ معمولی طور پر سفید پنچ تولیا ساری پہنتی ہے، تو اُس کی خوب صورتی بہت بڑھ جاتی ہے - پنچ تو لیا وہ ہلکی ساری ہوتی ہے، جس کا وزن کل پانچ تولہ+ ہوتا ہے، اُردو میں اُس کپڑے کو 'آب رواں' کہتے ہیں - اس ساری کے پہننے سے اُس کے بدن کی چمک اس طرح جگمگاتی ہے، جیسے پانی کی چادر سے چراغ کی جگمگاہٹ بڑھ جاتی ہے - یہاں جل چادر کے چراغ کی تشبیہ جو شاعر نے دی ہے، وہ سچ مچ حیرت انگیز اور انوکھی ہے - اور اِس سے اُس کی باریک بینی کا پتہ چلتا ہے، اور یہ جگمگاہٹ ایک دیکھنی چیز ہے - اُدے پور میں ایک جھیل ہے، جس کا نام "پچھولا" ہے - اس کے اس کنارے پر اُدے پور بسا ہوا ہے - دوسرے کنارے پر مندر وغیرہ بنے ہوے ہیں - اور اس جھیل کے بیچ میں بڑی مندر اور شاہی محلات بنے ہیں، جو 'جگ نواس' کے نام سے مشہور ہیں- پانچ سال میں ایک بار جب ویسرائے یا کوئی اور بڑا آدمی یہاں آتا ہے تو اُسے رات کے وقت ناؤ میں بٹھا کر اس چادر آب کے چراغوں کی بہار دکھائی جاتی ہے - اس پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے، پچھولا جھیل کے دونوں کناروں کی اونچی اونچی بلند عمارتیں چراغوں سے جگمگا رہی ہوتی ہیں - جھیل کے بیچ کے محلوں، مندروں اور دوسرے کنارے کے مندروں وغیرہ کی سیڑھیوں وغیرہ پر بھی اوپر سے نیچے تک چراغوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں، جھیل کے دونوں کنارے چاند گھاٹ سے لے کر راج محلوں تک چراغوں ہی سے، اوپر سے نیچے تک جگمگا رہے ہوتے ہیں - اس بہار کو دیکھنے کے لئے اُدے پور کا سارا شہر ٹوٹ پڑتا ہے - سب کہتے ہیں کہ آج سونے کی لنکا کا

---

* یہ ایک ہندی مثل ہے—

+ کیا مانچسٹر یا لنکا شائر کی ملیں پانچ تولہ کی ساری یا چادر بنا سکتی ہیں

نظارہ ہوگا ، اور وہ سچ مچ ہوتا بھی ہے - اس نظارے کو دکھانے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے - اس جھیل کا پانی اس خاموش اندھیری رات میں ان چراغوں کی چمک کو کس طرح بڑھا دیتاہے' یہ قابل دید نظارہ ہوتا ہے - بہاری لال نے اس طرح کے نظارے ضرور دیکھے ہوں گے - اس نظارے کو دیکھ کر بہاری کی اس تشبیہ کو پڑھا جائے کہ :

جل چادر کے دیپ لوں جگمگاتی تن جوت

تو اِس تصویر کے کھینچنے کی باریکی کا پتہ چلتا ہے —

(۱۹) چھٹی نہ سستا کی جھلک' جھلکیو جوون انگ

دیپتی دیہہ دھوں نہ ملی' دپتی تافتہ رنگ

ابھی بچپنے کی جھلک نہیں چھوٹی ہے - یعنے بچپن تو چلا گیا ہے' لیکن اس کی جھلک ہنوز باقی ہے اور اس کے انگ انگ (جوڑ جوڑ) میں جوانی کی جھلک آگئی ہے ' یعنے جوانی ابھی نہیں آئی ہے ' مگر صرف ابھی اس کی جھلک ہی آئی ہے' دونوں جھلکیوں سے مل کر اس کا بدن چمکتے ہوے تافتے کے کپڑے (دھوپ چھاؤں) کے رنگ کے مانند چمچما رہا ہے - یہاں شاعر نے تافتہ کے رنگ کی بالکل قدرتی اور بچپنے اور جوانی کی جھلکیوں کے رنگوں کی بالکل ٹھیک تصویر کھینچ دینے والی تشبیہ دی ہے - تافتہ ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے' جس کا تانا ایک رنگ کا اور بانا دوسرے رنگ کا ہوتا ہے - دونوں رنگوں کے مل جانے سے اس کی جھلک خوب چمکتی ہے - اسے دھوپ چھاؤں بھی کہتے ہیں - بعض لوگ تافتہ اُس کپڑے کو کہتے ہیں' جس کا تانا سوتی اور بانا ریشمی تاروں کا ہوتا ہے - دونوں مل کر بہت زیادہ چمکتے ہیں - سوت کے تاروں میں چونکہ سادگی معلوم ہوتی ہے اور تانے میں سیدھا پن بھی ' ادھر بچپنے کی جھلکی بھی بھولے پن اور سادگی کی مظہر ہے - اور ریشمیں تاروں کی جھلک چمکدار ہوتی ہے' جس کی چمک کی تشبیہ جوانی کی جھلک سے دی گئی ہے - اس تافتے کے رنگ اور چمک

کی تشبیہ سے بہاری کی وسیع قوت مشاهده کا پته لگتا هے —

(۲۰) واهی لکھیں لوٹن لگے' کون جوت کی جوت
جا کے تن کی چھا نہہ ڈھگ چھانہہ سی ہوت

اسے دیکھ کر کس دوشیزہ کی تابش آنکھوں کو اچھی لگ سکتی هے ' یعنی نہیں لگ سکتی اس کے آگے ساری نوجوان عورتوں کی رونق ماند پڑ جاتی هے ' کس کو دیکھ کر ؟ شاعر دوسرے مصرع میں اس کا جواب دیتا هے : جس کے جسم کی پرچھا ئیں کے سامنے چاندنی بھی چھاؤں سی ہو جاتی هے ' جس کے بدن کی پرچھائیں کی چمک اتنی زیادہ هے کہ اس کے سامنے ساری چاندنی چھاؤں سی معلوم ہو نے لگے ' اس کے بدن کی چمک کس قدر زیادہ ہوگی - اس کو خیال میں نہیں لایا جا سکتا ' اس لئے کہ جس کے بدن کی چمک کی چھاؤں کے سامنے بچاری چاندنی بھی چھاؤں بن گئی' اس کے بدن کی چمک کے سامنے کس دوشیزہ کی چمک دمک آنکھوں کو بھی معلوم ہو سکتی هے' کس کی نہیں' یعنی اس کی چمک دنیا میں صرف ایک هی هے' وہ دنیا میں بے نظیر حسن کی مالک هے —

اس دوهے میں بہاری نے بدن کی انوکھی ' اور لبریز جمال تابش کا کیسا نادر بیان کیا هے —

(۲۱) بھئی جو' چھبی تن و سن ملی' ورن سکیں سو نہ بین
آنگ روپ آنگی دری' آنگیی آنگ در س

اس جسم میں کپڑوں کے مل جانے سے (کپڑوں کے اس طرح مل جانے سے کہ وہ الگ نظر نہیں آتے) جو حسن پیدا ہو گیا هے ' اسے زبان سے ادا نہیں کیا جا سکتا ' کسی طرح بھی بیان نہیں کیا جا سکتا ' ایک ایک عضو کی چمک سے کپڑا چھپ جاتا هے ' مگر کپڑوں سے جسم نہیں چھپتا ' کیا بات کہی هے ' کپڑا بدن کو ڈھکنے کے لئے پہنا جاتا هے ' لیکن بدن کی چمک اتنی زیادہ هے کہ کپڑا اس میں چھپ جاتا هے ' اور اعضا نہیں چھپتے ' وہ تو صاف جھلملا تے هیں ' ٹھیک هے :—

کہیں چھپتا ھے ' اکبر ' پھول پتوں میں نہاں ہوکر

کپڑوں سے کہیں اس کے اعضا کی چمک اور تابش چھپائی جا سکتی ھے ' اس کی تابش تو کپڑوں کے اوپر بھی آ پہنچتی ھے ' اور اس سے کپڑے ھی آپ چھپ جاتے ھیں—

(۲۲) لہلہاتی تن ترو نئی ' لچھی لگ اوں لپھی جائی

لگیں لا نک لوئن بھری ' لوئن لیتی لگا ئی

اس کے بدن میں اُمیدِ نی ھوی جوانی کی بہار لہلہا رھی ھے' جب آنکھیں اُس کی حسن و نزاکت سے لبریز کمر میں جا لگتی ھیں تو وہ کمر بانس کی پتلی چھڑی کی طرح جھک جاتی ھے ' اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کو شیفتہ کر لیتی ھے ' نظر کے لگتے ھی اس کمر میں کپکپی پیدا ھو جاتی ھے ' اور یہ نظر کا لگنا ' کمر کا لچکنا ' آنکھوں کو لگا لیتا ھے یعنے اپنا عاشق بنا لیتا ھے - اس کی کمر کس قدر نازک ھے کہ آ نکھ کے دیکھنے ھی سے لچک جاتی ھے - کیا نازک خیالی ھے —

(۲۳) مانہ ھو ودھی تن اچھہ چھوی سوچھہ راکھی بے کاج

درگ پگ پونچھن کو کیو بھوشن پایندا ج (ز)

اس کے تن نازک کے حیرت انگیز حسن کی صفائی کو قائم رکھنے کے لئے گویا خدا نے نظر کے پاؤں پو چھنے کے لئے زیور کو پا انداز بنایا ھے ' اس کے جسم کے حسن کی چمک کے سامنے سونے کے گہنے کس کام آ ئے ' وہ اس کی خوب صورتی کو تو کیا بڑھا سکتے ھیں ' وہ تو اس کی تابش کے سامنے داغ سے دکھائی دیتے ھیں ' پھر آخر انھیں پہنا ھی کیوں گیا ؟ اس کا جواب شاعر دیتا ھے کہ اس جمال و حسن پر جب آنکھوں کے پاؤں پڑ یں گے تو یہ کہیں میلی نہ ھو جاے اس لئے خدا نے ان سونے کے گہنوں کو آنکھوں کے پاؤں پو چھنے کے لئے پا انداز بنا دیا ھے - یعنے جب آنکھیں اس حسن کو دیکھیں تو پہلے ذرا اپنے پاؤں کو (زیوروں کے) پا انداز سے پوچھہ لیں —

(۲۴) چمچات چنچل نین' بچ گھو نگھٹ پٹ جھین

مانہو ' سُر سریتا و مل جل' اُچھرت جُگ مین

اس کی چنچل آنکھیں مہین اور پتلے گھو نگھٹ کے اندر ایسی چمچا رہی ہیں جیسے گنگا کے شفاف پانی میں دو مچھلیاں اچھل رہی ہوں —

جن حضرات نے گنگا کا صاف و شفاف پانی ہردوار یا رشی کیش میں دیکھا ہے ' اور وہاں اچھلتی ہوی مچھلیوں کا مشاہدہ کیا ہے ' وہ اس باریک گھونگھٹ میں سے چمچماتی ہوئی آنکھوں کے دل پذیر نظارے کا موازنہ کر سکتے ہیں —

(۲۵) انگ انگ چھوی کی لپٹ' اُپٹت جاتی اچھیہ

کھری پاتری اُوتو' لگے بھری سی دیہہ

اُس کے عضو عضو میں حسن کے چھب کی لپٹ لگا تار اُدھرتی جاتی ہے ۔ اس وجہ سے گو اس کا بدن بہت پتلا ہے ' مگر وہ پھر بھی بھری سی لگتی ہے ۔ لگا تار ' پل پل میں اُبھرتی اور بڑھتی ہوی خوب صورتی اس سے بدن کے چاروں طرف ایک ایسی چمک اور تابش کو نمایاں کر رہی ہے جس سے اس نازنیں کا دبلا پن ڈھکا جاتا ہے ' اور اس کا بدن بھرا ہوا محسوس ہوتا ہے —

(۲۶) نیک ہنسوں ھی بانی تجی لکھیو پرت منہ نیٹھہ

چوکا چمکنی چوندھ میں' پرتی چوندھ سی دیٹھہ

سکھی! تو اپنی اس ہنسی کی عادت کو ذرا کم کر دے ' تیری اس عادت کی وجہ سے تیرا منہہ بڑی مشکل سے دکھائی دیتا ہے ۔ کیونکہ تیرے چوکے(سامنے کے دانتوں) کی چکا چوندھ میں آنکھیں چوندھیاسی جاتی ہیں ۔ اور تیرا منہ دکھائی

نہیں دیتا۔ یہاں ہنسی کی چمک کی چوندہ سے آنکھوں کا چوندھیا جانا اور
پھر چہرے کا نظر نہ آسکنا شاعر نے کس خوبی سے کہا ہے —

تن، بھوشن، انجن، درگن پگنو، مہاور رنگ
نہیں سوبھا کوں، سا جیت،کھی بین ہی کون انگ

وہ قدرتی طور پر اس قدر حسین ہے کہ اُس کے بدن میں زیور، آنکھوں
میں سرمہ اور پاوں میں مہندی کا رنگ، اس کی خوب صورتی کو نہیں بڑھاتا۔
یہ تو صرف کہنے ہی کے لئے ہے کہ اُس کے جسم پر زیور ہیں، آنکھوں میں سرمہ
اور پاوں میں مہندی لگائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا بدن خود گہنا ہے، آنکھیں
بغیر سرمے کے اس قدر کالی ہیں کہ سرمہ آگیں معلوم ہوتی ہیں، اور پاؤں
خود ہی اتنے سرخ ہیں کہ حنا آلود نظر آتے ہیں، اس لیے زیور، سرمہ، مہندی
اس کے حسن کو کیا بڑھا سکتے ہیں —

(۲۸) کن دیبو سو نپیو سسر، بہو، تھر ہتی جانی
روپ رہ چٹیں لگی، لگیو ما نگن سب جگ آنی

نئی بہو گھر میں آئی، سسر نے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ چھوٹے چھوٹے ہیں،
اس لیے بھکاریوں کو اناج دینے کی خدمت اُس نے بہو کے سپرد کی، اُس نے سوچا
کہ بہو کے ہاتھ چھوٹے چھوٹے ہیں، اس لئے اناج کم خرچ ہوگا، لیکن ہوا کیا ؟
ہوا یہ کہ بہو تھی بلا کی حسین، اُس کے حسن کو دیکھنے کے لیے بھیک مانگنے کے
بہانے ساری دنیا اُمنڈ آئی دنیا در حقیقت اناج کی بھوکی نہ تھی، بلکہ
جنس حسن کی بھوکی تھی اور اسی کا لالچ اسے اِس در کا بھکاری بنائے ہوے تھا —
بہاری نے حسن کی تصویر جس ندرت انداز کے ساتھ کھینچی ہے، وہ لائق دید ہے۔
بہاری کے کلام سے اِس انداز کے اور بھی بہت سے نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں،
لیکن مضمون کی طوالت کا خوف مانع ہے اور اس وقت ہم اتنا ہی کافی سمجھتے

هیں - اُمید ہے کہ اِن نمونوں سے بہاری لال کے کمال فن ' اُس کی بالکل اچھوتی ذہانت اور اس کی انوکھی شاعری کا ناظرین کو کچھہ نہ کچھہ ثبوت مل جائے گا ؛ اس کی زبان کا مزہ تو ' اسی کی طرح زبان سے واقف ہونے والوں ہی کو اچھی طرح مِل سکتا ہے' لیکن حسن کے اِن مذکورہ بیانات میں بھی جوگہرے اور پاکیزہ جذبات' جو نازک خیالات' جس خوبی و خوش اسلوبی اور نزاکت کے ساتھہ ظاہر کیے گئے ہیں ' ان کا کچھہ کچھہ پتہ ان صفحات کے پڑھنے سے ضرور لگ جائے گا ---
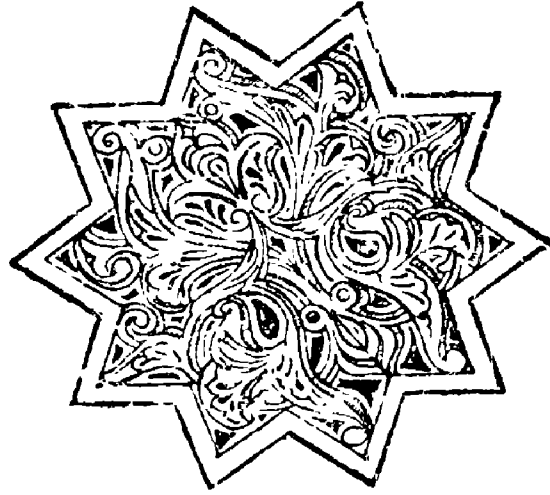
حافظ

از

(جناب سید حسن برنی صاحب بی اے - ال ال بی)

[یہ مضمون بھی " عمر خیام " کی طرح ' جو اس سے قبل رسالۂ ھذا میں شائع ھوچکا ھے ' فرانسیسی مستشرق کرادے وو (Carrade Vaux) کی کتاب محققین اسلام (Les Penseurs de l'Islam) جلد چہارم مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۹۲۳ ء (صفحات ۲۷۷-۲۹۲) سے ماخوذ ھے اور براہ راست فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیاگیا ھے۔ مضمون مختصر ھے ' لیکن تنقیدی اعتبار سے پرمغز اور دلچسپ ھے۔ شروع میں حافظ اور خیام کی اور اخیر میں حافظ اور ترکی شاعر فضولی کی شاعری کا موازنہ و مقابلہ نہایت خوبی سے کیا گیا ھے۔

حافظ کو مغرب میں وہ شہرت اور ھر دلعزیزی تو حاصل نہیں ھے ' جو خیام کو ھے ' لیکن اور شعرائے فارسی کے مقابلے میں وہ کافی شہرت رکھتا ھے۔ کرادے وو نے مدام دے تانان بیر (Mme de Tannenberg) کے فرانسیسی ترجمۂ غزلیات حافظ کا ذکر کیا ھے - یہ ترجمہ مدام موصوفہ کے وفات کے باعث شائع نہ ھوسکا - لیکن حال ھی میں ایک اور فرانسیسی ترجمہ شایع ھونا شروع ھوا ھے جو موسیو آرتھر گیوئی (Arthur Guy) قونصل جنرل فرانس نے

کہا ہے ۔ یہ ترجمہ تین جلدوں میں ختم ہوگا ' جن میں سے ابھی پہلی جلد چھپی ہے ۔ اس جلد میں ابتدائی پونے دو سو غزلیں ہیں ۔ شروع میں ۳۸ صفحات کا دیباچہ ہے اور فاضل مترجم نے سودی کی شرح سے حواشی بھی نقل کئے ہیں ۔ ترجمے میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ حتی المقدور وہی بحر اور قافیہ قائم رہیں' جو اصل فارسی غزل میں پائے جاتے ہیں ۔ یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ حافظ کے کلام کا صحیح اور قریب قریب ترجمہ کیا جائے ۔ اس ترجمے کا مفصل پتہ یہ ہے :—

Les Poemes Erotiques ou Ghazels de Chamseddin Mohammed Hafiz, par Arthur Guy Tome Premier XXXVIII et 278 pp, in 8° carre 1927 (Tome II, les Jloyeux de l'Orient) – Librairie Orientaliste Paul Geuthner, Paris)

سید حسن برنی]

حافظ' خیام سے بھی پہلے' مغرب میں شہرت پاچکا تھا ۔ خیام کا تعارف اگر انگلستان میں شروع ہوا' تو حافظ کا جرمنی میں ۔ نامور مستشرق فان ھا میر (Von Hammer) نے حافظ کا دیوان سنہ ۱۸۱۲ ع و ۱۸۱۳ ع میں ترجمہ کیا تھا ۔ گیٹے (Goethe) نے اسی ترجمے کی بدولت شیرا ز کی غزل سرائی کا لطف محسوس کیا اور اپنے دیوان غربی و شرقی (Diwan Ouest-Oriental.) میں حافظ کے رنگ کو پیدا کرنے کی کوشش کی کچھ ہی عرصے بعد بوڈین اسٹیڈٹ (Bodenstedt) نے عہد جدید کے ایک ایرانی شاعر " مرزا شافی " کے کلام ' کا جو حافظ کے رنگ میں ہے' ترجمہ شائع کیا ۔ اس شخص مرزا شافی کا وجود پر اسرار ہے ۔ اُس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ' بلکہ وہ صرف بوڈین اسٹیڈٹ کے دماغ کی

آفرینش ہے- بوڈین اسٹیڈٹ کا بیان ہےکہ جس وقت وہ مرزاشافی سے ملا تو مؤخرالذکر سن رسیدہ ہوچکا تھا - وہ ایران ہی میں پیدا ہوا تھا اور وہیں وفات پائی - مرزا شافی کی اصلیت کچھہ ہی ہو ' لیکن اُس کے نام سے جو کتاب منسوب کی گئی ہےاُس نے خوب شہرت پائی - '' حکمت فلسطینیہ " (Philisterweisheit) کے ڈیڑہ سو سے زیادہ ایڈیشن شائع ہوئے :—

حافظ کے واقعات زندگی بہت کم معلوم ہیں اور ایسا خیال ہوتا ہے کہ اُس کی زندگی میں بہت کم قابل توجہ حوادث و سوانح پیش آئے - 'حافظ' شیراز میں پیدا ہوا - وہیں سنہ ۱۳۸۹ ع میں اُس نے وفات پائی - وہیں اُس کی زندگی کا بڑا حصہ گذرا - وہ فقرا کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا - اُس کا اصلی نام محمد تھا ' اور اُس کا تخلص ' حافظ ' (جو قرآن کو از بر کرنے والے کو بطور خطاب دیا جاتا ہے) اور لقب شمس الدین ظاہر کرتے ہیں کہ وہ علوم دینیہ میں مہارت رکھتا تھا - اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ' حافظ ' کی بسر اوقات بفراغت ہوتی تھی - بادشاہ اُس کی سر پرستی کرتا تھا اور اپنی زندگی ہی میں اُسے ہردلعزیزی اور عزت حاصل ہوگئی تھی - ہارن (Horn) لکھتا ہے کہ بخلاف اپنے بعض دیگر ہم وطنوں مثلاً رودکی و کسائی کے 'حافظ' پیرانہ سالی میں بھی مغموم نہیں رہتا تھا ' بلکہ وہ برا بر زندگی کی مسرتوں کے نغمے گاتا رہا اور اُس کا دل آخر تک جوان اور پر جوش رہا —

'حافظ' زیادہ تر اپنی غزلیات کے سبب مشہور ہے - اُس نے رباعیات بھی لکھی ہیں * اور دوسری چیزیں بھی - حافظ' خیام کا ایک تلمیذ سعید معلوم ہوتا ہے - وہ خیام سے تین سو برس بعد پیدا ہوا - دونوں شاعروں نے تقریباً ایک ہی قسم کے مضامین لکھے ہیں- 'حافظ' بھی اپنے پیشرو کی طرح شراب' زندگی کی بے ثباتی' غمہاے نہانی ' دیر مغاں ' مستی ' ہجر ' عشق وغیرہ کے بیان لکھتا ہے اور خیام کی طرح

---

* دیکھو انگریزی ترجمۂ رباعیات حافظ نوشتۂ کرانسر بیگ مع دیباچۂ سید عبدالمجید- مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۹ ع —

'حافظ' کے اشعار بھی ذو معنی یعنی رندانہ و متصوّفانہ ہیں - حافظ بھی دینداری کے زعم باطل اور مفتیوں اور متقیوں کی ریا اور جھوٹے زہد و اتقا پر حملہ کرتا ہے - لیکن حافظ کی طبیعت خیام کی طبیعت سے بالکل مختلف ہے —

خیّام زیادہ مہندسانہ (geometrique) اور زیادہ راست رو ہے - وہ مجرّد مضمون سے زیادہ وابستہ رہتا اور صرف اس حد تک آرائش میں مصروف ہوتا ہے' جس حد تک کہ مضمون کو ادبی پیرایہ دینے اور اُسے پڑھنے والوں کے پسند خاطر بنانے کے لئے ضروری ہے - حافظ بہ نسبت خیام کے زیادہ نفیس' زیادہ لطیف' زیادہ شاعرانہ ہے - وہ مضمون سے کم وابستہ رہتا اور اپنے بیان کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں زیادہ مصروف رہتا ہے - خیّام کا لہجہ متحکمانہ' درشت' متزجرّانہ بلکہ بعض اوقات وحشیانہ ہوتا ہے - حافظ نرم' لچکدار' رنگین' رنگا رنگ' لطافت آمیز اور خلیق ہے- خیام کے دماغ کی ساخت مردانہ اور حافظ کے احساسات نسائی ہیں - ان دونوں میں تقریباً ایسا ہی فرق ہے' جیسا کہ دوسری صدی ہجری کے مضبوط کوفی خط اور موجودہ زمانے کے نفیس و پر پیچ آرایشی عربی رسم الخط میں - خیام بحیثیت ایک استدلالی کے خلوص لئے ہوے ہے - حافظ بالاے ہمہ مناظر قدرت اور حسن کا والہ و شیفتہ ہے - یہی وجہ ہے کہ غزل' جس کا طول متوسط ہوتا ہے' جس میں مختلف و رنگا رنگ مضامین سما سکتے ہوں' جس کی ہر بیت ایک موتی — ایک خیال یا ایک آہ — ہوتی ہے' جو نہایت باریک ڈورے میں پروئے ہوے ہوتے ہیں' حافظ کی طبیعت کے زیادہ مناسب و موزوں ہے - بر خلاف اس کے رباعی کی ٹھوس اور قوی شکل خیام کے مزاج سے زیادہ موافق ہے —

ایک مثال کے ذریعے یہ فرق زیادہ بہتر طریق پر سمجھ میں آجاے گا - دونوں شاعروں نے ہمارے فرانسیسی شاعر ولوں (Villon) کی طرح' جس نے اپنے ایک مشہور سرود میں لکھا ہے:—

" لیکن کہاں ہے پچھلے برس کا برف ؟ "

فنا ہو جانے والی اور نہ معلوم کہاں جانے والی چیزوں کا ماتم کیا ہے - خیام نے اس خیال کو اس رباعی میں ، جسے ایک مسافر اصطخر (Persepolis) کے کھنڈروں میں ایک دیوار پر کندہ پاتا ہے ظاہر کیا ہے —

" یہ محل جس کے ستون آسمان تک بلند ہو رہے ہیں، شاہان سلف کا سرقد بنا ہوا ہے - میں نے ایک فاختہ اُس کے کنگروں پر بیٹھی ہوی دیکھی ، جو اکا تار کو کو کو (کہاں کہاں کہاں ؟) پکار رہی تھی "—

ذیل میں حافظ کے خیالات بھی اس مبحث پر پیش کئے جا تے ہیں - اس نظم میں " کہاں " کا اطلاق ماضی و مستقبل دونوں زمانوں پر کیا گیا ہے —

" ایام خوش و ایام خراب کہاں ہیں ؟ راستہ کی درازی دیکھو یہ راستہ کہاں سے آ تا ہے اور کہاں جاتا ہے؟ " —

" میرے دل کو خانقاہ میں صرف ریا کی کدورت دکھائی دیتی ہے - دیر مغاں کہاں ہے اور شراب ناب کہاں ؟ " —

" رندی وزهد میں کیا نسبت - کہاں وعظ کا سننا اور کہاں رباب کے نغمے! " -

" دوست کے رخ سے دشمن کے دل کا حال کون جان سکتا ہے - کہاں چراغ مردہ اور کہاں نور آفتاب !" —

" تیرے در کی خاک میری آنکھوں کا سرمہ ہے - بتا ہم کہاں جائیں، تیرے کرم کو چھوڑکر کہاں ؟ "—

" سیب زنخداں کو نہ دیکھہ کہ راہ میں ایک کنواں ہے - اے میرے دل ایسی تیزی سے کہاں چلاجارہا ہے ؟" —

" وصل کے تازہ ایام کی یاد کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے - وہ پیار کر نے والی نظر کہاں گئی؟ اور وہ ملامت کہاں ؟" —

" حافظ سے قرار و خواب کی اُمید نہ رکھہ - قرار کہاں اور صبر کہاں اور نیند کہاں! " —

ایک اور غزل سے میں اس نفیس شعر کو جس میں کہاں کا سوال کیا گیا ہے، انتخاب کرتا ہوں :—

" شراب ، گانےوالا اور گلاب کا پھول سب خوب ہیں ، لیکن
بغیر دوست کے زندگی خوب نہیں - دوست کہاں ہے ؟ "

دو مشہور ادب دوست خواتین نے حال ہی میں پیرس میں حافظ کے کلام پر بڑی محنت کی ہے۔ان میں سے ایک تو مدام دے تانان بیر (Mme de Tannen erg) ہیں ، جو فنک بران ٹانو (Funck Brenntano) میں پیدا ہوئیں اور خود بھی شاعرہ ہیں ● - خاتون موصوفہ نے ولبر فورس (Wilberforce) کے انگریزی ترجمے سے حافظ کی غزلیات کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ہے، جو فارسی متن سے نہایت قریب ہے اور موجودہ طرز تحریر کو لئے ہوئے شیریں اور مؤثر ہے - دوسری مدموازل (مس) ایلین وکاریسکو (Mlle Helene Vacaresco) ہیں ، جو رومانیا کی ایک مشہور خاتون ہیں ، فرانس میں رہتی اور عرصے سے بحیثیت ایک فرانسیسی شاعرہ کے شہرت رکھتی ہیں - موصوفہ نے مدام دی تانان بیر کے مجموعۂ غزلیات حافظ پر ایک دیباچہ قلمبند فرمایا ہے ، جس میں شیراز کے شاعر (حافظ) کی ذہنیت اور طبیعت کا نہایت ژرف نگاہی کے ساتھ تجزیہ کیا ہے - یہ دیباچہ از راہ کمال مہربانی میرے پاس بھیجدیا گیا ہے، جس کے چند صفحات کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتا ہوں :—

خدائے تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے :—

" کاش تیرے گلزار کی تھوڑی سی خاک ہمیں مل جائے "

مدموازل و کاریسکو صوفیت اور حافظ کے پیشرو شعرا سے بحث کرنے کے

● مدام دے تانان بیر کا حریف سنہ ۱۹۲۲ ع میں انتقال ہو گیا اور ان کا ترجمہ شایع ہونے سے رہ گیا —

بعد حافظ کا تذکرہ اس دل پسند مصرع کے ساتھ شروع کرتی ہیں :—

" ہماری آہ کا تیر آسمان کے پار نکل گیا"

یہ دکھانے کے لئے کہ یہ تیر اور وہاں کی کشش کس قدر قوی ہے ' حافظ دنیاوی حسن کے نغمے گاتا ہے۔" وہ بلبل سے کہتا ہے کہ میں تیرے نغموں سے زیادہ دلکش نغمے جانتا ہوں ' وہ یاسمن سے کہتا ہے کہ جو یاسمن خدا کے ہاتھ میں پھولتی ہے وہ کبھی نہیں مرجھاتی - اس کے بعد پر اسرار سوار گزرتا ہے' جس سے کہ روح رواں اور جذبۂ مشتعل کا کنا یہ ہے —

" اے سوار جس کے رخ کا آئینہ ماہتاب ہے - اُس کے گھوڑے کے نعل کی خاک آفتاب کے لئے بمنزلہ سورج کے ہے ۔ جو آفتاب درخشاں دیکھنا چاہے' وہ اس کے رخ خون آلود کو دیکھے "—

دیباچہ نگار نے حافظ کے جذبۂ عشق کو جو شاید صوفیت کا سب سے خوشنما جذبہ ہے ' نہایت عمدگی سے نمایاں کر کے دکھایا ہے - وہ حافظ سے حسب ذیل خیالات نقل کرتی ہیں :—

" میرا دل جل چکا ' لیکن اُس کا مقصد حاصل نہ ہوا ...... روشنی میں نکل کر آ تا کہ تیرے سینے سے آفتاب چمکے "—

وہ تنقید کرتے ہوے لکھتی ہیں :—

جذبۂ عشق کا شاعر ہوتے ہوے بھی حافظ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایسا نہیں ہے - یہاں اور عالم دوام میں کوئی ایسی شے نہیں ہے جس سے بالا اور ماورا حافظ نہیں پہنچا - صرف سولا میت (Sulamite) اور سنیت تیریز (Ste Therese) ہی نے' جوایک دوسرےسے فضا اور وقت میں اس قدر بعید ہیں' اپنے ولولۂ عشق کو اس جوش و خروش کے ساتھ ظاہر کیا ہے ' جیسا کہ شیراز کے مست الست نے " —

حافظ کا جذبۂ عشق کوئی سادہ ولولہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ اس میں ایذاے شیرینی

اور تلخی کی آمیزش بھی ہوتی ہے' شاعر بے چین اور مضطرب روحوں کو پسند کرتا اور جامد و ساکن قلوب سے نفرت رکھتا ہے :-

"کاش کہ تمام لوگ اپنے دل کو نسیم کی خوشبو پر مائل کرسکتے - اس دل بے تاب کو چھو کر دیکھو' جو باوجود اپنی تکلیف کے لاکھوں قلوب کو مطمئن کرنا چاہتا ہے" —

پھر جوش طلب روح کا اصلی جوہر ہے - مدموازل و کار لیسکو کہتی ہیں کہ یہ امر یقین ہے کہ ساکن قلب یا (قلوب مطمئنہ) اس خواب سے جو کہ روح کو بے چین رکھتا ہے دور رہتے ہیں" - شاعر خود فغاں کرتا ہے "آج ہی حافظ کا دل عشق سے نہیں جل رہا ہے بلکہ روز ازل ہی سے وہ لالۂ شیراز کی طرح داغ داغ ہے"- لیکن منزل مقصود دور ہے "خضر کے چشمۂ حیات سے لے کر طلسمات تک بڑا فاصلہ ہے- ہمارے چشمۂ حیات تک جس کا ماخذ خدائے تعالیٰ میں ہے' بڑا فاصلہ ہے' بڑا فاصلہ ہے"—

ان الفاظ کو جو یاس سے بھرے ہوئے ہیں' ہم پھر دہراتے ہیں:-

"حافظ سے قرار و صبر کی امید نہ رکھو!"

بہر حال یہ ضروری نہیں کہ حافظ کے فلسفے کو ایک مربوط شکل میں پیش کیا جائے - حافظ کے احساسات سیال اور تقریباً متضاد ہیں اور دنیا کی نفرت اس کی روح کو مقید نہیں کرلیتی ہے - وہ مابعدالطبیعیات کے دقیق خیالات کو نظر انداز کرتا ہے' وہ صوفی خود پسند کو زندگی کے لطف کی طرف مائل کرتا ہے اور زندگی کے لطف کا بیان کرتے ہوئے وہ مادہ پرست کو عالم بالا کے حسن کی طرف رہبری کرتا ہے "ہمیں ایک ایسے شاعر سے سابقہ پڑتا ہے' جس کے یہاں بہترین طریق پر ان دونوں اجزا کا' جن کے اتحاد سے انسانی ہستی مرکب ہے' اتحاد پایا جاتا ہے- حافظ کے یہاں روحانی و مادی عناصر اس طرح مساوی طور پر تقسیم ہیں کہ وہ نہ ایک طرف کے خیال میں بہ کر رہ جاتا ہے' نہ دوسرے طرف کے خیالات ہی کو نظر انداز کرتا ہے" —

اس کے بعد تمہید نگار نے اُن الفاظ کی طرف متوجہ کیا ہے، جو حافظ نے ادیان و روایات قدیمہ سے لئے ہیں، وہ نہایت لطف آمیز پیرایے میں لکھتی ہیں :-

" سیمرغ کی (جو کہ پرند خرد ہے) صحبت اسے خوش کرتی ہے اور اسی طرح ہد ہد تاجدار کی، جو مابین شاہ سلیمان و ملکۂ سبا ایلچی تھا - وہ پریوں سے واقف ہے، جو ہوا کی خوشگوار مخلوق ہیں اور ہوا میں پرواز کرتی رہتی ہیں - نیز کوہستان کے گرد، گرد کی اُس قوس سے جہاں سیمرغ تمام قدیم الہامات کے خزانوں کے ساتھ مخفی ہے، لیکن دیو پریوں کے مضبوط حلقے کو توڑنا چاہتے ہیں، حافظ کا منظوم کلام پریوں کو دیووں سے بچائےگا - ان کی مدد کے لئے وہ ہوا کے پر لگاتا اور تاریکی میں پرواز کرتا ہے - وہ سرطان کے پر طلسم محل سے اپنا سخت سر ٹکراتا اور ثریا کے نقرئی ہار سے کھیلتا ہے، مشتری اسے اپنی شاندار دعوت میں مدعو کرتا ہے، لیکن تمام دیوتاؤں میں مریخ (یونانی دیوتا ہرمس (Hermis) جو رب‌الاسرار سمجھا جاتا تھا) کو وہ سب سے زیادہ پسند کرتا ہے" —

مدموازل و کارلیسکو نے حافظ کی دیگر تشبیہات و استعارات و کنایات مثلاً شراب، خاک، یوسف، آئینۂ سکندری جو جہاں نمائی کا کام دیتا تھا، جام جم وغیرہ کے متعلق بھی دلچسپ بحث لکھی ہے، لیکن یہ ایک ایسی بحث ہے، جس میں کاوش کی بجائے احساس سے کام لینے کی زیادہ ضرورت ہے —

حافظ کو اپنے وطن شیراز سے بڑی محبت ہے - شیراز مشرق کے زیبا ترین شہروں میں ہے اور آثار عتیقہ سے پر ہے، ہمارے تخیل میں شیراز پھولوں کا شہر ہے، اگرچہ جغرافیہ نگاروں کے بیانات اس قدر خوش آیند نہیں ہیں - حافظ نے رود رکنا باد کا جو شیراز سے ہوکر گذرتی ہے، گیت گایا ہے - اس نے ان باغات کو جو گلگشت مصلیٰ کے نام سے مشہور ہیں، خلعت جاوید بخشا ہے - کسی شاعر نے حافظ سے بڑھ کر مناظر فطرت کو محسوس نہیں کیا ہے، نہ کسی نے اُس سے بڑھ کر رمز آمیز و دلکش کلام لکھا ہے :-

"باغ کو نوجوانی کی بہار پھر ملی ہے، گلاب کا خوشگوار پیغام بلبل کو نغمہ سرائی پر آمادہ کر رہا ہے، اے صبا اگر تو نونہالان چمن کے پاس سے ہوکر نکلے تو ہمارا سلام سرو گلاب اور نرگس شہلا کو پہنچا دینا — باغ کا کیا قصور ہے، جب کہ جھاڑیاں مرجھاکر رہ جائیں" —

یہاں ہم حافظ کا ایک شعر نقل کرتے ہیں، جس میں اس نے خود اپنے آپ کو مخاطب کیا ہے :-

"اے حافظ غزل کہہ اور موتی پرو۔ آ میٹھے میٹھے گیت گا، اس طرح کہ تیرے کلام کو سن کر آسمان عقد ثریا تیرے اوپر نثار کرے" —

یہ بات قابل توجہ ہے کہ عقد ثریا کا کنایہ کس قدر موزوں ہے۔ مختلف ابیات میں اس قدر برائے نام ربط ہوتا ہے کہ پوری غزل پر بغیر اثر ڈالے ترتیب بدلی جاسکتی ہے۔ چنانچہ قلمی نسخوں میں ابیات کی ترتیب مختلف پائی جاتی ہے:-

"اے ساقی نور بادہ سے ہمارے جام کو روشن کر——اے مطرب کہہ کہ کار جہان ہمارے موافق ہوگیا ہے —

"ہم نے پیالے میں رخ یار کا عکس دیکھا ہے——اے شراب مدام کی لذت سے بے خبر رہنے والے —

"ہرگز وہ شخص جس کا دل عشق سے زندہ ہوا نہ مرے گا——جریدۂ عالم پر ہمارا دوام ثبت ہوچکا ہے —

"سہی قدوں کا کرشمۂ و ناز اتنا ہوتا ہے——کہ ہمارا سر و صنوبر خرام بھی جلوہ دکھا دیتا ہے —

"اے باد اگر گلشن احباب میں ہوکر گذرے——تو ہمارا پیام جاناں کو پہنچانا نہ بھولنا —

"ہمارا نام عمداً یاد سے کیوں بھولاتا ہے —— ایسا تو جلد ہونے والا ہے کہ خود بخود ہمارا نام یاد نہ آے گا —

" دریاے اخضر ' فلک اور کشتی ہلال —— سب ہمارے حاجی قوام کی نعمت میں غرق ہیں —

" روز باز خواست مجھے خوف ہے کہ کسی کام نہ آے گا —— شیخ کی نان حلال بمقابلہ ہمارے آب حرام کے —

" مستی ہمارے شاہد دلبند کی آنکھہ میں بھلی معلوم ہوتی ہے —— اسی لئے ہماری باگ مستی کے سپرد کردی گئی ہے —

" لالے کی طرح ہمارا دل ہواے سرد میں مبتلا ہوکر رہ گیا ہے —— اے مرغ بخت تو کب ہمارا رام ہو گا" —

ایران میں حافظ کے متبع بہت سے شعرا ہوے اور ترکی میں بھی حافظ کا اتباع کیا گیا - سلاطین و اُمرا نے جو شعر کہتے تھے ' غزلیں لکھی ہیں - غزلیات کا سب سے مشہور ترکی شاعر جو کہ قدیم ترکی کا سب سے بڑا شاعر بھی سمجھا جاتا ہے " فضولی " ہے - جس کا زمانۂ حیات سولھویں صدی عیسوی میں تھا - وہ ترکی کا حافظ کہلاتا ہے - بسمجان نے اپنے " مقالہ بر ادب عثمانیہ " میں اس خطاب کے خلاف صدا بلند کی ہے اور ' فضولی ' کو ایک اوریجنل (با جدت) شاعر قرار دینا چاہا ہے - فضولی نے بہ نسبت بادہ مستی کے عشق کو زیادہ بیان کیا ہے " اُس نے اپنا الہام اپنے دل ہی میں پایا ہے اور اپنے جذبات کو ایک ایسی زبان میں جو کسی شاعر نے اُس سے پہلے یا اُس کے بعد نہیں لکھی ' ادا کیا ہے - کبھی ترکی زبان میں یہ انداز بیان نہیں دیکھا گیا " - اُس کا عام مضمون عشق ہے - " اس باب میں اُس کے الفاظ غمناک و یاس انگیز ہیں ' جو ایک ایسی روح سے نکلے ہیں - جو نہایت نازک اور ذکی الحس ہے ' جو ایک ایسے شخص کی زبان سے ادا ہوے ہیں ' جس کا دل صدمے اُٹھائے ہوے ہے ' جو ایسے الفاظ ہیں کہ دل سے نکلتے ہی دل میں جا بیٹھتے ہیں —

یہ ممکن ہے کہ فضولی نے انسانی محبت کو بہ نسبت حافظ کے زیادہ شخصی حیثیت سے بیان کیا ہو ، مگر اُس میں صوفیانہ محبت کا عکس یا چہرہ بہت کم دکھائی دیتا ہے ۔ شراب کے کنایے کو کم اہمیت دینا ہی اس کی ایک علامت ہے ۔ اس طرح فضولی کو فلسفی اور صوفی شعرا کے حلقے سے باہر سمجھا جاے گا ، اور وہ مع چند دیگر پرانے عثمانی (ترک) شعرا کے جدید غزل‌سرا شعراے عشق میں شمار کیا جاے گا ۔ باوجود اس کے فضولی متشککین کے طبقے میں آتا اور امتیاز خاص رکھتا ہے ۔ ذیل میں " منتخبات اشعارعشقیہ‌ترکی " L' Anthologie de l' Amour turc مرتبۂ فیضی و عبدالحلیم ممدوح ' مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۹۰۵ ع صفحات ۱۵-۲۷ سے فضولی کے چند ابیات نقل کئے جاتے ہیں ' جن میں کسی قدر مذہبی خیالات کی اہانت بھی پائی جاتی ہے —

" میرے اچھے دوست ! جو شخص اپنی جان نہیں دیتا ' اُسے حیات جاودانی حاصل نہیں ہوتی ۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا وہی ہے جو تیرے لئے اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے ۔ تیرا افسون و کرشمہ عاشقوں کو بغیر کسی تکلیف کے دو بارہ زندہ کردیتا ہے ۔ تو اپنے وقت کا مسیحا ہے " —

" میں اُس معشوقہ کو حسن کے ابرو بت جیسے ہیں چھوڑ کر محراب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ۔ اے مومن مجھے چھوڑ دے ' مجھے عشق الہی کی طرف مائل نہ کر " —

دینداری اور وعظ پر طنز :—

" اے دیندارو ! واعظ جہنم کے تذکرے میں مشغول ہے ۔ ذرا اس کے واعظ میں ڈ اور جہنم کو دیکھو " ۔

قسمت پر طنز' جو بہ نسبت ' حافظ ' خیام کے رنگ میں ہے :—

" اس لڑکے کو قرآن پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے ۔ اُسے اس بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے ۔ تقدیر نے روز ولادت ہی سے میرے دل کو تیرے چہرے کی

تازگی کا مطالعہ کرنے پر مجبور کر رکھا ہے —

ذیل میں اُس بیباکی کے ساتھ جس کا حافظ کے یہاں کبھی اظہار نہیں ہوتا ' قرآن کی سب سے زیادہ پسندیدہ سورۂ فاتحہ اور روزےکی رسم کا استہزا کیا گیاہے:-

" ماہ رمضان میں بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے - پھر تو میکدے کا درکیوں بند کرتا ہے - ہمارے لئے میکدے کا در کھول اور سورۂ فاتحہ پڑہ " —

" آفتاب جام جو شراب سے پُر ہے' ماہ رمضان میں نہیں اُٹھایا جاتا - آہ کیسی بد نصیبی ہے اور کیسا روز سیاہ ہے ! " —

فضولی کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں - اُس کے والدین کُرد تھے اور وہ نواحِ بغداد کے قصبۂ حلّہ میں سنہ ۹۱۲ ع میں پیدا ہوا تھا - وہ ابتدا میں سنّی تھا' لیکن کہا جاتا ہے کہ حلہ میں شیعوں کی کثرت تھی اور فضولی بعد میں شیعہ ہوگیا تھا - اُس کی شادی اپنے اُستاد مفتی حلہ کی لڑکی سے ہوئی تھی - بغداد پر قبضہ کر لینے کے بعد سلطان سلیمان نے فضولی کا وظیفہ مقرر کردیا تھا' لیکن وہ قسطنطنیہ نہیں گیا - اُس کی وفات کی تاریخ معلوم نہیں - (شاید سنہ ۹۷۵ ع ہے)

تذکرۂ گلزار ابراھیم پر ایک نظر

از

(جناب سید محی‌الدین قادری صاحب' زور' بی - اے)

گلزار ابراھیم اُردو شاعروں کے اُن تذکروں میں سے ھے' جو معلومات کی وسعت اور صحت دونوں کے لحاظ سے درجۂ اول کے تذکرے کہے جا سکتے ھیں۔ خصوصاً صحت حالات کے مد نظر شاید ھی کوئی تذکرہ اس پر فوقیت رکھتا ھو —

اُردو شاعروں کے جس قدر تذکرے اس وقت تک لکھے گئے ھیں' اُن میں بعض تو وہ ھیں' جو کسی بڑے شاعر کے نتیجۂ قلم ھیں' اکثر وہ ھیں' جن کے مصنف خود بڑے شاعر نہیں' لیکن کسی بڑے شاعر کے گرویدہ شاگرد تھے اور چند وہ ھیں جن کے مصنفوں کو سخن گو نہیں' بلکہ سخن فہم کہا جا سکتا ھے —

ان تینوں قسم کے تذکروں میں چند خاص‌خاص نوعیتوں کے اصولی نقائص ھیں۔

قسم اول کے مصنف چونکہ خود بڑے شاعر ھیں۔ اس لئے اُن میں زیادہ تر مشہور شاعروں ھی کا تذکرہ کیا گیا ھے' معمولی شاعر بالکل نظر انداز کر دئے گئے ھیں - جن شاعروں کو مصنف نے قابل ذکر سمجھا بھی اُن کے ذاتی حالات کی طرف توجہ کرنے کی جگہ صرف اُن کی شعر شاعری پر تنقید کرنے کی کوشش کی ھے - اِس طرح سے یہ تذکرے بجائے تذکرے بننے کے ادبی تنقیدیں بن کر رہ گئے —

دوسرے قسم کے تذکرے اگرچہ چھوٹے بڑے سب شاعروں کو فراخ دلی سے پیش کرتے ھیں' لیکن اُن میں اِن سب پر جس حیثیت سے نظر ڈالی جاتی ھے وہ نہایت گمراہ کن ھوتی ھے - اُن کی تحریر کا سب سے اھم مقصد یہ ھوتا ھے کہ

اپنے استاد اور اُن کے دوستوں' یا اپنے استاد بھائیوں یا دوست شاعروں کو روشنی میں لایا جاے - اس مقصد کے مد نظر اُنھیں بے جا مبالغوں اور طرفداریوں سے بھی کام لینا پڑتا ھے- جس کا نتیجہ یہ ھوتا ھے کہ جن جن کو وہ اپنے تذکرے میں پیش کرنا چاھتے ھیں وہ اپنے صحیح خط و خال کے ساتھہ نہیں دکھائی دیتے بلکہ ایک ھی نظر میں معلوم ھوجاتا ھے کہ ان پر مصنوعی رنگ آمیزیاں کی گئی ھیں -اور جب اس طرح مصنف کا اعتبار کم ھوجاتا ھے تو یہ معلوم کرنے میں بڑی دقت ھوتی ھے کہ اس کی کس بات کو صحیح سمجھا جاے اور کس کو غلط —

تیسرے قسم کے تذکرے بہت کم ھیں - لیکن جو بھی ھیں اُن سے زیادہ تر شاعروں کا اصلی رتبہ اور ان کی شاعری کی نوعیت کا پتہ چلتا ھے' نہ کہ ان کی زندگی کے حالات کا — کیونکہ ان کا مقصد تحریر ادبی تنقید کے علاوہ اور کوئی نہیں ھوتا —

یہ واقعی اُردو شاعروں کی بد قسمتی ھے کہ کسی نے بھی ایک تھیٹ مورخ بن کر ان کے حالات کو قلمبند نہیں کیا - لیکن اگر اس طرح کی کوئی کوشش ملتی ھے تو وہ صرف علی ابراھیم کا زیر بحث تذکرہ ھے جو اگرچہ تھیٹ تاریخی نقطۂ نظر سے نہیں لکھا گیا ھے' تاھم اس لحاظ سے اُردو کے سب تذکروں سے بہتر ھے —

(ب) گلزار ابراھیم تیسرے قسم کے تذکروں میں شامل ھے - اس میں نہ تو شاعرانہ ترنگوں کے مد نظر معمولی شاعروں کو نظر انداز کردیا گیا ھے اور نہ کسی خاص شاعر یا اُس کے دبستان شاعری کی وکالت یا مخالفت کی گئی ھے - علی ابراھیم یوں بھی طبعاً منصف مزاج تھے' اُن کو شاعری کا صحیح ذوق تھا' اور نہ صرف یہی بلکہ اُن کی اِن فطری مناسبتوں کو ان کے پیشے' منصب اور ماحول نے اور بھی پختہ اور راسخ کردیا تھا - اگرچہ یہاں اُن کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کا موقع نہیں'

کیونکہ وہ تذکرۂ گلزار ابراھیم کے ساتھہ پیش کئے جائیں گے تاھم اس امر کا اظہار نامناسب نہیں کہ اُن کے متعلق ان کے حکام، دوستوں اور دوسرے معاصروں کی جو خانگی تحریریں اس موجود ھیں ان کے دیکھنے سے ان کے اعلیٰ کردار کے متعلق نہایت اچھا خیال پیدا ھوتا ھے خصوصاً اس زمانے کی تمام مشہور شخصیتوں کے جو حالات سدا سکھہ دھری نے ایک غیر جانب دار قلم سے لکھے گئے ھیں اور جو اس وقت برٹش میوزیم کے مخطوطوں میں محفوظ ھیں صرف انھی کا مطالعہ علی ابراھیم کے ان عمدہ صفات کی شہادت کے لئے کافی ھے —

غرض گلزار ابراھیم میں طرفداری یا رنگ آمیزی کا کوئی شائبہ نہیں، اور اس کے علاوہ، علی ابراھیم اُردو کے وہ واحد تذکرہ نویس ھیں، جنھوں نے شاعروں کے حالات اور ان کے متعلق تاریخیں جمع کرنے کی حتی‌الامکان کوششیں کیں - اور خوبی یہ ھے کہ ان کی کوششیں جس حد تک بارآور ھوسکتی تھیں اور ھوئیں اتنی کسی اور تذکرہ نویس کی نہیں ھوسکتی تھیں اور نہ ھوسکیں —

(ج) اُردو کے دوسرے (خصوصاً ۱۲۰۰ ھجری سے قبل کے) تذکرہ نویسوں نے شاعروں کی پیدایش، وفات یا دوسرے اھم واقعات کی تاریخیں رکھنے کا بالکل خیال نہ دیا - یہ چیز یوں بھی ان کے مذاق شعری کے لئے بار گراں تھی، لیکن اگر کوئی ان کی طرف توجہ بھی کرتا تو وہ علی ابراھیم کے برابر کامیاب نہیں ھوسکتا تھا —

علی ابراھیم انگریزی سرکار کے ملازم تھے، وہ مغربی طرز کی تحریروں اور مغربی مذاق سے روشناس ھوگئے تھے اور چونکہ وہ ایک ذی اقتدار حاکم تھے، اپنے مذاق اور مرضی کے مطابق مواد فراھم کرنے میں انھیں اپنے دوستوں اور عزیزوں کے علاوہ اپنے ماتحتوں اور ملازمین سے بھی مدد ملی، جو اپنے حاکم کو خوش رکھنے کی خاطر اس کام کی طرف فطرتاً زیادہ سے زیادہ توجہ کرسکتے تھے - اس کے علاوہ چونکہ وہ صاحب ثروت اور ذی اثر آدمی تھے، انھوں نے دور دور کے شاعروں سے بھی ان کے

یہاں آدمی روانہ کرکے یا ڈاک کے ذریعے سے حالات طلب کئے —

ان چند اہم امور کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اور گلزار ابراھیم کی خصوصیات پر نظر ڈالنے سے پہلے اس کے اس نقص کی طرف اشارہ کردینا بھی ضروری ھے کہ وہ ٹھیٹ پرانے طریقے پر لکھا گیا ھے - اگر علی ابراھیم شاعروں کے حالات ان کے تخلصوں کے حروف تہجی کے لحاظ سے نہ لکھتے بلکہ ان کے زمانوں کے لحاظ سے لکھتے تو یہ تذکرہ غالباً اُردو کا ایک بہترین تذکرہ بن جاتا —

---

(۲)

گلزار ابراھیم اُردو کے ان چند تذکروں میں سے ھے جو سنہ ۱۲۰۰ ع ھجری سے پہلے لکھے گئے تھے - اگرچہ اس سے بیس پچیس سال قبل ھی میر، گردیزی اور قائم وغیرہ کے تذکرے لکھے جا چکے تھے - حیرت ھے کہ علی ابراھیم نے اپنے دیباچے میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا - یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ انہیں اس علم نہ تھا، کیونکہ انھوں نے صاف صاف یہ تو نہیں لکھا دہ اس وقت تک اُردو شاعروں کا کوئی تذکرہ نہیں لکھا گیا ھے - اس کے برخلاف خود اُن کے تذکرے میں ایک دو ایسے تذکروں کا بھی ذکر ھے (دیکھو ذکر 'ذھین' اور 'فخر') جو اس وقت غالباً موجود نہیں ھیں -

یہ معلوم نہیں ھوتا کہ علی ابراھیم نے اس تذکرے کو ٹھیک کس تاریخ سے لکھنا شروع کیا وہ اس سے پہلے فارسی کے دو تذکرے لکھ چکے تھے- چنانچہ دیباچے میں گلزار ابراھیم کی وجہ تصنیف اور تاریخ تحریر وغیرہ کی نسبت لکھتے ھیں -

"آشناے درد و خاک پاے سخن سنجان علی ابراھیم خان
با وصف تالیف دو تذکرۂ اشعار فارسی باستدعاے
بعضے محبان یک دل و یک رو، موزون طبعان ریختہ گو
بخاطر آورد کہ برخے از اشعار ریختہ، باضبط احوال و
اوصاف گویندگان بسلک تحریر پیوند دھد - الحمد

لواهب العطایا که در زمان سلطنت ...... شاه عالم .....
و آوان وزارت .... آصف‌الدوله .... و در عهد
حکومت ...... وارن هشتن (وارن هسٹنگز) ...... این
سامول بحصول انجامید - و بسال یک هزار و هفصد و
هشتاد و چهار عیسوی و یک هزار و یک صد و نود
و هشت هجری از تسوید آن فراغ حاصل شد .....''

اگرچه اس عبارت سے تاریخ اختتام سنه ۱۱۹۸ هجری معلوم هوتی هے لیکن کتاب کے مطالعے سے ظاهر هے که وہ بعد میں بھی اضافے کرتے رهے - نیز یه که اس سے کئی سال پیشتر هی سے لکھنا شروع کردیا تھا —— انھوں نے یه کام بڑا اچھا کیا که اکثر جگه شاعروں کے حال کے ساتھ یه بھی لکھدیا هے که یه ذکر فلاں سن میں لکھا جارها هے - اس کی وجه سے آئندہ بہت سی تاریخی غلط فہمیوں اور شبہوں کے دور هونے کی اُمید هے —

(ب) گلزار ابراهیم کے صرف ایک سرسری مطالعے هی سے کوئی شخص اس کی اس عدیم‌المثال خصوصیت سے واقف هوے بغیر نہیں رہ سکتا که اس میں شاعروں کے حالات لکھنے وقت نہایت هی معتبر اور مستند ذریعوں سے مدد لی گئی هے - علی ابراهیم نے دوسرے تذکرہ نویسوں کی طرح صرف سنی سنائی باتیں نہیں لکھدیں بلکه زیادہ تر شاعروں سے وہ ذاتی طور پر واقف تھے - کئی ایسے شاعر هیں جو خود ان کے عزیز تھے' بعض عزیزوں کے دوست تھے' بعض بچپن کے ملاقاتی تھے' بعضے ان کے ماتحت دفتروں میں ملازم تھے اور بعضوں کے مقدمے اور کارروائیاں انھی کے هاتھوں سر انجام پائی تھیں —

اس قسم کے شاعروں کی تعداد اس قدر زیادہ هے که یہاں ان کی فہرست پیش کرنا باعث طوالت هے - یه ظاهر هے که جن سے وہ ذاتی طور پر واقف تھے ان کے حالات وہ اپنی هی یاد اور معلومات کی بنا پر لکھه سکتے تھے یا خود ان کے

دوست انہیں لکھ کر دے سکتے تھے مثلاً :-

۱ - شیخ محمد عابد - دل - ...... "وسبب محبتے کہ با راقم آثم دارند، ہنگام تالیف این مجموعہ مشارٌ الیہما خلاصۂ دیوان خود را در مرشدآباد سنہ ۱۲۹۳ ھجریہ فرستادند ......" —

۲ - مرزا محمد علی فدوی دہلوی "با راقم آشناست- اشعار منتخبۂ خود را بنابرین کہ در تذکرہ اثبات یابد فرستادہ بود ......" —

۳ - غلام محمد دوست، بہاری " ...... باراقم حقیر در مرشدآباد ملاقات کردہ ...... از اشعار خود قریب صد بیت وا نمود ......" —

۴ - شیخ فضل علی- شاہ دانا- دہلوی "...... ہنگام تدوین این تذکرہ اشعارخود را بمؤلف فقیر داد کہ در تذکرہ ارتسام یابد ......" —

۵ - شیخ غلام یحییٰ حضور، عظیم‌آبادی "... .. ہنگام تدوین این تذکرہ منتخب کلام خود را دادہ کہ دریں صحیفہ انضمام یابد ......" وغیرہ —

لیکن جن سے ذاتی طور پر واقف نہ تھے ان کے حالات بھی علی ابراھیم نے نہایت کد و کاوش سے جمع کئے - جو شاعر وفات پاچکے تھے ان کے متعلق ان کی اولاد اور عزیزوں سے معلومات حاصل کیں اور جو زندہ تھے اُن سے اشعار اور حالات لینے کا ہر ممکنہ ذریعہ اختیار کیا مثلاً :-

۱ - رستم علی خاں، احتشام الدولہ، نواب بہادر- رستم " ...... ہر چند راقم حقیر را تا تحریر این اوراق با مشارٌ الیہما اتفاق ملاقات ظاہر نیست اما بہ سماعت صفات حمیدۂ ایشان تعارفی بہم رسانیدہ در بنارس سنہ ۱۱۹۶ ھجریہ برسم اخلاص، اشعار مشارٌ الیہما طلبیدہ در حرف الرا و حرف المیم ترقیم نمود ......" —

۲ - بہاری داس - عزیز "...... و الحال کہ سال ...... (۱۱۹۶) احوال و پارۂ اشعار خود را از الہ آباد باین خاکسار فرستادہ......" —

۳ - نواب محبت خاں - محبت " ...... در لکھنؤ اقامت و مراسلہ باراقم دارد

چنانچه در کمال محبت اشعار خود را با مثنوی موسوم با سرار محبت' که حکایت ..... فرستاده ...... " —

۴ - موتی لال صیف "...... اشعارش در سال مذکور ازانجا طلبیده تحریر یافت .. ... " —

۵ - خواجه برهان الدین - اثمی - دهلوی - "...... این چند بیت از میر حاجی خلف خواجه مذکور بدست آمده ......" —

اس سلسلے میں اس امر کا اظہار بڑی دلچسپی سے خالی نہیں کہ علی ابراهیم نے بعض شاعروں کی روانه کردہ عبارتیں بھی بعینہ نقل کردی هیں' جن میں سے میر سوز اور میر حسن کے حسب ذیل بیانات خاص اهمیت رکھتے هیں —

۱ - میر سوز - " ... میر سوز شخصے است که هیچ کس را ازو حلاوتے جز سکوت و اکراه حاصل نشود - این نیز از قدرت کمال الٰهی است که هر یکے بلکه خار و خسے نیست که بکار چند نیاید - پس اگر منکرے سوال کند که ناکارۂ محض نیفتاده است این است که نامش سوختنی است'' —

۲ - میر حسن " ...... از سائر اقسام شعار' ابیات مدونۂ من قریب هشت هزار بیت است- و تذکرۂ درریختہ نوشته-و اصلاح سخن از میر ضیاگرفته ام - و مدتیست از دهلی وارد لکھنو گشته با نواب سالار جنگ و خلف ایشان ملقب بمرزا نوازش علی خان بهادر سرفراز جنگ میگذرانم'' —

ساتھ هی گلزار ابراهیم کا یه امر بھی قابل ذکر هے که جن جن کے متعلق معلومات نه هوسکیں اس کا بھی موقعه بموقعه ذکر کردیا هے - مثلاً :-

۱ - رضا - "...تاتحریر این اوراق احوالش معلوم نیست' شعر بسیارے از وے دیده شد ... " —

۲ - میر امام الدین دهلوی رسید - "... راقم حقیر او را ندیده - اما زبانی بعضے از دوستان شنیده که سنجیده اطوار بود ..." —

۳ - رسا - " ... احوالش هنگام تحریر این اوراق معلوم نشد ......" وغیرہ —

(ج) اردو تذکروں میں ایک عام خامی یہ بھی ھے کہ ان کے ذریعے سے شاعروں کے خانگی حالات اور کردار و معاشرت پر بہت کم روشنی پڑتی ھے - اور گلزار ابراھیم کی یہ خصوصیت بھی آئندہ ادب اُردو کے طالب علموں کی تحقیق و تفتیش میں بہت مفید ثابت ھوگی کہ اُس میں ایسی ایسی معلومات بھی ھیں جو بالعموم قلمبند نہیں کی جاتیں مثلاً :—

(۱) میر مظفر علی - آزاد - دهلوی - " راقم حقیر میر مذکور را در مرشد آباد دیدہ - در هنگامے کہ بہ نزاکت نام کنیزے عاشق و منازعہ با پنا بیگم داشت، معاملۂ او رجوع با حقیر بود ... " —

۲ - مرزا علی رضا - رضا - " ...... و بروهب علی نامی عاشق است، و مثنوی در بیان عاشقی او دارد ...... " —

۳ - مهتاب راے - رروا - " ......برمنون‌نامی عاشق شدہ ازافراط محبت کارش برسوائی کشیدہ عریاں می گشت و با هر کہ دو چار شد میان می گفت و می گریست ......" —

۴ - میرعبدالحی - تابان - " ...... جوان رعناے، منظور ناظران، حاصۂ مفتون سلیمان نامی بود .... زیبائی او روشن تر از سخن سرائی او بود ...... " —

۵ - محمد افضل - "...... بر گوپال نامی عشق ورزیدہ - حسب‌حال خود بارہ ماسہ مشہور بیکتھہ کہانی منظوم نمودہ ...... " —

۶ - محمد چاند - رخشان - " .... بر زعفران نامی عاشق شدہ ......" وغیرہ

(د) ان خانگی باتوں کے علاوہ بعض ایسے امور بھی اس تذکرے میں

ملتے ھیں جو اردو شاعری کی تاریخ میں ضرور اھمیت رکھتے ھیں - ان سے جہاں خاص خاص شاعروں کی پیدا وار کے متعلق علم ھو تا ھے' یہ بھی معلوم ھو تا ھے کہ سنہ ۱۲۰۰ ھجری سے قبل ھی شمال میں اُردو شاعری کہاں تک ترقی حاصل کر چکی تھی' اس میں کون کون سی اصناف شاعری کس حد تک رائج تھیں اور شاعروں کا خزانہ کہاں تک وسیع ھو گیا تھا —

یہ بات ضرور قابل ذکر ھے کہ اس وقت تک اُردو میں مرثیہ گوئی کو خاص ترقی ھو چکی تھی - اس امر کے جس قدر ثبوت گلزار ابراھیم سے حاصل ھو تے ھیں اُس زمانے کے شاید ھی کسی اور تذکرے سے مل سکیں - حسب ذیل چند مثالوں سے معلوم ھو تا کہ اُس وقت مرثیہ گوئی کس قدر عام ھو گئی تھی اور کون کون سے شاعر اس میں مشغول تھے :—

۱ - خواجہ برھان الدین - اثمی - دھلوی " ... ... از مشاھیر مرثیہ گویان دھلوی است ..... " —

۲ - اللہ یار خان - افسان - دھلوی " .... بیشتر مرثیہ گفتن رغبت دارد .... " —

۳ - مرزا ظہور علی - خلیق - دھلوی " .. .. در موسیقی ھندی و مرثیہ خواندن بغایت مہارت دارد ...... " —

۴ - خلیفہ سکندر - سکندر - " ...... در مرثیہ گفتن کمال اقتدار و سلیقۂ درستے دارد - اکثر در زبان پوربی و مارواڑی و پنجابی مرثیہ گفتہ .... "

۵ - شاہ قلی خان - شاھی - "..... ... بیشتر مرثیہ می گفت ...... " —

۶ - میر محمد علی - صبر - فیض آبادی " .... بیشتر مرثیہ می گوید .... " وغیرہ —

مرثیہ کے علاوہ مثنویوں اور دیگر نظموں کے متعلق بھی گلزار ابراھیم سے کافی معلومات ھو تی ھیں - مثلاً ; —

۱ - میر سعادت علی - سعادت - امروھوی - " ... مثنوی سیلی سجنوں که در زبان نواب قمرالدین خان وزیر دو عاشق و معشوق در دهلی گذشته اند ' گفته و در اشعار رعایت ایهام می کرد ...... " —

۲ - میر محمد سلیم - سایم - عظیم آبادی - " .... مثنوی در ریخته مشتمل برسانحۂعجیب واقعۂ ناحیۂ عظیمآباد ترتیبداده که خالی از حالتے نیست...." —

۳ - افضل الدین خان - فضلی - دکنی - ' ..... در تعریف یکے از شاهزادهاے دکن - مثنوی بمحاورۂ دکن گفته ...... " —

۴ - فدوی لاهوری - ' ...... یوسف زلیخا به زبان ریخته گفته - و میر فتح‌علی 'شیدا' در هجو او قصه بوم بقال ضبط نموده......" —

۵ - کمترین - دهلوی - " ...... شهر آشوبے در هجو هر قوم گفته ...... " —

۶ - حمایت علی - مجنون - " ..... ساقی نامه بحکم ...گفته ...... " —

۷ - حافظ فضل علی - ممتاز - دهلوی- "...... مثنوی در تعریف لاٹھی ببحرمخزن اسرار گفته ...... " —

۸ - محمد اشرف - اشرف - " ...... بتیر نامه بوے منسوب است ...... " —

۹ - گداعلی بیگ-بسمل - "...... مثنوی وینده‌ک‌نامه ازوے شهرتے دارد..."وغیرہ—

---

(۲) گلزار ابراهیم کی ایک اور اهم خصوصیت یه هے که اس وقت اودھ کے مغرب میں اُردو شعر و شاعری نے جو ترقی حاصل کی تھی اس کا یه کم و بیش ایک مکمل تذکرہ هے - مرشد آباد اور عظیم آباد کے رهنے والے شاعروں کے علاوہ ان اهل کمالوں کا بھی اس میں ضمناً ذکر آ گیا هے' جو هندوستان کے متفرق حصوں سے وهاں پهنچے —

عظیم آباد اور مرشد آباد کے علم و فضل یا شعر و سخن پر جو کچھ بھی آئندہ لکھا جاے گا اس کی تکمیل اس وقت تک نهیں هوسکے گی جب تک که گلزار ابراهیم

کے مواد سے مدد نہ لی جائے —

---

(۳)

گلزار ابراهیم کی خصوصیتوں کے متعلق چند نوٹ پیش کردینے کے بعد غالبا یہ ضروری ھے کہ اُس کے ترجمے گلشن ھند کے متعلق بھی کچھہ لکھا جائے —

علی لطف نے اس پوری کتاب کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا تھا ' لیکن اُنھوں نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کردیا - پہلے حصے میں " سلاطین نامدار ' وزرائے والا تبار ' امرائے عالی مقدار اور شعرائے صاحب وقار " کے حالات جمع کئے ھیں جو اتفاق سے حیدرآباد دکن میں ھاتھہ لگ گیا اور چند صاحب قدروں کی متفقہ کوشش سےاشاعت بھی پا گیا - لیکن دوسرا حصہ جس میں نو مشق اور گم نام شاعروں کے حالات تھے ' نہ معلوم مرتب بھی ھوا تھا یا نہیں —

گلزار ابراھیم میں کل ۳۲۰ شاعروں کا ذکر ھے - جس میں سے علی لطف نے اپنے ترجمے کے پہلے حصے کے لئے صرف ۶۸ شاعروں کا انتخاب کیا تھا - مطبوعہ گلشن ھند کے ۶۸ شاعروں کے علاوہ گلزار ابراھیم میں جن جن شاعروں کا تذکرہ ھے ان کی ایک فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ھے ' تاکہ اس امر کا علم ھوسکے کہ اگر علی لطف نے دوسرا حصہ لکھا بھی تھا تو اس میں کون کون سے شاعر شامل تھے ' یہ بھی کہ سنہ ۱۲۰۰ ھجری سے قبل اُردو کے کون کون سے شاعر ایسے تھے جن کا علی ابراھیم جیسے مصنف نے بھی ذکر لکھنا ضروری سمجھا نیز یہ کہ وہ کون ھیں جو علی لطف کی نظروں میں نو مشق یا گم نام قرار پائے تھے —

۱ - افضل - محمد افضل

۲ - احمد - گجراتی

۳ - امجد

۴ - انصاف

۵ - اشرف

۶ - اشرف - محمد اشرف

۷ - آزاد خواجہ زین العابدین

۸ - آزاد - میر مظفر علی دھلوی

۹ - افصح - شاہ فصیح
۱۰- آثمی - خواجہ برہان الدین دہلوی
۱۱- افسان - اسد یار خاں
۱۲- احسن- احسن اللہ
۱۳- آشنا - میر زین العابدین دہلوی
۱۴ - آشنا
۱۵ - الہام - فضائل بیگ
۱۶ - آگاہ - محمد صلاح دہلوی
۱۷ - آگاہ - نور خاں
۱۸ - افغان- الف خاں
۱۹ - افکار - میر جیون
۲۰ - امیر - محمد یار خاں
۲۱ - اکرم- خواجہ محمد اکرم دہلوی
۲۲ -اسد - میر امانی دہلوی
۲۳ - اولاد - میراولادعلی
۲۴ - انور-غلام علی
۲۵ - اجمل - شاہ محمد اجمل الہ آبادی
۲۶ - اعظم - محمد اعظم
۲۷ - اعلی - میراعلی علی
۲۸ - اظہر - میر غلام علی دہلوی
۲۹ - اسامی- خواجہ امام بخش عظیم آبادی
۳۰- اولیا - میر اولیا مہانی
۳۱ - احمدی - شیخ احمد وارث
۳۲ - انتظار - علی نقی خاں دہلی
۳۳ - آہ - میر مہدی
۳۴ - احسان - میر شمس الدین
۳۵ - بہار - ٹیک چند
۳۶ - بےنوا -
۳۷ - شاہ بیچڑا -
۳۸ - بےقید - سید فضائل علی خاں
۳۹ - پیام - شرف الدین علی خاں
۴۰ - بھکاری لال -
۴۱ - بیرنگ - دلاور خاں
۴۲ - بےکل عبدالوہاب اورنگ آبادی
۴۳ - بےتاب - محمد اسمعیل
۴۴ - بےتاب - سنتوکھ سنگھ
۴۵ - بےتاب - شاہ محمد علیم
۴۶ - پاک باز - میر صلاح الدین
۴۷ - پروانہ - سید پروان علی مراد آبادی
۴۸ - پروانہ - راجہ جسونت سنگھ
۴۹ - بسمل -
۵۰ - بسمل - گداعلی بیگ
۵۱ - تاباں - میر عبدالحی
۵۲ - تمکین - میر صلاح الدین دہلوی
۵۳ - تقی - سید محمد تقی دہلوی
۵۴ - قصور -

١٠١ - راقم - بندرابن

١٠٢ - رنگین -

١٠٣ - رنگین مرزا امان بیگ

١٠٤ - رشید

١٠٥ - رضی - سید رضی خاں

١٠٦ - رستم - رستم علی خاں احتشام الدوله

١٠٧ - رخصت - میر قدرت الله دهلوی

١٠٨ - رند - مهربان خاں

١٠٩ - زکی - جعفر علی خاں دهلوی

١١٠ - زار - مغل بیگ

١١١ - زار - میر مظهر علی دهلوي

١١٢ - سوزاں - احمدعلی خاں شوکت جنگ

١١٣ - سراج - میر سراج الدین اورنگ آبادی

١١٤ - سلیماں

١١٥ - ساماں - میر ناصر جونپوری

١١٦ - سعادت - میر سعادت علی خاں

١١٧ - سید - میر امام الدین دهلوی

١١٨ - سید - میر یادگار علی

١١٩ - ساقی - میر حسین علي

١٢٠ - سکندر - خلیفه سکندر

١٢١ - سلیم - میر محمد سلیم عظیم آبادی

١٢٢ - شاهی - شاه قلی خاں دکنی

١٢٣ - شاکر - محمد شاکر

١٢٤ - میر شاه علی خاں دهلوی

١٢٥ - شفا - حکیم یار علی

١٢٦ - شاعر - میر کلو

١٢٧ - شیدا - میر فتح علی

١٢٨ - شوق - حسین (حسن) علی

١٢٩ - شاداب - لاله خوش وقت رائے

١٣٠ - شهرت - مرزا محمد علی دهلوی

١٣١ - شافی امین الدین خاں

١٣٢ - شهید - غلام حسین

١٣٣ - شرف - میر محمدی

١٣٤ - شفیع - میر محمد شفیع

١٣٥ - صمصام الدوله - خواجه محمد عالم

١٣٦ - صنعت - معل خاں

١٣٧ - صفدری - حیدرآبادی

١٣٨ - صادق - میر جعفر خاں

١٣٩ - صبر - محمد علی فیض آبادی

١٤٠ - ضمیر - سید هدایت علی خاں

١٤١ - ضاحک - میر غلام حسین

١٤٢ - طیش - دهلوی

١٤٣ - طالع - شمس الدین

١٤٤ - طرز - گردهاری لال

١٤٥ - ظاهر - خواجه محمد خاں

١٤٦ - ظهور - لاله شیو سنگهه

۱۴۷ - عارف - محمد عارف

۱۴۸ - عمدہ - سیتارام

۱۴۹ - عاصی - نور محمد برہان پوری

۱۵۰ - عاجز - عارف علی خاں

۱۵۱ - عبر - معتبر خاں دکنی

۱۵۲ - عزیز - بھکاری داس

۱۵۳ - عظیم - محمد عظیم

۱۵۴ - عاشق - میر یحییٰ دکنی

۱۵۵ - عاشق - علی اعظم خاں

۱۵۶ - عاشق - میر برہان الدین

۱۵۷ - عاشق - منشی عجائب رائے

۱۵۸ - غالب - سید الملک اسداللہ خاں

۱۵۹ - غریب - میرتقی دہلوی

۱۶۰ - فارغ - دہلوی

۱۶۱ - فضل - شاہ فضل علی دکنی

۱۶۱ - فضلی - افضل الدین خاں دکنی

۱۶۲ - فرخ - میر فرخ علی

۱۶ - فراق - مرتضیٰ قلی خاں دکنی

۱ - ...اق - ثناءاللہ دکنی

۱ - فدا - سید امام الدین

۱۶ - فرصت - مرزا الف بیگ

۱۶ - فدوی - لاہوری

۱۶ - فخر - میر فخرالدین

۱۷۰ - فروغ - میر علی اکبر

۱۷۱ - فیض - میر فیض علی

۱۷۲ - فریاد - لالہ صاحب رائے

۱۷۳ - قبول - عبدالغنی بیگ

۱۷۴ - قدر - محمد قدر علی

۱۷۵ - قسمت

۱۷۶ - قلندر - لالہ بدھ سنگھ

۱۷۷ - قربان - میر جیون

۱۷۸ - قناعت - مرزا محمد بیگ

۱۷۹ - کمترین - دہلوی

۱۸۰ - شاہ کاکل دہلوی

۱۸۱ - کافر - میر علی نقی دہلوی

۱۸۲ - گویاں - میر علی امجد

۱۸۳ - گمان - نظر علی خاں

۱۸۴ - لطفی - دکنی

۱۸۵ - لسان - میر کلیم اللہ

۱۸۶ - محقق - دکنی

۱۸۷ - مزمل - محمد مزمل

۱۸۸ - مخلص - رائے انند رام

۱۸۹ - موزوں - راجہ رام نرائن

۱۹۰ - منعم

۱۹۱ - میر مدداللہ

۱۹۲ - محزوں - سید محمد حسین

۱۹۳ ـ محسن - محمد محسن
۱۹۴ ـ مستمند - دهلوی
۱۹۵ ـ مائل محمدی دهلوی
۱۹۶ ـ مائل - میر هدایت علی
۱۹۷ ـ مسکین - لاله بخت مل
۱۹۸ ـ منتظر - خواجه بخش‌الله
۱۹۹ ـ مرزائی - محمد علی خاں
۲۰۰ ـ مخلص - بدیع‌الزماں خاں
۲۰۱ ـ محشر - کشمیری
۲۰۲ ـ مفتوں - کاظم علی
۲۰۳ ـ محترم - خواجه محمد محترم
۲۰۴ ـ مضمون - سید امام‌الدین خاں
۲۰۵ ـ محب - شیخ ولی‌الله
۲۰۶ ـ منشي - غلام احمد
۲۰۷ ـ مجروح - منشي کشن چند
۲۰۸ ـ محنت - مرزا حسین علی بیگ
۲۰۹ ـ مروت - سنبهلی
۲۱۰ ـ مرزا - نواب مرزا دهلوی
۲۱۱ ـ مرزا - مرزا علی رضا
۲۱۲ ـ مجنوں - شاه مجنوں
۲۱۳ ـ مجنوں - حمایت علی
۲۱۴ ـ معین - شیخ معین‌الدین
۲۱۵ ـ مدعا - میر عیوض علی
۲۱۶ ـ مدهوش - میر نبی خاں
۲۱۷ ـ مصیب - شاه غلام قطب الدین
۲۱۸ ـ ممتاز - حافظ فضل علی
۲۱۹ ـ مشتاق - میر حسن دهلوي
۲۲۰ ـ مشتاق - محمد قلی خاں
۲۲۱ ـ مغموم - رام جس (؟)
۲۲۲ ـ نظام - غازی‌الدین خاں
۲۲۳ ـ میر غلام نبی بلگرامی
۲۲۴ ـ نثار - میر عبدالرسول
۲۲۵ ـ نثار - سدا سکهه
۲۲۶ ـ ندیم - شیخ علی قلی
۲۲۷ ـ نادر - دهلوی
۲۲۸ ـ نالاں - میر احمد علی
۲۲۹ ـ نالاں - میر وارث علی
۲۳۰ ـ نعات - شیخ حسن رضا
۲۳۱ ـ نزار - خواجه محمد اکرم
۲۳۲ ـ نالاں - محمد عسکر علی خاں
۲۳۳ ـ ولایت - میر ولایت‌الله خاں
۲۳۴ ـ وارث - محمد وارث
۲۳۵ ـ وفائی - لاله نول راے
۲۳۶ ـ وحشت - میر ابوالحسن
۲۳۷ ـ وحشت - میر بهادر علی
۲۳۸ ـ واقف - شاه واقف

۲۳۹ – وصل - مرزا اسحاق

۲۴۰ – وهم - میر محمد علی

۲۴۱ – واله - میر مبارک علی

۲۴۲ – هادی - دهلوی

۲۴۳ – هویدا - میر محمد اعظم

۲۴۴ – هدایت - هدایت علی

۲۴۵ – همدم - عظیم آبادی

۲۴۶ – میر هینگا دهلوی

۲۴۷ – هاتف - مرزا محمد

۲۴۸ – یونس - حکیم یونس

۲۴۹ – یکرو عبدالوهاب

۲۵۰ – یار - میر احمد دهلوی

۲۵۱ – یاس - حسن علی خان

اس فہرست کے پیش کرنے کے بعد نا مناسب نہ ہو گا اگر ان امور کا بھی ایک اجمالی ذکر کر دیا جائے جو گلزار ابراہیم اور گلشن ہند کے ایک سرسری مقابلی مطالعے سے ظاہر ہوتے ہیں –

(ب) گلشن ہند میں سب سے نمایاں چیز وہ اضافے ہیں جو لطف کی ذاتی معلومات کی پیداوار ہیں - یہ کئی حیثیتوں سے اہم ہیں ان سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ کون کون سے شاعر ایسے تھے جن میں سنہ ۱۱۹۸ سے سنہ ۱۲۱۵ ہجری کے درمیانی زمانے تک (یعنی ۱۷ سال کے عرصے میں) کوئی خاص اہمیت پیدا ہو گئی تھی - یا جن کے حالات میں کوئی تبدیلیاں ہو چلی تھیں - اس کے علاوہ ان سے جہاں علی ابراہیم کی معلومات کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے ' لطف کے ذاتی معتقدات اور خیالات بھی ظاہر ہوتے ہیں اسی سلسلے میں شاید اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ لطف نے صرف ۳۰ یا ۴۰ شاعروں ہی کے ذکر میں اضافے کئے ہیں - نیز یہ کہ بعض ایسے شاعروں میں اضافہ نہیں کیا جن میں وہ ضرور کر سکتے تھے - کیونکہ یا تو وہ لطف کے زمانے تک زیادہ مشہور ہو گئے تھے یا ان کی زندگی کے حالات میں کوئی نہ کوئی تغیر ضرور ہوا تھا - جیسا کہ قائم ' مصحفی ' بے جگر ' سدا سکھ وغیرہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے - جن شاعروں

کےذکر میں لطف اضافے کر سکتے تھے ان میں سے چند یہ ھیں: —

۱ - آبرو ۲ اثر ۳ بیدار ۴ - حاتم ۵ - سوز ۶ - ضیا ۷ - فغاں —

لطف کے چند قابل ذکر اضفوں کا اجمالی بیان یہ ھے :—

۱ - شاہ عالم آفتاب، ابوالحسن تانا شاہ، آصف الدولہ آصف، عمدۃالملک امیرخان انجام، قزلباش خان امید اور سراج الدین علی خان آرزو - ان پانچوں کے ذکر میں لطف نے بہت زیادہ اور بہت مفید تاریخی حالات کا اضافہ کیا ھے، نمونۂ کلام بھی زیادہ پیش کیا ھے - اگرچہ سطروں وغیرہ کی تعداد سے مواد کی کمی یا زیادتی کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تاھم ایک دھندلا سا خیال تو قائم کیا جا سکتا ھے اس لئے شاید نا مناسب نہیں اگر لکھا جاے کہ ان کا ذکر گلزار ابراھیم میں صرف اس قدر ھے :-

۱ - آفتاب -	۵ سطر	۲ شعر -	
۲ - تانا شاہ -	۲ ,, -	۱ ,, -	
۳ - آصف -	۱۰ ,, -	۱۱ ,, -	
۴ - انجام -	۵ ,, -	۲ ,, -	
۵ - امید -	۴ ,, -	۱ ,, -	
۶ - آرزو -	۲ $\frac{۱}{۲}$,, -	۴ ,, -	

۲ - آشفتہ - مرزا رضا علی کے ذکر میں علی ابراھیم نے لکھا ھے کہ :—

" تا حین تحریر این اوراق احوالش معلوم نشد - ظاھرا در لکھنؤ میگذراند "

لیکن علی لطف نے بہت کچھ لکھا ھے - (دیکھو صفحہ ۵۰)

۳ - مرزا عبدالقادر بیدل کے ذکر میں ابراھیم نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ :—

" احوال آن قادر سخن در تذکرۂ فارسی مسطور " علی لطف نے بہت اچھا مواد پیش کیا ھے - (دیکھو صفحہ ۵۳)

۴ - سودا کا ذکر، اگرچہ بالکل لفظی ترجمہ ھے، لیکن علی لطف کے یہاں " چھہ ھزار

سالہانہ کی جاگیر'' سے لیکر آخر (صفحہ ۱۰۴) تک کے جملے اضافہ ھیں ۔ (علی ابراھیم کے یہاں کل ۱۲ سطریں ھیں اور تقریباً ۱۵۰۰ شعر مثالاً لکھے گئے ھیں)

۵ ۔ فقیر اور قائم کے ذکر میں بہت زیادہ اور بہت اچھا اضافہ کیا ھے ۔ خصوصاً مؤخرالذکر کے کلام کی نسبت رائے اور سنہ وفات کا بھی اضافہ لطف ھی کی جانب سے ھے

۶ ۔ میر کے ذکر میں لطف نے بہت اضافہ کیا ۔ پہلے کی صرف آٹھ سطریں ابراھیم سے ماخوذ ھیں ۔ گلزار ابراھیم سے معلوم ھوتا ھے کہ اس وقت تک (یعنے ۱۱۹۶ ھجری میں) میر دھلی ھی میں تھے ۔ (ابراھیم نے میر کے حال میں ۱۴ سطریں لکھیں اور ۵۴۰ شعر نقل کئے ھیں)

۷ ۔ مجذوب ، مصحفی اور منت کے ذکر میں بھی بہت اھم اضافے ھیں ۔ علی ابراھیم کے ھاں پہلے دونوں کا ذکر ۳ سطروں میں اور منت کا ۸ سطروں میں ھے —

ان شاعروں کے علاوہ اور جن جن کے حالات میں لطف نے اضافے کئے ھیں ان میں سے اکثر یہ ھیں :—

۱ ۔ اشتیاق ۲ ۔ احسن ۳ ۔ الہام ۴ ۔ الم ۵ ۔ انشا ۶ ۔ افسوس ۷ ۔ بقا ۸ ۔ جرات ۹ حسرت ۱۰ ۔ حیران ۱۱ خاکسار ۱۲ ۔ عشق ۱۳ ۔ قدرت ۱۴ ۔ کلیم ۱۵ ۔ مظہر ۱۶ ۔ مضمون ۱۷ ۔ مخلص ۱۸ ۔ محبت —

(ج) علی لطف کے اضافے بعض غور طلب امور سے خالی نہیں ھیں ۔ ان سے ایک تو مترجم کی ذھنیت معلوم ھوتی ھے اور دوسرے خود ترجمے کی بعض خصوصیات بھی ظاھر ھوتی ھیں —

اس ضمن میں سب سے عام اور معمولی بات ترجموں کی طوالت ھے ۔ فارسی عبارتوں کا سادہ اور مختصر سی اردو میں ترجمہ کرنا (خصوصاً اُس زمانے میں) کوئی آسان کام نہ تھا ۔ اور لطف کے طویل اور دور از کار ترجموں کی مدافعت کے لئے یہ بات ضرور کارگر ھو جاتی' لیکن جب بعض اور معمولی معمولی باتوں کی

طرف نظر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اطف نے عمداً ترجمے کو طویل بنانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:—

(۱) گلزار ابراہیم میں جہاں لفظ "دہلوی" لکھا ہوا ہے، اُس موقعہ پر گلشن ہند میں ہمیشہ "شاہ جہاں آبادی" لکھا گیا ہے۔ حالانکہ لفظ دہلوی کے استعمال میں کوئی قباحت نہ تھی —

(۲) کئی جگہ سادہ سے سادہ باتوں کو اس طرح توڑ مروڑ کر لکھا ہے کہ عبارت میں خواہ مخواہ پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذیل میں مقابلے کے لئے گلزار ابراہیم اور گلشن ہند کی دو تین عبارتیں نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں :—

گلزار ابراہیم	گلشن ہند
(۱) میر غلام حسین۔ شورش " میر غلام حسین۔ مشہور بمیر پھینا۔ خواہر زادۂ ملا میر وحید۔ و شاگرد میرباقی حزین است۔ باین خاکسار آشنا بود۔ بمحض پندار التفات بقبائح افکار خود نمی نمود۔ تذکرۂ در ریختہ تالیف نمودہ۔ خالی از دردے وحالتے نبود۔ در سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنج هجری رحلت کردہ۔ اشعارش مدون۔ و این اشعار خلاصۂ دیوان اوست" (دونوں مخطوطوں میں بعینہٖ یہی عبارت ہے)	" شورش تخلص، میر غلام حسین نام، متوطن عظیم آباد کے۔ مشہور میر پھینا کر کے تھے، بھانجے تھے ملا میر وحید کے۔ اور مشورہ سخن کا کیا تھا میر باقر حزیں تخلص سے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے کہ "میرے آشنا تھے، اور بیماری میں غرور کی مبتلا تھے۔ فقط اپنے خیال فاسد سے انہوں نے اپنے کلام کی قباحتوں پر التفات نہیں کیا ہے، اس سبب سے سخن ان کا ہمیشہ مورد اعتراض سخن گیروں کا رہا ہے" ایک تذکرہ شعرائے ہند کا زبان ریختہ میں انہوں نے لکھا ہے۔ لیکن وہ بھی بسبب ان کی خودپسندی کے خالی خلل اور

زلل سے نہ تھا۔ سنہ ۱۱۹۵ گیارہ سو
پچانوے ھجری میں اس سرائے فنا سے جادہ
نورد منزل بقا کے ھوے۔ دیوان ان کا
زبان ریختہ میں مرتب ھے، یہ ان کے
کلام کا منتخب ھے۔"

(۴) نظام الدین احمد 'صانع' بلگرامی

" صانع بلگرامی - نظام الدین احمد -
از دوستان این خاکسار و محبان میرزا
محمد رفیع سودا ست - اشعار فارسی
مدون دارد، و ریختہ کمتر می گوید - از
خواندن اشعار خوب بسیار متأثر می
شود - بعالم اخلاص مستغنی و ذھنش فھیم
اشعار رسا است - الحال بسال بیست
و دویم شاہ عالم بادشاہ در مرشدآباد
و کلکتہ بسر میبرد - از وست -"
دونوں نسخوں میں یہی عبارت ھے
اور دونوں میں مثال کے شعر نہیں ھیں)

" صانع تخلص، نظام الدین احمد
نام، ساکن بلگرام، علی ابراھیم خاں مرحوم
نے لکھا ھے کہ "محبان قدیم سے مرزا
محمد رفیع سودا کے اور دوستان صمیم
سے اس خاکسار کے تھے۔ بڑے صاحب درد
و تاثیر اور طبیعت کی گدازی میں بے
نظیر۔ اچھے شعر جب کسی سے سنتے تو
گھڑیوں روتے اور بیچین رھتے۔ عالم اخلاص
اور دوستی میں زمانے کے افتخار،
استقامت طبع اور رسائی ذھن میں مستغنی
روز گار تھے۔ سنہ بائیسویں تک جلوس
شاہ عالم بادشاہ غازی کے ھمیشہ مرشدآباد
اور کلکتے میں ایام زندگی کے بسر کرتے
تھے۔ آخر سنہ (چھوڑ دیا ھے) ھجری
میں ملک وجود سے رخت سفر کا باندھ
کے راھی کشور عدم کے ھوے۔ فارسی
دیوان مرتب ھے ان کا۔ اور ریختہ کا شوق
کمتر تھا۔ یہ اشعار اس ذکو کردار کے ھیں۔"

(۳) شیخ فرحت الله - فرحت -
" .... از دهلی به مرشد آباد افتاده روزگارے بسر بردہ ، در فیض احیان رعایت حالش راقم اثم می نمود - تا آنکه در همان بلده سنه ۱۱۹۱ از جهان در گذشت - "

" .... علی ابراهیم خاں مرحوم نے لکھا ہے که " یه عزیز میرا اخلاص مند تها اور عسرت کا سوزه گزند تها - جب که دلی سے مرشد آباد میں آیا اور طور سکونت کا وهاں ٹهیرایا - جو مجهه سے هوسکتا تها خبر گیران حال گاه گاه هوتا تها - غرض بهت تنگی معیشت کے ساتهه عزیز کا نباه هوتا تها - آخرالامر سنه۱۱۹۱ گیارہ سو اکانوے هجری میں اسی بلدے کے اندر انتقال کیا اور اس دارالمحن سے خلاف اپنے تخلص کے ، بهت مغموم گیا... "

(ن) اسلوب بیان کی پیچیدگی اور بے جا طوالت کے علاوہ علی لطف کے ترجمے میں چند اور نقائص بهی هیں - اگر علی لطف، علی ابراهیم کا بعینه ترجمه کر دیتے تو غالبا اپنے ترجمے کو گلزار ابراهیم کی بعض اصلی خوبیوں سے محروم نه کر لیتے —

جهاں جهاں علی ابراهیم کے ذاتی حالات اور خیالات کی جهلک نظر آتی تهی، علی لطف نے اس کو داخل نیست و نابود کردیا - گلشن هند سے علی ابراهیم کی دوستیوں اور رشته داریوں کا کوئی پته نهیں چلتا - مرزا جواں بخت جب بنارس آئے تو علی ابراهیم کا عهده دار کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضر هونا اور شهزادے کی عنایات وغیره کے ذکر سے بهی گلشن هند محروم هے- اسی طرح فقیه صاحب درد مند اور نواب محبت خاں وغیره کے ساتهه خانگی تعلقات کی جو معلومات گلزار ابراهیم میں هیں ، ان سب کا علی لطف نے خون کردیا هے —

گلزار ابراهیم میں بعض باتیں ایسی تھیں جو بعینہ پیش کر دینے کے قابل تھیں۔ ان کا ترجمہ کرنا کئی لحاظ سے نا مناسب تھا۔ مثلاً علی ابراهیم نے جب بعض شاعروں سے حالات طلب کئے تو اُنھوں نے اپنے متعلق جو تحریریں روانہ کی تھیں علی ابراهیم نے ان کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ لیکن لطف نے ان کا ترجمہ کر کے ان کی شان کھودی۔ اس قسم کی تحریروں میں میر سوز اور میر حسن کے بیانات قابل ذکر ہیں جو پیش کیے جا چکے ہیں —

---

(۲) علی لطف ان امور کے غالباً غیر ارادی طور پر مرتکب ہوے تھے، لیکن ان کے علاوہ بعض ایسی باتیں بھی نظر آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے چند حالات و خیالات کا اپنی جانب سے عمداً اضافہ کیا اور جو اس بات کے کافی شاہد ہیں کہ علی لطف اپنے مذہبی معتقدات کو اپنے ترجمے میں جھلکائے بغیر نہیں رہ سکے —

علی ابراهیم کی حسب ذیل عبارتیں جب علی لطف کے ترجموں کے مقابلے میں پڑھی جائیں گی تو معلوم ہوگا کہ علی لطف اپنے بیانات کے کہاں تک ذمہ دار ہیں —

(۱) شاہ ولی الله 'اشتیاق'

" اشتیاق تخلص ... ہندی - اسمش ولی الله ' از سلسلۂ مجدد الف ثانی است - جدش شاہ محمد گل - در کوٹلۂ فیروز شاہ می ماند - درویشانہ می زیست - کمتر شعر فارسی و بیشتر شعر ہندی می گفت - از وست..."

(۲) مرزا مظهر جان جاناں

حالات کے بعد شہادت کے قصے کو حسب ذیل سادہ طریقے پر لکھا ہے جو لطف کے بیان سے مقابلہ کرنے کے قابل ہے :—)

" ... گویند بسبب تعصب مذهب منع تعزیهٔ سیدالشهدا علیہ السلام می نمود - بدیں جہت زدست یکے از ساکنان دہلی سنہ یکہزار و یکصد و نود و چہار ہجری کہ عمرش قریب صد بود مقتول شد ... "

اِسی سلسلے میں اِس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ علی لطف نے بعض ایسے امور میں بھی علی ابراہیم سے اختلاف کیا ، یا اُن کے بیان میں اضافے کئے ہیں جن سے اُن کے ذاتی معتقدات سے رشتہ کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا - ان کا ظہور یا تو خالص ادبی اور تاریخی نقطۂ نظر سے ہوا ہے یا بہت ممکن ہے کہ ان کے پس پردہ بھی کوئی مقصد ہو - لیکن فی الحال کسی کو اتنا زیادہ بد گمان ہونے کی بھی ضرورت نہیں —

حکیم آغا جان عیش دھلوی

از

(جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی - اے)

اگر " خطاے بزرگاں گرفتن خطاست " کے مقولے پر میں بھی عمل کروں تو نہ مجھے اس مضمون پر قلم اُٹھانے کی ضرورت ھو اور نہ آپ کو پڑھنے کی زحمت - مگر میں بہتر جانتا ھے کہ اس مقولہ اور اس خیال نے بعض تاریخی واقعات کو کیا سے کیا کردیا ھے - جہاں کسی ایک بزرگ نے کسی واقعے کے لکھنے میں غلط فہمی ' ضرورت یا تعصب سے کوئی غلطی کی یا رد و بدل کیا تو سمجھ لیجئے کہ اب اس غلطی کا ٹھکانا نہیں - وہ ایک نہ ایک دن تاریخ کا جزو ھوکر رھے گی - رد و قدح سمجھئے - مگر "خطاے بزرگاں گرفتن خطاست " کا خیال اس غلطی کو قیامت تک نہ نکلنے دے گا - اسکندریہ کے کتب خانے ھی کے واقعے کو دیکھ لو دنیا بھر تسلیم کرچکی ھے کہ عربوں کی فتح مصر سے بہت پہلے یہ کتب خانہ جل چکا تھا - مگر جس تاریخ کو اُٹھا کر دیکھوگے یا آئندہ جو تاریخ لکھی جاے گی اس میں یہی ھوگا کہ عربوں نے اس کو تباہ کیا - واقعات سے اورنگ زیب کو بہترین بادشاہ ثابت کردو لیکن خافی خاں کو کوئی غلط نہ کہے گا - اور تاریخ لکھنے میں ھمیشہ اسی کی پیروی کی جائے گی - بات یہ ھے کہ بعض وقت قلم کا زور واقعات کا رخ اس طرح پھیر دیتا ھے کہ پڑھنے والا جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ مان لیتا ھے اور بعض وقت یہ ھوتا ھے کہ ضرورت غلط واقعات کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ھے -

مولوی محمد حسین آزاد مرحوم کے زور قلم نے سید انشا کی ایک ایسی تصویر دلوں میں قائم کردی ہے کہ اب کوئی تاریخ اس کو نہیں مٹا سکتی - کسی صاحب نے اعتراض کیا تھا کہ جو واقعات انہوں نے سعادت یار خاں رنگین کی کتاب مجالس رنگین کے حوالے سے لکھے ہیں اُن کا ذکر اس کتاب میں کہیں نہیں - لیکن کسی نے بھی اس اعتراض کی پروا تک نہ کی اور بیچارے معترض کو خاموشی اختیار کرنی پڑی - اب اگر میں یہ کہوں کہ حکیم آغا جان عیش دہلوی کا حال لکھنے میں بھی آزاد مرحوم نے بعض اہم غلطیاں کی ہیں - خواہ وہ عمداً ہوں یا سہواً، تو بھلا میری کون سنے گا —

آزاد مرحوم نے آب حیات لکھ کر زبان اُردو پر جو احسان کیا ہے، اس کو نہ ماننا انصاف کا خون کرنا ہے - ہاں یہ ضرور ہے کہ عبارت کے زور اور طبیعت کی روانی میں بعض جگہ واقعات بہہ کر کہیں سے کہیں نکل گئے ہیں - اور بعض جگہ انہوں نے کسی واقعے کو چمکانے کے لئے گرد و پیش کے دوسرے واقعات کو مدھم کردیا ہے، آزاد مرحوم اُستاد ذوق کے عاشق تھے اور کیوں نہ ہوتے، وہ اُن کے اُستاد تھے، بادشاہ کے اُستاد تھے، قلعہ بھرکے استاد تھے، ایسے اُستاد کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ تھوڑی ہے - لیکن مشکل یہ تھی کہ اس زمانے میں ساری دلی اُستادوں سے بھری پڑی تھی - استاد ذوق کو آسمان پر بٹھانا آسان نہ تھا - آب حیات کی قدر بڑھانے کے لئے ظلمات پیدا کرنا اور آئینے کو چمکانے کے لئے چوکھٹے کی چمک کو مارنا پڑا - اس گھسنے گھسانے میں چوکھٹے کا ایک کونہ ہی توڑ بیٹھے - دنیا بھر نے غل مچایا کہ حضرت! بیچارے حکیم مومن خاں مومن نے کیا ظلم کیا تھا کہ وہ اس مرقع میں نظر نہیں آتے، آپ نے جھٹ اِدھر اُدھر سے ٹکڑا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر گوند سے چپکا دیا - آزاد نے نواب الٰہی بخش خاں 'معروف' کے دونوں دیوان استاد ذوق سے منسوب کردیے ہیں - اس کے متعلق نواب احمد سعید خاں 'طالب' دہلوی نے اُن سے پوچھا کہ استاد جب 'معروف' کا پہلا دیوان مرتب ہوا ہے، اس وقت ذوق کی عمر ۶ سال کی تھی - ذرا یہ

تو بتادیجئے کہ کیا پیدا ہونے سے پہلے انھوں نے اس دیوان کو لکھنا یا کم سے کم اصلاح دینی شروع کردی تھی' اس کا جواب ملا کہ ہاں غلطی ہوگئی۔ آئندہ اڈیشن میں درستی کردوں گا۔ اس کے بعد خود دیوانے ہوگئے' چلو چھٹی ہوئی' معروف کے دونوں دیوان بھی اُستاد ذوق کے قبضے میں آگئے۔ اب رہے ہمارے بادشاہ سلامت۔ وہ تو شاگرد ہی تھے' اُن کے متعلق تو جو کچھ کہو سچ اور درست ہے۔ اس کی تردید کون کرے گا ایک شاگرد نے دوسرے شاگرد کی تمام عمر کی کمائی اُستاد کو دے دی۔ اچھا کیا۔ استاد باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ شاگرد کا مال اُستاد کا اور استاد کا مال تو اُستاد کا ہے ہی۔ میری تو یہ رائے ہے کہ بادشاہ یا امیر کبھی شاعری کریں تو خدا کے لئے کسی کے شاگرد نہ ہوں۔ دنیا کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ بادشاہ اور امیروں میں شعر گوئی کا مادہ ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ کچھ لکھ ہی نہیں سکتے۔ سب لکھا پڑھا استاد ہی کا ہوتا ہے۔ ظفر کے جیتے جی ذرا دبی دبی آواز میں پہلو بچاکر حکیم آغا جان عیش نے بھی اس کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

شاگرد و اوستاد میں ہوتا ہے فرق پر طرز سخن میں ذوق و ظفر دونوں ایک ہیں

غدر ہوا۔ ظفر قید ہوے اور جلا وطن ہوے۔ مرگئے۔ آزاد مرحوم نے ان کے چاروں دیوان اُٹھا اُستاد ذوق کے بستے میں باندھ دیے اب خدا را کوئی انصاف کرے کہ کیا "طرز سخن میں ذوق و ظفر دونوں ایک ہیں" کیا ذوق دیوان بھر میں ایک غزل بھی ظفر کے طرز کی نکل سکتی ہے۔ کیا ظفر کے چاروں دیوانوں میں کوئی غزل بھی ایسی ہے جو ذوق کی غزل کہی جاسکے۔ اگر نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوے کہ ذوق کے دو علیحدہ علیحدہ رنگ تھے۔ اور اگر معروف کے کلام کو بھی شریک کرلو تو گویا تین رنگ تھے اور اُستاد ذوق ان تینوں رنگوں میں ایسے مشاق تھے کہ ایک رنگ کی جھلک تک دوسرے رنگ میں آنے نہیں دیتے تھے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں میں تو یہی کہوں گا کہ صرف اصلاح سے اُستاد کا کچھ رنگ

شاگرد کے کلام میں پیدا ہوجاتا ہے - انشاء اللہ خاں جس کے اُستاد ہوے اس کے ہاں
چہل پیدا کردی - میر صاحب کے دو شاگرد ہوے - اُن کے ہاں وہی "ہاے ہاے"
کا رنگ آ گیا - پھر آخر یہ کیا بات ہے کہ معروف کا رنگ، ظفر کے رنگ سے اور
ان دونوں کا رنگ اُستاد ذوق سے بالکل جدا ہے - دراں حالیکہ کہا جاتا ہے کہ
دو دیوان معروف کے اور چار دیوان ظفر کے' چھوٹے چھوٹے بسم اللہ سے لیکر تمت تک
اُستاد ذوق کے لکھے ہوے ہیں - ذوق کی وفات کے بعد کا جو کلام ظفر کا ہے' اس کے
متعلق جواب دہی کرنی خود آزاد مرحوم کو بھی دشوار ہو جاتی - وہ تو خدا
بھلا کرے مولانا حالی کا انھوں نے اس بچے بچاے حصے کو اپنے اُستاد کے لئے سویٹ
کر اس مشکل کو حل کر دیا - شاید مولانا حالی سے بھی دریافت کیا جاتا تو وہ
نہ بتاسکتے کہ ظفر کی وہ کون کون سی غزلیں تھیں جن کا صرف ایک مصرعہ
لکھہ کر آیا تھا اور اُن کی تکمیل غالب نے کی تھی - غالب مرحوم کی اصلاح سے تو
ان کے شاگردوں کی غزلیں اس طرح کی ہو جاتی تھیں: —

میں نے کہا کہ دعوے الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

بھلا کہیں غالب کی لکھی ہوی یہ غزل ہوسکتی ہے: —

پس مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلا دیا
اسے آہ دامن باد نے سر شام ہی سے بجھا دیا
مجھے دفن کرچکو جس گھڑی تو یہ کہنا اس سے کہ اے پری
وہ جو تیرا عاشق زار تھا تہ خاک اُس کو دبا دیا

بات در اصل یہ ہے کہ ظفر کا نام دنیا سے مٹانا چاہتے تھے - سلطنت جا چکی
تھی - پھر بھی خاندان مغلیہ کی پرانی محبت لوگوں کے دلوں میں جا گزین تھی
ظفر کا کلام دیکھنے سے دلوں میں جوش آتا تھا کہ بادشاہ اگر زمین کا بادشاہ
تھا تو کم سے کم زبان کا تو بادشاہ تھا - اس نقش کو مٹانا مقصود تھا - آزاد مر

کے رو و قلم نے اس منشا کو بھی پورا کر دیا - ظفر رنگون میں مر گئے - اور ان کا
کلام ان دونوں بزرگوں کے ھاتھوں مر نہیں گیا تو کم از کم دوسروں کا
ضرور ھو گیا —

بہر حال آزاد مرحوم نے اپنے استاد کو خلعت دوام دینے کے لئے بہتوں کے خلعت
ان تر اُتارلئے یا پھاڑ چیر کر گدڑی کر دئے - اور اس غرض کو حاصل کرنے میں
کچھ خود محنت کی، کچھ دوسروں کے سر ڈال دی - ان کی ذاتی عنایت کا اوپر
ذکر آچکا ہے - دوسروں کی کارگذاری دیکھنا ھو تو آب حیات میں حکیم آغاجان عیش
اور ھد ھد کے واقعات دیکھہ لو - وہ جانتے تھے نہ اگر ھد ھد کو غالب اور موسن
جیسے لوگوں سے مشاعرے میں لڑا دونگا تو دنیا بھر میں کوئی بھی میری بات
ماننے والا نہیں - اس لئے انھوں نے یہ کیا نہ ھد ھد کو حکیم آغاجان عیش کا پٹھو
بنا کر میدان میں اُتارا - جو جانور ھد ھد کے مقابلے میں آیا اس کو کسی نہ کسی
بڑے شاعر سے منسوب کر دیا - اور اس پالی کی ھار جیت سے کچھہ نہیں کیا تو
کم سے کم ذوق کے برابر والوں کا مذاق اُڑا کر ان کی شان میں بٹہ ضرور لگا دیا —

آزاد مرحوم نے ھد ھد کو ایک نہایت بیوقوف شخص ظاھر کر کے اس کے کلام
و حکیم آغاجان عیش سے منسوب کیا ھے - حکیم صاحب کے سرمایۂ حیات ان کے دو
دیوان ھیں - اور دونوں کے دونوں اس وقت میرے پاس موجود ھیں - میں دعوے
سے کہہ سکتا ھوں کہ ان کے کلام اور ھد ھد کے کلام میں زمین آسمان کا فرق ھے -
خوش مذاقی ان کو چھوکر نہیں گئی ھے - خدا نخواستہ کسی شعر میں مذاق کا پہلو
اختیار کیا ھے تو سبحان اللہ - اس لکھنے سے نہ لکھنا ھی بہتر تھا - ان کے دونوں
دیوانوں میں خوش مذاقی کے صرف چند ھی شعر ھیں' وہ سب کے سب لکھے دیتا
ھوں آپ خود اُن کے مذاق کو ھد ھد کی خوش مذاقی سے ملا کر دیکھئے اور انصاف
کیجئے کیا ھد ھد کی چونچ میں حکیم صاحب کا دبا ھوا چونگا ھے'
یا وہ کہیں اور سے اُٹھا کر لایا ھے - حکیم صاحب فرماتے ھیں —

حکیم صاحب کی خوش مذاقی

بیٹھا جب سونٹ منڈا یار کے در پر میں ہوں
کیوں نہ دعویٰ ہو مجھے یہ کہ قلندر میں ہوں

نہ چھوڑی شیخ جی صاحب کے سر پر
ذرا بھی رندوں نے کل دستار باقی
تم نے سنا بھی تھا یا ہے رندوں نے کیا ستم
لی شیخ جی کی بزم میں پگڑی اُتار رات

اسی پگڑی اُتارنے کے مضمون کو ذرا سید انشا کی زبانی سنئیے - فرماتے ہیں —

آتا ہے جی میں شیخ کی پگڑی اُتاریے
اور تان کر چٹاخ سے اک دھول ماریے

حضرت شیخ جی کل شب، گرو مے کے لئے میکدے میں گئے تسبیح و مصلیٰ لے کر

یہی خیال میر صاحب کا بھی ہے، مگر کیا پاکیزہ رنگ میں ہے:—

تسبیح کو مدتوں سنبھالا ہم نے خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
اب آخر عمر میر مے کی خاطر سجادہ گرو رکھنے نکالا ہم نے

اور تو اور استاد ذوق جیسے روکھے پھیکے آدمی نے اس مضمون میں کچھ تو لطف رکھا ہے۔—

میکدے میں کل ہوئی ہے ایک پگڑی گرو مے
ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

حکیم صاحب کے یہ دو شعر ذرا مزیدار ہیں - اور کنایے ہی کنایے میں سب کچھ کہہ گئے ہیں —

آگئے رندوں نے گر ہاتھہ تو تم سن لینا
شیخ صاحب کو بتادیویں گے آداب کے ڈھنگ
رند کہتے ہیں کریں گے ان کی خدمت ایک دن
شیخ جی صاحب کو جب شاید نصیحت ہو تو ہو

ایک جاٹ سر پر چار پائی لئے جارہا تھا، ایک خاں صاحب بھی اُدھر سے گزرے، ذرا غور سے جاٹ کو دیکھا، موچھوں پر تاؤ دیا، دماغ پر زور ڈالا اور تمام شاعری کا رس نچوڑ کر جاٹ کو ایک مصرعہ سنایا۔ (ع) جاٹ رے جاٹ ترے سر پر کھاٹ بھلا جاٹ کیا چوکنے والا تھا فوراً ہی جواب دیا (ع) خان رے خان تیرے سر پر کولھو خاں صاحب کو بہت غصہ آیا اول تو جواب اور اس پر ایسا بے تکا جواب۔ کڑک کر بولے: ابے نامعقول تُک تو ملا ہی نہیں۔ جاٹ نے کہا۔ خاں صاحب تک ملے نہ ملے بوجھوں تو مروگے۔ بس اسی نہوتے پر حکیم صاحب کے یہ شعر ہیں: —

شیخ کی شکل کسی سے نہیں ملتی لیکن
کچھہ مشابہ ہے تو ہے صورت دجّال کے ساتھہ
جناب شیخ جی صاحب کو رند کہتے ہیں
کہ ان کی ذات جہاں میں ہے صورت خنّاس

یا ۔کر وہ مضمون ہے اور کیا برے الفاظ ہیں —

عروس ڈھونڈتے ہے دنیا کی نت نیا دھگڑا
زیادہ سب سے برا ہے یہ اس چھنال میں نقص
ٹکڑے کرکر کے بنائی ہے لنگوٹی اپنی
لو یہ رندوں کو ہوا شیخ کی دستار سے فیض

.را ان کے معشوق کی زبان ملاحظہ فرمائیے :-

ں بدل تیوری کہلے لگے مجھکو، چل بے نام چاہت کا مرے لیوے، ہوا تو ایسا
ہئے یہ ہے حکیم صاحب کے دونوں دیوانوں کی خوش مذاقی کا خلاصہ، اس کے بعد

بھی اگر آپ آزاد مرحوم کی اس تحریر کو صحیح سمجھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ
آغا جان عیش ہی ہلہ ہلہ کر شعر لکھہ کر دیا کرتے تھے کہ اس زمانے کے نامور شعرا
پر چوٹ کی جائے تو آپ جانیں اور آپ کا دین و ایمان جانے--

حکیم صاحب کے کلام کی تلاش اور تذکروں میں ان کا ذکر

مجھے حکیم صاحب کے دیوان دیکھنے اور ان کے
حالات معلوم کرنے کا شوق صرف آب حیات نے دلایا -
ورنہ تذکروں میں ان بیچارے کا ذکر بہت کم آیا ہے - عبدالغفور 'نساخ' نے اپنے تذکرہ
'سخن شعراء' میں تحقیق حالات کی انتہا کردی ہے - فرماتے ہیں:- "عیش تخلص -
حکیم آغا جان باشندۂ دہلی" اس کے ساتھہ تبرکاً چار شعر بھی دے دیے ہیں -
'گلشن بیخار' میں تو ان کا نام آنے ہی کیوں لگا - مومن خاں کے مد مقابل تھے - بھلا
'شیفتہ' ان کا ذکر کس طرح کرتے ہاں گلشن بیخار کے توڑ پر قطب الدین 'باطن' نے جو
'گلستان بیخزاں' لکھی ہے اس میں عیش کے حال میں دو چار سطریں اور ایک شعر
لکھدیا ہے - عبارت ایسی ہے کہ اس سے کوئی نتیجہ نکالنا یا حال معلوم کرنا بے سود
ہے - ہاے کیا خوب فرماتے ہیں:-

"عیش تخلص - حکیم آغا جان نام - حکیم سخن - ان کے درمان کا محتاج مدام
طبیب طبع مریضان مضمون کا معالج - خواہ کسی کو لقوہ ہو یا فالج - یہ نسخہ
ہے یہ دوا - حکیم مطلق کے ہاتھہ شفا" —

دی تاسی کے تذکرۂ شعرائے ہند اور کریم الدین صاحب کے 'طبقات شعراء ہند'
میں عیش کا نام ہی نہیں ہے - البتہ مرزا قادر بخش 'صابر' کی کتاب 'گلستان' سخن
میں ان کے بہت سے شعر بھی دیے ہیں اور ان کے کلام پر ریویو بھی کیا ہے —

جویندہ یابندہ

میں حکیم صاحب کے حالات معلوم کرنے کی اس اُدھیڑ بن میں تھا
کہ ان کے پڑپوتے سے میری ملاقات ہوئی - ان کی زبانی معلوم ہوا
کہ حکیم صاحب کا دیوان لالہ سری رام صاحب رئیس دہلی مصنف خمخانۂ جاوید
[illegible] بتایا کہ کس طرح یہ دیوان ان کے خاندان سے نکل کر

لالہ صاحب کے پاس پہنچا - ان واقعات کے اظہار کی مجھے ضرورت نہیں ہے - خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے کہ گذشتہ محرم میں مجھے دھلی جانا پڑا ، شام کو ریل سے اترا ، صبح ہی لالہ صاحب کے پاس پہنچا - وہ خود میرا مضمون " ۱۲۶۱ ھ میں دھلی کا ایک مشاعرہ" دیکھکر مجھ سے ملنے کے مشتاق تھے - بڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں - آخر میں حرف مطلب زبان پر لایا - انھوں نے کہا کہ دیوان کی نقل میں نے کرائی تھی - وہ کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں ، بھجوادوں گا - اس کے بعد میں حیدرآباد چلا آیا - انھوں نے وہ نقل میرے پاس بھیج دی - دیوان کا آخری حصہ نقل کرنے سے رہ گیا تھا - تھوڑے دنوں بعد وہ بھی آگیا ، یہ خوشامد نہیں واقعہ ہے - اگر کسی کو دھلی کی پرانی صحبت دیکھنی ہے تو لالہ سری رام صاحب سے جاکر ملے جس خلوص اور محبت سے ملتے ہیں اور جس طرح زبان اردو پر جان دیتے ہیں اس کا لطف کچھ ان سے مل کر ہی آسکتا ہے - قلم سے اس کا اظہار نہیں ہوسکتا - خیر ایک دیوان تو مجھے لالہ صاحب سے ملا - دوسرا دیوان خود حکیم صاحب کی پوتی کے پاس تھا - وہ ان سے لیا اور اس طرح حکیم صاحب کا پورا کلام میرے پاس آگیا - اب رہے حالات تو وہ خود ان کی پوتی سے زیادہ کون بتا سکتا تھا - جب حکیم صاحب کا انتقال ہوا - اس وقت یہ خاصی جوان تھیں - ان کی ایک ایک بات ان کو یاد تھی - بہت کچھ حالات ان سے معلوم کیئے - تھوڑے بہت واقعات کا خود ان کے دیوان سے پتہ چلا - غرض یہ معلوم ہوگیا کہ حکیم صاحب کون تھے اور کیا تھے -

ہاں ایک چیز کا یہاں ذکر کردینا ضروری سمجھتا ہوں جب آب حیات میں سے حکیم صاحب کا حال ان کی پوتی کو سنایا تو وہ تعجب سے پوچھنے لگیں "میاں جنھوں نے یہ کتاب لکھی ہے کیا انھوں نے دادا جان کو دیکھا تھا - یا جو جی میں آیا لکھ دیا " لیجئے یہ ہے آزاد مرحوم کی تحریر کے متعلق خود حکیم آغا جان عیش کی پوتی کی راے :-

آبحیات میں حکیم صاحب کے حالات

آب حیات میں حکیم صاحب کے متعلق آزاد مرحوم نے جوکچھہ لکھا ہے اس کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں - اس کے بعد جو حالات مجھے معلوم ہوے ہیں وہ لکھوں گا - مقابلہ کر کے نتیجہ آپ نکال لیجئے —

" حکیم آغا جان عیش - بادشاہی اور خاندانی طبیب تھے - زیور علم اور لباس کمال سے آراستہ - صاحب اخلاق - خوش مزاج - شیریں کلام - شگفتہ صورت - جب دیکھو یہی معلوم ہوتا تھا کہ مسکرا رہے ہیں - ساتھہ اس کے شعر کا عشق تھا - طبیعت ایسی ظریف ' لطیف اور نکتہ سنج پائی تھی کہ جسے شاعری کی جان کہتے ہیں - غزل ' صفائی کلام ' شوخی مضامین اور حسن محاورہ سے پھولوں کی جھڑی ہوتی تھی - اور زبان گویا لطائف و ظرائف کی پھلجھڑی - میں نے دو دفعہ استاد کے ساتھہ مشاعرے میں دیکھا تھا - ہائے افسوس اس وقت تصویر آنکھوں میں پھرگئی - میانہ قد - خوش اندام ' سر پر ایک ایک انگل بال سفید - ایسی ہی داڑھی - اس گورے سرخ و سفید رنگ پر کیا بھلی معلوم ہوتی تھی - گلے میں ململ کا کرتہ ' جیسے چنبیلی کا ڈھیر پڑا ہنس رہا ہے - میں ان دنوں دهلی کالج میں پڑھتا تھا - استاد مرحوم کے بعد ذوق سخن اور ان کے کمال کی کشش نے کھینچ کر ان کی خدمت میں بھجا یا - اب ان صورتوں کو آنکھیں ترستی ہیں اور نہیں پاتیں - ۵۷ ع کے غدر کے چند روز بعد دنیا سے انتقال کیا - خدا مغفرت کرے " —

حکیم صاحب کے متعلق میری دریافت

حکیم آغا جان 'عیش' کے والد کا نام حکیم عیسیٰ جان اور دادا کا نام حکیم خواجہ عبدالشکور خاں تھا - پشتینی حکیم تھے- یہ خاندان بخارا کی طرف سے آ کر کشمیر میں بسا' وہاں سے دہلی آیا - ذات کے مغل اور عقیدے کے لحاظ سے سنی المذہب تھے - حکیم عیسیٰ جان کے ایک لڑکی اور دو لڑکے تھے - بڑے لڑکے آغا جان تھے اور انہیں کی وجہ سے خاندان کا نام روشن ہوا - چنانچہ اب تک انہیں کی وجہ سے دہلی میں چیلوں کے کوچے میں حکیم آغا جان کا چھتہ مشہور ہے - ایک منزلہ مکان تھا - زنانے میں دالان در دالان - سامنے کے حصے میں دو چھتی - بہت بڑا صحن - باہر اکہرا دالان - دالان کے سامنے سائبان - صحن باہر کا بھی بڑا تھا - صحن میں چمن تھا - اور جابجا درختوں میں اناج پانی کے بھرے ہوئے کونڈے لٹکے رہتے تھے - کبوتروں - چڑیوں - طوطوں کے غول اور جھلڑ کے جھلڑ آتے' دانا پانی کھاتے پیتے اور چلے جاتے' حکم تھا کہ کسی وقت کوئی کونڈا خالی نہ رہے —

مطب

صبح سے بارہ بجے تک مطب کرتے - کبھی کبھی ضرورت ہوئی تو شام کو بھی مریضوں کو دیکھ لیتے - غریبوں سے بڑی محبت کرتے - اسی وجہ سے ان کا مطب ہمیشہ بھرا رہتا تھا - خود بھی اس پر فخر کرتے ہیں - فرماتے ہیں —

پاکے صحت مجھے دیتے ہیں دعا 'عیش' غریب

دیوے اللہ ترے ہاتھ میں تا ثیر سوا

روزی سے بے فکر تھے - اس لئے یا تو علاج معالجے میں لگے رہتے - یا شعر شاعری کرتے یا بیٹھے اللہ اللہ کیا کرتے - اپنی اس فارغ البالی کے متعلق اپنے کلام میں کہیں کہیں اشارہ کیا ہے —

ترے آرام کو اللہ نے 'عیش' مہیّا کر دئے اسباب کیا کیا

ملازمت | نواب صاحب جھجر کے ہاں ملازم تھے - بس نام کے ملازم تھے - کبھی ضرورت پڑی تو چلے گئے نہیں تو گھر بیٹھے تنخواہ لیتے تھے - قلعے سے بھی تعلق تھا - بادشاہ کے لڑکے شاہ رخ مرزا کی ڈیوڑھی سے کچھ مل رہتا تھا - چنانچہ ایک قصیدے میں اس کا ذکر ہے:—

کروں جو صفحۂ کاغذ پہ تیری شرح رقم
عجب نہیں ہے کہ ہو در فشاں زبان قلم

نہ فیض عام ہو کس طرح تیرا عالم میں — خدا نے تجھ کو بنایا ہے صاحب عالم
ترا وہ رتبہ عالی ہے شاہ رخ مرزا — نہ ہو سکے ترے ہم جنب رتبۂ رتبۂ جم

ترے ہی ناخن تدبیر سے جہان میں آج
کھلی ہے عقدہ کا زحمان خدا کی قسم
اب آگے عرض مری تجھ پہ آپ روشن ہے
زبان پر نہیں لایا - اسی سے ہے مبہم
پر اتنی عرض ضروری ہے - سب رہیں سر سبز
میں تشنہ کام رہوں ایک رہے سحاب کرم

پھر بادشاہ سلامت کے حکم سے مرزا فرخندہ شاہ کی سرکار سے تعلق ہو گیا - اس واقعے کو ایک دوسرے قصیدے میں ظاہر کیا ہے:—

نہ کیوں ہو تیری عنایت کا مجھکو شکر ضرور
کہ تیرا شکر ہے بس عین شکر رب غفور

ادائے شکر ترا گرچہ غیر ممکن ہے — مگر میں حکم الٰہی سے ہوں شہا مجبور
ملا علوفہ ترے خانہ زاد کو شاہا — تصدق سر اقدس - موافق دستور
علاوہ اس کے عنایت ہوئی غلام پہ یہ — کہ جس کا حال ہے اس قطعے میں ہوا مذکور
جناب مرزا فرخندہ شاہ کی خدمت میں — کیا حضور نے اس خانہ زاد کو مامور

اس کے بعد بڑھتے بڑھتے شاھی طبیب ھو گئے۔ ھر دوسرے روز قلعے سے پالکی آتی تھی، اس میں بیٹھ کر قلعہ جاتے۔ تھوڑی دیر وھاں ٹھیرے۔ کوئی مریض ھوا۔ اس کو دیکھ لیا۔ بادشاہ سلامت کو مجرا کیا۔ اور چلے آئے۔ قلعے سے تنخواہ ذرا مشکل سے ملتی تھی۔ غالب کو قصیدہ لکھنا پڑا جب کہیں جا کر تنخواہ ملی۔ بچارے عیش کے سر پر بھی یہی مصیبت آئی۔ اُنھوں نے بھی ایک قصیدہ لکھا۔ جب مشکل آسان ھوئی۔ لکھتے ھیں :—

نسیم صبح ھوئی آج یہ نوید رسا کہ ھے بہار کی آمد کا ھر طرف جلسا

جلوس شاھد گل کے لئے بچھایا ھے صبا نے باغ میں فرش زمردی ھر جا

خیر بہار یہ حصہ لکھ کر یہ دبیر خرد سے مل کر پوچھتے ھیں کہ حضرت آج یہ کیا چہل پہل ھے، وہ جواب دیتا ھے کہ بادشاہ سلامت کی سالگرہ کا جلسہ ھے، اس کے بعد بادشاہ سلامت کی تعریف شروع ھوتی ھے۔ اور پھر :—

یہ میں سن کے کہا اس سے۔ اے دبیر خرد
خدا کے واسطے تدبیر کوئی مجھ کو بتا
کہ اس جناب مقدس میں، میں بھی حاضر ھوں
کہ جس کی ذات سے ھے کامیاب ارض و سما
کہا یہ اس نے کہ کیوں پوچھتا ھے تو تدبیر
ضرور۔ اس کی تو بخشش کو کچھ نہیں حیلا
وھاں ھے بخشش عام اس کی بے سبب سب پر
خصوص تو تو قدیمی ھے خانہ زاد اس کا
جو اس پہ بھی ھے تو پابند عالم اسباب
تو ایک بات بتاؤں تجھے میں، چل اچھا
خدا نے ذات بنائی ھے اس کی مستغنی
اسے بس اور کسی شے کی کچھ نہیں پروا

مناسبت جو طبیعت کو تیری شعر سے کر
تو چند شعر دعائیہ کہہ کے تو لے جا
میں عرض حال کو اپنے سمجھ کے ترک ادب
زبان پر نہیں لایا ہوں اب تلک شاہا
مگر یہ عرض نہ بے اس کے زندگی ہے محال
رکا ہے اگلے مہینے سے میرا درماہا
خدا ہی جانے کہ یہ کس نے گل کھلایا ہے
مجھے خبر نہیں - دریافت کر تو داد رسا

حاشیہ
جب کوئی روزی سے بے فکر ہوتا ہے تو عمر گزارنے کے لئے ہمارے ہندوستانی بھائیوں کے بس دو ہی طریقے ہیں - یا شعر شاعری کرنا - یا اللہ اللہ کرنا - حکیم صاحب نے دونوں راستوں کو اختیار کیا تھا - مطب سے فرصت ہوئی - کچھ لکھنے بیٹھ گئے - اس سے فارغ ہوے تو تسبیح سنبھالی سارا دن وظیفہ وظائف ہی میں گزار دیتے رات کو گیارہ بجے گھر میں آے - کھانا کھاتے اور سو رہتے - چوبیس گھنٹے میں بس ایک ہی دفعہ کھاتے تھے - پھر بھی آخر وقت تک ان کے قویٰ میں فرق نہ آیا - کوئی ۹۸ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا - لیکن مرتے دم تک نہ کوئی دانت ٹوٹا - نہ بینائی کمزور ہوئی - ان کا حلیہ آزاد مرحوم کی زبانی سن چکے' اب ان کی پوتی کی زبانی بھی سن لیجئے - بہت اونچا قد - نہایت سرخ و سفید رنگ' نیچی گول بھرواں داڑھی - کتابی چہرہ - منڈا ہوا سر - ستواں ناک .... بڑی بڑی آنکھیں - شکل پر نور برستا تھا - ہمیشہ نیچی چولی کا انگرکھا پہنتے تھے - آستینوں کے چاک کہنی تک کٹے ہوئے - کرتہ تمام عمر اُنھوں نے کبھی نہیں پہنا - جاڑے میں فرغل یا دگلہ استعمال کرتے تھے - فرغل تو عموماً موسی چھینٹ کی ہوتی تھی - مگر دگلہ اکثر ادنیٰ کپڑے کا ہوتا تھا - ایک بر کا پیجامہ.

پاؤں میں بٹھواں چوڑے پنجہ کی ریشم کے کام کی جوتی - ہاتھہ میں سبز رنگ کی جریب -۔

ان کا زهد و تقویٰ

ان کے زهد و تقویٰ کا حال اُن کے دیوان سے جا بجا کھلتا ہے۔ حضرت غلام محمد شاہ صاحب کے مرید تھے - مگر ہر بزرگ سے عقیدت تھی ' اکثر رباعیاں بزرگان دین کی شان میں لکھی ہیں - حضرت امیر خسرو کی شان میں فرماتے ہیں . —

رباعی

اللہ نے دیا ہے تجھہ کو وہ رتبہ وجاہ   آتا ہے ترے درپہ ہرایک حاجت خواہ
کر عیش کے حق میں بھی دعا ازرہ لطف   اے طوطی بوستان محبوب اللہ

اپنے پیر کو اسطرح پکارتے ہیں --

تو حال یہ میرے کر توجہ یا پیر   رہتا ہوں میں فکر سے نہایت دل گیر
کر حق میں دعا سرے کہ ہوں میں لاچار   بن آتی نہیں ہے مجھہ سے کوئی تدبیر

ان رسول اللہ کے عاشق تھے - فرماتے ہیں : —

نہ کھاؤں غم دنیائے دوں مگر ہاں عیش'   جو کھاؤ تم تو غم آل مصطفیٰ کھاؤ

اولیاء اللہ کی صحبت کی ضرورت کو کس خوبی سے بیان کیا ہے : —

صحبت اولیاء اللہ کی آتی ہے کام آخر   کہ ان کے نام میں اللہ کا آتا ہے نام آخر

یہ تو بے موقعہ مگر شعر سنائے دیتا ہوں۔ یاد نہیں کس کا ہے - مگر خوب کہا ہے اور لفظ کے خوب ٹکڑے کئے ہیں: —

ظالموں اس سے تروآہ کو جانو نہ حقیر   دیکھو اللہ میں ہے اسکا اثر دوبٹے تین

رات دن صدقے نہ ہوں سو جان سے کیوں اس کے ہم
عیش جس دل کو ہے عشق حضرت باری کا شوق

پیروں سے خاص عقیدت تھی' پوری کی پوری غزل اس بارے میں لکھہ گئے ہیں : -

نہ کر فقیروں سے تو چھیڑ چھاڑ دیوانے — نہ چھیڑ کر انہیں حق سے بگاڑ دیوانے
تو اپنے حق میں نہ بو ان کو چھیڑ کر کانٹے — یہ اپنے پیچھے نہ چھٹتا تو جھاڑ دیوانے
تو اپنی طرح سے مردان حق کو مردہ نہ جان — یہ مردے وہ ہیں کہ تھا ویں پہاڑ دیوانے
جو اُن کی کرتا ہے کوئی جہاں میں توہین — حق اُن کو دیتا ہے جڑ سے اکھاڑ دیوانے
جو غیر حق انہیں سمجھے ہیں عیش اُن کو سمجھ
کہ حق نے ان کو بنا یا ہے آڑ دیوانے

معلوم ہوتا ہے کہ سالک بے دیکھنے والے تھے مجذوبوں سے کچھ شوق نہ تھا، اپنا عقیدہ یوں بیاں کرتے ہیں :—

مست کیا جانے ہیں لطف مستی — لطف مستی کسی ہشیار سے سیکھ

ہاں بالکل سچ ہے، پی کر جو ہشیار رہے وہی کچھ پینے کا مزا جانتا ہے، اگر پی کر موری میں جا پڑے تو پینے کا کیا خاک لطف اُٹھایا —

سلوک کا طریقہ ایک رباعی میں اس طرح بتاتے ہیں :—

رباعی

گر طالب حق ہے چھوڑ دے لات وگزاف — بغض وحسد و کینہ سے کر سینہ صاف
جب ہو چکے عیش بات یہ تجھ کو حصول — کر مصقلۂ ذکر سے دل کو شفاف

ایک جگہ دعا کرتے ہیں، دیکھنا کیا سوز و گداز ہے :—

جان پر میری کر - کرم یارب — دور کر دل سے میرے غم یارب
بغض و کینہ کو صفحۂ دل سے — دے مٹا میرے یک قلم یارب
ہم گنہگار تیرے بندے ہیں — تجھ سوا دھویں کس سے ہم یارب
مونس جان و دل رہے میرا — ذکر تیرا ہرایک دم یارب
اور رہ مستقیم پر تیرے — رہے ثابت مرا قدم یارب
عیش، تیرا ہے دور رکھ اس سے — درد و رنج و غم والم یارب

تاریخ وفات غرض یوں ہی اللہ اللہ کرتے کرتے ختم ہوگئے۔ مگر کب مرے، اس کا حساب مشکل ہے۔ آزاد مرحوم فرماتے ہیں کہ غدر کے چند روز بعد انتقال کیا۔

حکیم صاحب کی پوتی کہتی ہیں کہ "اے ہے ابھی تھوڑے ہی دن تو ہوے جب وہ مرے، اس وقت میرا سب سے چھوٹا بھائی تین برس کا تھا - کوئی ایک ہفتہ بیمار رہے- تپ محرقہ تھی - دل پر صندل میں بھگو بھگو کر کپڑے رکھے جاتے تھے، آخر میرانجی * کی گیارہ تاریخ کو ختم ہوگئے" - غدر ۱۲۷۳ھ میں ہوا، اس کے بہت بعد تک وہ زندہ رہے- کیونکہ اُنھوں نے غالب کی تاریخ وفات کہی ہے- اس کے شروع کا حصہ پھٹا ہوا ہے:-

اور بڑے چین سے گزاری عمر   جب تلک وہ یہاں مقیم ہوے
اب جو یہاں سے وہاں گئے تو وہ عیش   مورد بخشش کریم ہوے
رکھتے دل خوش تھے وہ، سو بادل خوش   داخل جنت نعیم ہوے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۵ ہجری تک وہ زندہ سلامت تھے - سب سے آخری تاریخ جو ان کے دیوانوں میں ہے، اس میں اُنھوں نے منشی امو جان کی تاریخ وفات لفظ "غفور" سے نکالی ہے - گویا ۱۲۸۶ھ یعنی غدر سے کم سے کم تیرہ سال تک وہ بقید حیات تھے —

اب ان کی پوتی صاحبہ کے بیان سے حساب لگائیے - ان کے چھوٹے بھائی کا نام ڈاکٹر سعید جان ہے - اور اس وقت اُن کی عمر ۵۳ سال کی ہے، وہ ۳ سال کے تھے، جب حکیم صاحب کا انتقال ہوا - اس لحاظ سے اُن کا سنہ وفات ۱۲۹۷ ہجری پڑتا ہے - انتقال کے وقت ان کی عمر دو کم سو برس کی تھی - گویا اُن کا سنہ پیدائش ۱۱۹۹ھ یا ۱۲۰۰ھ تھا —

انتقال کے بعد ترکمان دروازے کے باہر ناصر وزیر کی بارہ دری میں خواجہ میر درد کی پائینتی دفن ہوے - پہلے پختہ مزار تھا - اب نشان مٹ کر

---

* دھلی کی عورتوں نے مہینوں کے جو نام رکھ لیے ہیں وہ بھی سن لیجئے —
۲ - تیرہ تیزی ۳ - بارہ وفاتیں ۴ - میرانجی ۵ - مدار ۶ - خواجہ معین الدین
۸ - شب برات ۹ - رمضان ۱۰ - عید ۱۱ - خالی ۱۲ - بقر عید (بقرید)

مٹی کا ڈھیر رہ گیا ہے —

اولاد | اولاد میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں - مگر ان چار بچوں سے بھی گھبرا گئے تھے - کہتے ہیں :-

کہر شاخ کو توڑے ہے ثمر اس سوا لطف تا ہل کیا ہے
توڑ دے جب کہ کمر شاخ ثمر بھی اس کا کیا توقع رکھے اپنی کوئی اولاد سے اب

اس مضمون کو استاد ذوق نے خوب باندھا ہے' فرماتے ہیں :-

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

ابن یمین بھی اسی مصیبت کا غم سہاتے سہاتے مرگئے: —

مرا در وقت پیری بار اطفال نہ واحق بود حقا ثم حقا
فہا اذا فی الغروبۃ ذو عیال یدق الظہر دقا ثم دقا

(اس عالم غریب میں بال بچوں کے بوجھ نے
میری کمر توڑ دی، اور بری طرح توڑ دی)

ان کی شاعری پر غدر کا اثر | غدر کے بعد سے ان کی شاعری نے مرثیے کا رنگ اختیار کرلیا تھا۔ دلی والوں کو جو صدمہ دلّی کی تباہی کا ہوا - اس کا دھیان کرنے سے دل بھر آتا ہے - بہادر شاہ کو بادشاہ کہو یا شاہ شطرنج - پھر بھی ایک قلعہ ہی تھا جو شریفوں کا ملجا و ماوی تھا - ہر کسی کا قلعے سے کچھ نہ کچھ تعلق تھا - سلطنت نہ تھی - پھر بھی سمجھتے تھے کہ سلطنت ہماری ہے - اور کیوں نہ سمجھتے' مال گروی رکھنے کے بعد بھی گروی کرنے والے ہی کا رہتا ہے' خواہ سود اور اصل ملاکر مال کی قیمت سے بڑھ ہی کیوں نہ جائے' بادشاہ کیا گئے' دلّی والوں کا دل مرگیا - اپنا درد دوسروں کو سنا سنا کر خود روتے تھے' دوسروں کو رلاتے تھے - غرض یوں ہی روتے روتے تمام ہوگئے اور ہم کو رلانے کے لئے اپنا کلام چھوڑ گئے- غدر کے کئی برس بعد دلّی میں ایک مشاعرہ ہوا تھا - اس میں کوئی طرح نہیں دی تھی - بس یہی تھا کہ دلّی کا مرثیہ کہو - غزل میں کہو' چاہے رباعی میں'

مخمس میں کہو چاہے مسدس میں - یہ کل کلام ایک کتاب کی شکل میں چھپا ہے۔ اور ڈھونڈنے سے مل جاتا ہے۔ اسی مشاعرے میں داغ مرحوم نے اپنا شہر آشوب پڑھ کر سننے والوں کو تڑپا دیا تھا - ہائے لکھتے ہیں :-

فلک زمین و ملائک جناب تھی دہلی
بہشت و خلد میں بھی انتخاب تھی دہلی
جواب کا ہے کو تھا لاجواب تھی دہلی
مگر جو دیکھی حقیقت تو خواب تھی دہلی
پڑی ہیں آنکھیں جو پہلے جگہ تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اسے کیا گئی نظر کس کی

دو بند اور سن لیجئے :—

گھلا یا زہر ستم گر نے پان کے بدلے   بہا یا خون جگر پیچوان کے بدلے
نصیب دار ہوئی ہے نشان کے بدلے   ملا نہ گور گڑھا بھی مکان کے بدلے
یہ دعوت فلک کینہ ساز تو دیکھو
اور اس پہ اس ستم آرا کے ناز تو دیکھو

الٰہی بخت بد ایسے ہمارے ہو جائیں
کہ ہیں جو لعل و گہر سنگ پارے ہو جائیں
جو دانے مانگیں تو خرمن شرارے ہو جائیں
جو پانی چاہیں تو دریا کنارے ہو جائیں
پئیں جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے
جو مانگیں رحمت باری تو قہر ہو جائے

اس مشاعرے میں مفتی صدرالدین صاحب آزردہ بھی شریک تھے - انھوں نے دلی کی تباہی پر خدا کا شکر کیا ہے - فرماتے ہیں :—

هوا اچھا جو مٹا نام و نشان دهلی

کس کی پاپوش بلے مرثیه خوان دهلی

تو خیر اس مشاعرے میں حکیم آغا جان عیش نے بھی بہت کچھ دلی کا رونا رویا ۔ ایک شہر آشوب میں دلی کی شریف بیبیوں کی حالت زار لکھتے هیں —

فلک کی آنکھ نہ تھی دن کو دیکھنے پاتی

نہ تھی مجال صبا کی جو ان تلک جاتی

خدا نے دی تھی انهیں ایسی عصمت ذاتی

که نام غیر جو سنتیں تو ان کو شرم آتی

فلک نے بخشا هے ان کو لباس عریانی

هے سفر ان کے لئے ان کی پاک دامانی

دوسرے شہر آشوب میں قلعے کی بربادی کا یوں ذکر کرتے هیں : —

سر جھکاتا تھا جہاں اُن کے سارا عالم

قبلہ و کعبه سمجھتے تھے جنھیں اهل حشم

دست بسته جہاں حاضر تھی سدا شوکت جم

دفعتاً ان سے هوا ایسا زمانه برهم

آج تو نان شبینه کو بھی محتاج هیں وه

کل گدا بھی کوئی ایسا نه تھا جو آج هیں وه

شرفا کے گھرانوں کی تباهی کا یوں رونا روتے هیں: —

تھا وہ جن لوگوں کے هاتھوں کی نزاکت کا یه حال

بار سے رنگ حنا کے وه هوے جاتے تھے لال

خواب مخمل سے کف پا کو بھی تھا جن کے ملال

میلے هوتے تھے نظر کرنے سے وه ● چاند سے گال

● (ن) پھول —

اب وهی لوگ هیں اور بادیه پیمائی هے
ملگگی خاک میں سب میري و مرزائی هے

غرض دوسرا دیوان تقریباً سارے کا سارا اس رو نے دهو نے سے بهر دیا هے - تهوڑا بہت نقل کئے دیتا هوں - دل سے نکلی هے دل میں اثر کریگی - هاں جن کے دل کو لگی نهیں هے وہ اس حصے کو چهوڑ دیں - یه اهل درد کی صف ماتم هے - بے درد خدا کے لئے یہاں سے اُٹهه جائیں —

جب دلّی بهری هوی تهی اس وقت کا رنگ دیکهو - معلوم هوتا هے که باغ میں بلبل چهک رها هے - -

دوا کے جنت سے حور دیکهے رهیں یه فصل بهار دهلی
نوهووے سو جاں سے بےتکلف یقین سمجهو نثار دهلی

جہاں کی جوخوبیاں هیں ساری وہ سب هیں دهلی کی سرزمیں میں
نهیں هے کوئی دیار هرگز جهاں میں مثل دیار دهلی

مبالغه اس میں کچهه نهیں هے جو نقش اور رنگ آکے دیکهے
توگم هواس کی بهی دیکهه سکتی هیں ایسے نقش و نگار دهلی

دعا هے یوں 'عیش' خوش زباں کی بصد تضرع جناب حق میں
الٰهی عیش و نشاط و عشرت رهیں سدا هم کنار دهلی

بادشاہ کے لئے قصیدے لکهتے هیں - دعائیں دیتے هیں: —

عیش آباد رکهے خالق اکبر اس کو کیونکه هے وہ دل تیمُر کے نگیں کا ٹکڑا
سراج الدین غازی هے سریرآرا جو عالم میں نصیب اسکو اور اسکی ساری محفل کو هو آرائش

یا ایک دفعه هی ایسی هوا چلی که بساط اُلٹ گئی - زمانه بدل گیا - کچهه سے کچهه هو گیا - اس ناگهانی آفت کا جو کچهه اثر دلّی والوں کے دلوں پر هوا هو - وہ کم هے - ایک دفعه هی گهبرا کر کهتے هیں که: —

یہ ہوا کیسی چلی برہم زمانہ ہو گیا | حال دہلی اہل عالم میں فسانہ ہو گیا
دل کسی فرد بشر کا خالی اس غم سے نہیں | غم یہ شائع کو بکو خانہ بخانہ ہو گیا
در سر مژگاں نہ ہو کیوں پارۂ خوں کس طرح | غمزدوں کے دل میں جب غم کا خزانہ ہو گیا
ایک ہو تو روئیے کس کس کو روئیں یاد کر | دیکھ کر اس حادثے کو دل دوانہ ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے دکھوں سے آگے اپنے یہاں | دم کے دم میں اور ہی کچھ کارخانہ ہو گیا
آہ گلگوں بہار گلشن دہلی کو عیش' | موجۂ باد خزاں کیا تازیانہ ہو گیا

حال عالم کا کیف و کم میں کیا تھا کیا ہوا
یا اولی الابصار دیکھو دم میں کیا تھا کیا ہوا

غدر میں بڈھے ہو چکے تھے اس لئے لکھتے ہیں —

فصل خردی و جوانی تو کٹی اس چمن سے
اب رہی پیری تو اس موسم میں کیا تھا کیا ہوا

پھر آپ ہی دل کو تسکین دیتے ہیں :—

اے دل ناداں تو اس بات کا شاکی نہ ہو
ربط باہم دیکھ جام و جم میں کیا تھا کیا ہوا

آخر دوستوں کے غم میں روتے روتے تھک جاتے ہیں —

جز خداوند جہاں ۔ حال دل اپنا 'عیش' اب
کس سے کہئے دوستوں کے غم میں کیا تھا کیا ہوا

عین غدر میں غزل کہی ہے۔ کوتوالی کے چبوترے پر پھانسیاں کھڑی ہوئی ہیں ۔ لوگ لٹکائے جا رہے ہیں ۔ حکیم صاحب دیکھ رہے ہیں اور رو رو کر کہہ رہے ہیں :—

کوچۂ زلف میں لاکھوں کے گئے دل مارے
سر زمیں ہند کی کیا 'عیش' بلا خیز ہے آج

گھبرا گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ الٰہی کیا ہے

کیا ہو گیا ایک مصیبت ہو تو صبر کریں' دو ہوں تو صبر کریں آخر اس غم پر کیسے صبر کیا جائے :—

یا الٰہی یہ ہوا دنیا میں کیسا انقلاب

اک زمانہ گردش چرخ کہن میں آ گیا

معلوم ہوتا ہے کہ غدر ہی میں دہلی سے نکل گئے تھے امن امان ہونے کے بعد دہلی آنا چاہتے ہیں - لیکن آنے کو جی نہیں چاہتا - جس گھر کو بھرا بھرایا چھوڑ گئے تھے اس کو ویران کن آنکھوں سے دیکھیں - دوست نہیں رہے - جن میں مل بیٹھ کر غم بھلائیں یا کم سے کم آنسو بہا کر دل کو تسکین دیں :—

جب عندلیب چمن سے ہوا چمن خالی تو آ بسے اسے پا' زاغ اور زغن خالی

بتاؤ آکے وطن میں بھلا لگے دل کیا جب عیش ہو گیا یاروں ہی سے وطن خالی

دل لگی کہتے ہیں جس کو وہ تو ہے یاروں کے ساتھ

جب نہ وہ ہوں تو لگے دل پھر وطن میں کس طرح

ظفر کو یاد کرتے ہیں - اور دل پکڑ کر رہ جاتے ہیں - ایک شعر میں وہ کچھ کہہ گئے ہیں کہ ہزاروں مرثیے اس پر قربان ہیں - ہائے لکھتے ہیں :—

عیش ہی کو کچھ نہیں صدمہ جدائی کا تری

مبتلائے غم ہے ایک عالم 'ظفر' تیرے لئے

بادشاہ مرگئے- ان کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں اور کہتے ہیں :—

رونق * حضرت دہلی تھی اسی کے دم سے بعد مرنے کے کھلی سب پہ ظفر کی خوبی

* اس شعر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غدر کے بہت بعد تک حکیم صاحب زندہ رہے - ظفر کا انتقال رنگون میں ۱۲۷۹ھ میں ہوا - غدر ۱۲۷۳ھ میں ہوا تھا - .... حکیم صاحب کے دوسرے دیوان میں ظفر کے انتقال کی تاریخ درج ہے - غدر ہونے' بادشاہ کے قید ہونے' رنگون بھیجے جانے اور وہاں وفات پانے کو فارسی میں نظم کیا ہے - مگر افسوس ہے کہ دیوان میں یہ حصہ اس طرح پھٹ گیا ہے کہ اس کا نقل کرنا دشوار بھی ہے اور بے کار بھی —

سچ ہے قدر نعمت بعد زوال —

دہلی کا حال زار اُنہوں نے اپنے دوسرے دیوان میں اس طرح رو رو کر بیان کیا ہے کہ پڑھنے سے رونا آتا ہے - فرماتے ہیں :—

نہیں حال دہلی سنانے کے قابل — یہ قصہ ہے آنسو بہانے کے قابل
اُجاڑے ہیں وہ قصر ایک ایک اُس کے — جو تھے دیکھنے اور دکھانے کے قابل
نہ خوش آئی آبادی اس کی فلک کو — نہ تھے ورنہ وہ تو مٹانے کے قابل
کیا آہ برباد چن چن کے ان کو — نہ تھے جو کہ برباد جانے کے قابل
ملایا حقوہی خاک میں تو نے وہ تو — نہ تھے خاک میں یوں ملانے کے قابل
ستم سا ستم تو نے ڈھایا ہے ظالم — نہیں بات یہ منہ پہ لانے کے قابل
کہیں شیخ صاحب اب دہلی کو چلئے — رہی ہے کہاں اب وہ جانے کے قابل
جسے دیکھ کہتے تھے سیاح عالم (ق) یہ ہے جائے آرام پانے کے قابل
اسے دیکھ بلبل بھی کہتی ہے یہ تو — نہیں آشیاں اب بنانے کے قابل
سنا جس نے یہ حال افسوس کھایا — یہ ہے حال افسوس کھانے کے قابل
دکھائے ہیں افسوس وہ دن فلک نے — نہ تھے 'عیش' جو دل دکھانے کے قابل

اسی زمین میں ظفر کے دو شعر بھی سن لیجئے - یہ رنگون میں انہوں نے کہے تھے - ان کے پوتے کی زبانی سنے تھے - ہائے فرماتے ہیں :—

نہ گھر ہی رہا ان کے آنے کے قابل — نہ ہم ہی رہے وہاں کے جانے کے قابل
نہ گھر ہے نہ در ہے رہا اک ظفر ہے — فقط اشک حسرت بہانے کے قابل

حکیم صاحب خدا سے دعا کرتے ہیں اور مشورہ بھی دیتے ہیں :—

الٰہی بسا پھر تو اپنے کرم سے — اِسے کیونکہ ہے یہ بسانے کے قابل

اپنے کلام میں جا بجا لکھنؤ والوں پر چوٹیں کی ہیں - مگر لکھنؤ کی تباہی نہ دیکھ سکے - دل بھر آیا - دلی کو رو رہے تھے - لکھنؤ کی مصیبت پر بھی

آنسو بہانے لگے - سچ ہے ٹوٹتے ہوے دل پر ٹھیس بہت جلدی لگتی ہے —

ہوگیا ویران دهلی اور دیار لکھنؤ
اب کہاں وہ لطف دهلی اور بہار لکھنؤ
جو تھے دهلی میں عمائد ' ہوگئے یکسر خراب
اور تباہ سارے ہوے صاحب وقار لکھنؤ
تھا خس و خاشاک دهلی غیرت صد لالہ زار
رشک صد گلزار تھا ایک ایک خار لکھنؤ
غم میں دهلی کے ' گلوں کے تو گریباں چاک ہیں
اور سوسن ہے چمن میں سوگوار لکھنؤ
ٹکڑے ہوتا ہے جگر دهلی کے صدمے سن کے "عیش"
اور دل پھٹتا ہے سن کر حال زار لکھنؤ

حکیم صاحب کے دو شعر لکھتا ہوں - ذرا دوسرے شعر پر غور کیجئے ' کیا
بات پیدا کی ہے —

ہند کہتے ہیں جسے ' ملک سلیمان ہے یہ
مل گیا خاک میں ' اس پر بھی پرستان ہے یہ
بلبلیں کہتی ہیں ' صیاد کا احسان ہے یہ
کہ ہمیں چھوڑ دے یہ کہہ کے گلستان ' ہے یہ

دلّی لٹ چکی ہے ' یہ باہر کسی گاؤں میں پڑے ہیں ' وہاں سے لکھتے ہیں
صیاد بڑا احسان ہوگا اگر تو ہم کو اس اجڑے دیار میں آنے ہی کی اجازت
دے - یہ ہم کو معلوم ہے کہ دلّی اب دلّی نہیں رہی - گلستان اُجڑ کر ویرانہ
ہوگیا مگر تو یہ کہہ کر ہم کو وہاں چھوڑ دے کہ "لو یہ تمہاری دلّی ہے" - ہم
یہ سوچ کر دل بہلانے کو پتہ چلا لیں گے کہ "یہاں غنچہ یہاں گل تھا" —
میرا دوسرا دیوان سارے کا سارا انہی شہر آشوبوں سے بھرا ہوا ہے -

روتے ہیں اور دعا کرتے - پھر روتے ہیں پھر دعا کرتے ہیں —

پہلے پھولے اُٹھی پھر کے شاخ گل تو اچھا ہو
پھرے پھر اپنی گیلی باغ میں بلبل تو اچھا ہو

دلّی پھر آباد ہوئی - مگر حکیم صاحب کو دیکھنی نصیب نہ ہوئی —

سلسلۂ شاگردی | حکیم صاحب کے استاد کا نام قیامت تک معلوم نہ ہوتا اگر انھوں نے خود اپنی ایک غزل میں استاد ھی نہیں - استاد کے استاد بلکہ ان کے بھی استاد کا ذکر نہ کردیا ہوتا - لکھتے ہیں :—

مجرم * کا میں شاگرد وہ بیدار + کے شاگرد
ہے "عیشی" سلالہ مرا یوں درد ‡ و اثر $ تک

---

* "مجرم" تخلص - رحمت اللہ نام - آگرے کے رہنے والے تھے - کلمداہ کشی کرتے تھے - پھر فقیر ہوگئے پھرتے پھراتے دھلی آئے - "بیدار" کے شاگرد ہوے - کچھ دنوں دھلی میں رہے یہاں سے بریلی چلے گئے - بڑے ظریف اور طباع تھے - ان کی زبان اور طرز بیان کا رنگ بھی دیکھ لیجئے :—

نگہ دزدیدہ کیوں پھینکے ہے تو اے امت عیسیٰ
دل و سینہ کو توڑے ہے یہ پستول فرانسیسی
یہی ہے آرزو روز جزا میں اپنی اے 'مجرم'
علی کی فاتحہ داری ہو اور دُل دُل کی سائیسی

+ میر محمدی نام - "بیدار" تخلص - عرب سرائے دھلی میں رہتے تھے - خواجہ میر "درد" کے شاگرد تھے - خواجہ "اثر" سے بھی اصلاح لی تھی - فارسی کلام مرتضیٰ علی بیگ "فراق" کو دکھاتے تھے - میر اور مرزا کے ہم عصر تھے اور ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اُردو کو رعایت لفظی کے پھندوں سے نکال کر اور مانجھ کر بے ساختگی اور دلاویزی پیدا کی - ان کے کلام میں صفائی اور تصوف کی جھلک ہے - سنہ ۱۷۹۳ع میں آگرے گئے اور وہیں ۱۷۹۷ع میں انتقال کیا - ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

جو کچھ کہ تھا وظائف و اوراد رہ گیا   تیرا ہی ایک نام ہمیں یاد رہ گیا

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

عجیب اتفاق ہے کہ مرے بھی تو دادا استاد ہی کے پائینتی جا پڑے —

کلام | اُن کا پہلا دیوان اُن کے شاگرد میاں غمگین نے جمع کیا ہے - یہ وہ دیوان ہے جو لالہ سریرام صاحب دهلوی کے پاس ہے —

سعی 'غمگیں' سے فراہم ہوا دیوان ورنہ
تھا پڑا یوں ہی کلام 'عیش' پریشاں اپنا

یہ ایک عجیب لطیفہ ہے کہ 'عیش' کا دیوان اور 'غمگین' جمع کریں -

دوسرا دیوان جو اُن کی پوتی کے پاس ہے وہ خود اُن کا مرتب کردہ ہے - اس میں جا بجا خود اُن کے قلم کی اصلاح بھی ہے اور اضافہ بھی - یہ دیوان نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے - کہیں کہیں خود حکیم صاحب نے اپنے قلم سے رد و بدل کیا ہے - کہیں کوئی شعر ہو گیا تو وہ بڑھا دیا - اُن کا خط ایسا ہے جیسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٧٨)

'بیدار' راہ عشق کسی سے نہ طے ہوئی — صحرا میں قیس' کوہ میں فرہاد رہ گیا

† 'درد' تخلص' خواجہ میر درد نام - بھلا ان پر کسی نوٹ لکھنے کی کیا ضرورت ہے —

‡ سید محمد میر - "اثر" - خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی تھے - فن شعر میں انہی کے شاگرد ہوئے - زبان صاف اور مضمون تصوف میں ڈوبے ہوئے - چھوٹی بحروں میں قیامت کی تحریر ہے - ان کی مثنوی خواب و خیال پہلے بہت کم ملتی تھی' اب انجمن ترقی اُردو نے صحت کے ساتھ چھاپ کر زبان اُردو پر بڑا احسان کیا ہے - اُن کا دیوان لالہ سریرام صاحب دهلوی کے پاس ہے - چھپوانے کے لئے لینے کی کوشش کر رہا ہوں - کسی نہ کسی دن دے ہی دیں گے —

نالہ کرنا کہ آہ کرنا — دل میں 'اثر' اس کے راہ کرنا
کیا لطف ہے لے کے دل مکرنا — اور الٹا مجھے گواہ کرنا
جی اب کے بچا خدا خدا کر — پھر اور بتوں کی چاہ کرنا

دهلی کے حکیموں کا ہوتا ہے - نہایت شکستہ - نقطے اس سرے سے اس سرے تک سب ندارد - اب اس دیوان کا اللہ ہی مالک ہے - کاغذ سخت ہوکر تڑخنے لگا ہے - ہاتھ لگا اور کاغذ کا ٹکڑا ہاتھ میں گیا - بعض صفحوں پر ان کے پڑپوتے میاں وحید نے گلکاری کی ہے اور بعض پر جلی قلم سے اپنا نام اور:
تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا کیسی زمیں بنائی کیا آسماں بنایا
لکھا ہے - آخر کے چند صفحے آڑے پھٹ کر آدھے رہ گئے ہیں - ظفر اور غالب کے انتقال کی تاریخیں بھی انہیں پھٹے ہوے ٹکڑوں کی نذر ہوگئی ہیں —

لکھنؤ والوں سے بیزاری

خبر نہیں کیا بات ہے کہ حکیم صاحب لکھنؤ والوں سے بڑے بیزار تھے - دهلی اور لکھنؤ کی یوں تو ہمیشہ چلتی رہی ہے - مگر کسی نے اس طرح صاف صاف لکھنؤ والوں کو برا نہیں کہا جس طرح انہوں نے کہا ہے - ایسی کھلی کھلی چوٹ کرتے تھے کہ خدا کی پناہ ' فرماتے ہیں: —

صبا گزر ہو اگر تیرا لکھنؤ کی طرف — تو اتنا کہیو تو واں کے زباں دانوں کو
کہ گر ہزار برس - اتنی بات یاد رکھو — اس آرزو میں کھپاؤ گے اپنی جانوں کو
کہ اهل دهلی کی تقلید هم زباں میں کریں — تو تم نہ پہنچو گے ان کی کبھی زبانوں کو

یہ تو ایک عام حملہ ہوا - اب شخصی حملہ دیکھئے: —

ناسخ و آتش سے یہ کہہ دو کوئی - تم نے بھلا — طرز عیش و حضرت ذوق و ظفر پائی کہاں

باوجود اس کے جب لکھنؤ تباہ ہوا تو یہ بغیر آنسو بہائے نہ رہ سکے - اور دهلی کے ساتھ لکھنؤ کا مرثیہ بھی لکھ گئے —

میر تقی میر کی تعریف اور اس کی وجہ

میر صاحب کو سب ہی استاد مانتے چلے آئے ہیں اور ایک آدھ شعر میں ہر ایک نے ان کی استادی کو تسلیم کیا ہے ' لیکن حکیم صاحب کا یہ حال ہے کہ ان کے دونوں دیوان میر صاحب کی تعریف سے بھرے

پڑے ھیں۔ چند شعر پر اکتفا کرتا ھوں —

ھے سچ تو یہ شعرائے جہاں میں 'عیش' فقط   کلام 'میر' ھے ! البتہ دل‌پذیر اپنا

یوں تو سب مصری کی ڈلیاں ھیں مگر 'عیش' سدا   دلپسند اپنے ھیں ایک میر کے اشعار فقط

کیا زباں پائی تھی اس نے اور وہ کیا شخص تھا   حق تعالیٰ شاد رکھے۔ عیش۔ روح میر کو

یوں تو سب اچھے ھیں۔ پر مجھ سے جو تم پوچھتے ھو   دلپسند اپنے ھے طرز سخن میر فقط

ایک جگہ زرا چلتے چلتے 'سودا' کی بھی تعریف کی ھے۔ مگر اس میں بھی میر صاحب کو آدھے کا ساجھی کر دیا ھے :-

پیدا نہیں 'میر' و 'میرزا' سے   اے 'عیش' سدا۔ جہاں میں اب شخص

اسی طرح صرف ایک شعر لکھکر خواجہ میر 'درد' اور خواجہ 'اثر' کی تعریف کردی اور بس —

آگاہ اس سے 'عیش' دل اھل درد ھیں   جو ھے کلام حضرت 'درد' و 'اثر' میں درد

میر صاحب کی اس تعریف میں بھی حکیم صاحب کی حکمت چھپی ھوئی تھی۔ اپنی تعریف کرتے اور کن انکھیوں سے میر صاحب کی طرف دیکھ لیتے۔ تمام دنیا سے تو لڑائی باندھ رکھی تھی۔ آخر کوئی تو تعریف کرنے والا ھونا۔ اس لئے ایسے شخص سے تعریف کے طالب ھوے جس کی سب تعریفیں کرتے ھیں —

ھمعصر شعراء سے شکر رنجی

پہلے ان کی اور ان کے ھمعصر شعراء کی شکر رنجیوں کا حال لکھ دوں اس کے بعد ان کی تعلیوں کے اشعار لکھوں گا۔

شعراء ھمیشہ زمانے کی ناقدری کا رونا روتے آئے ھیں حکیم صاحب بھی اسی گروہ میں شریک ھیں۔ فرماتے ھیں :-

جو سخن سنج و سخن فہم تھے عالم میں' سدا
حیف صد حیف کہ اے 'عیش' وہ انساں نہ رھے

ذرا دیکھنا کس خوبصورتی سے چوٹ کی ھے - شعر کے ایک معنی تو کھلے ھوے ھیں کہ زمانے کے سخن سنج اور سخن فہم مرگئے. دوسرے معنی "انساں نہ رھے" کے یہ نکالے ھیں کہ وہ لوگ اب آدمی نہیں رھے - بلکہ سخن فہمی میں اب جانور ھوگئے ھیں - اسی مضمون میں دو شعر ایسے لکھے ھیں کہ سبحان‌اللہ - اور دوسرے شعر میں قافیہ تو ایسا ڈھونڈ کر نکالا ھے کہ تعریف نہیں ھو سکتی —

جہاں میں کیسی ھے بے قدری گنی دیکھو
کبھی سنی نہ تھی سو اب وہ ان سنی دیکھو
تھے آگے نوبت و نقارہ جن کے ھاں سو اب
لئے وہ پھرتے ھیں ھاتھوں میں ٹنٹنی دیکھو

ذاتی مخالفتوں کا حال آب حیات میں موجود ھے - عین مشاعرے میں 'غالب' پر چوٹ کرنا اور ایسی چوٹ کرنا کہ منھہ پھر جائے ھر اردو داں کے پیش نظر ھے —

اگر اپنا کہا تم آپ ھی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ھے اک کہے اور دوسرا سمجھے
زبان 'میر' سمجھے اور کلام 'میرزا' سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اس کے علاوہ حکیم صاحب نے دیوان میں کئی جگہ اور بھی 'غالب' پر حملہ کیا ھے۔

پسند کرلیں خواص اس کو سمجھ میں آئے عوام کے بھی
غرض ھو سب کے پسند خاطر یہی ھے خوبی کلام کی بھی

مومن خان 'مومن' کے نجوم پر بھی پردے پردے میں چوٹ کی ھے -

وہ بیوقوف ھیں جو لکیروں کو ھاتھہ کی
دیکھتے ھیں - ھے نوشتۂ تقدیر ھاتھہ میں

اس کے علاوہ ملاحیاں تو خوب اڑائی ھیں - فرماتے ھیں —

(رباعی)

کیں مصلحتیں جو دشمنوں میں هیں گی
ٹھہرائی جو باتیں همتنوں میں هیں گی
دل میں تو وہ کھوٹ اور ظاهر میں وہ لطف
یہ باتیں همارے ناخنوں میں هیں گی

بظاهر کچھه تو باعث چاهئے آپس کی ان بن کا
عداوت اهل فن سے کس لئے ہے صاحب فن کو

" بود دم پیشه باهم پیشه دشمن" اور " الناس لا یحب القاص" کا معاملہ هے —

اے همنشیں معاملہ تو چاهئے تھا یوں
هو مہر اهل مہر سے کیں اهل کیں کے ساتھه
دل را بدل رهیست درین گنبد سپهر
از سوے کینه کینه و از سوے مهر مهر
یاں برخلاف اس کے هے اهل جہاں کی رسم
هے کینہ اهل مہر سے - مہر اهل کیں کے ساتھه

اسی مضمون میں فارسی کا ایک شعر هے : —

دل را به دل رهے است درین گنبد سپهر
از سوے کینه کینه و از سوے مهر - مهر

ابنائے جہاں میں یک قلم سب کے سب گندم نما جو فروش
ملاحظہ هو کہ قلم کا رخ کس طرح اهل علم کی طرف پھیر دیا هے —
اس کے بعد دیکھیے کہ کس طرح حکیم صاحب تعلی کی لیفی میں - اور
پہلو میں جاکر چھپ جاتے هیں —

مرمٹا عاشق ' رها انکار ملنے سے تجھے
آفریں ' صد آفریں ' ظالم ' نہیں' اتنی توهو

'عیش' سن یہ شعر روح 'میر' بولی قبر میں
اے جزاک اللہ زباں سحر آفریں اتنی تو ہو

ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے:—

چھدے نہ بلبل کا آہ کیونکر بتاؤ تیر جفا سے پہلو
پڑے ہے گلشن میں دھوم دیکھو - چھدا ہے گل کا صبا سے پہلو

اس غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں: —

نہیں سخن فہم اب کوئی 'عیش' جو 'میر' ہوتا تو داد دیتا
وہی سمجھتا اس غزل میں بندھا ہے کس کس صفا سے پہلو

تعلی کی انتہا لیتے ہیں - اور اپنے آپ کو بہت دور کھینچتے ہیں ۔ ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے —

سمجھ تو زیست کو اس عالم خراب میں خواب
زیادہ اس سے نہیں زندگی ہے خواب میں خواب

ایک مشہور مقولہ ہے کہ زندگی ایک خواب ہے - حشر کے دن آنکھ کھلیگی۔ اس کا ترجمہ کیا ہے اور خوب کیا ہے - اس مضمون کو ایک دوسری جگہ بھی ادا کیا ہے - لکھتے ہیں :—

ہستی کا حال اپنے' بھلا تم سے کیا کہیں
دنیا میں آ کے دیکھ گئے ایک خواب سا

اپنی اس کارگذاری پر ناز کر کے مقطع میں لکھتے ہیں: —

کہی ہے تو نے غزل جس ردیف و قافیہ میں
کہے تو 'عیش' بھلا کوئی اب جواب میں خواب

اسی طرح ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں :—

یہ جس زمین میں تو نے غزل کہی اے 'عیش'
کسی نے طرح کی ایسی کہیں زمین تو ہو

اس غزل میں ایک شعر بڑے لطف کا ہے محاورے کو اس طرح بٹھا یا ہے جیسے نگینہ:—

سخی سے سوم بھلا جو ٹکا سا دیدے جواب
طلب پہ بوسے کے گرھاں نہیں - نہیں تو ہو

اس تعلی میں آخر بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گئے ہیں: —

کلام غیر ملے کب ترے کلام سے 'عیش' ہو ہم صفیر بھلا کیونکہ زاغ بلبل کا

خدا نے کی ہے عنایت زباں جو 'عیش تجھے
کسی نے دیکھی میں پائی دیکھی زباں اتنی

کیا اچھا خیال ہے - نیند میں انسان اپنے آپ کو کیا کچھ نہیں دیکھتا - کہتے ہیں کوئی خواب میں بھی میری برابری کا خیال نہیں کر سکتا —

سچ تو یہ بات ہے اے 'عیش' کہ ہم پاتے ہیں
تیرے اشعار میں طرز سخن 'میر' کی ہو

اس کے بعد جو زقند ماری تو 'میر' اور 'مرزا' دونوں سے آگے نکل گئے اور فرمانے لگے:—

سوز و رقت و مضامین شستہ ورفتہ وہ طرز 'میر' ہے اور طرز 'میرزا' یہ ہے

سو عیش پاتے ہیں تیرے کلام میں دونوں
تری زبان میں اعجاز اک نیا یہ ہے

کلام کے نمونے	اچھا اب میں ان جھگڑوں کو چھوڑتا ہوں اور حکیم صاحب کے کلام کے نمونے پیش کرتا ہوں - قصیدوں کے کچھ نمونے اوپر

دے چکا ہوں - صرف ایک قصیدے کا کچھ حصہ نقل کئے دیتا ہوں' اس لئے نہیں کہ سب سے بہتر قصیدہ ہے' بلکہ اس لئے کہ اُس سے اس زمانے کے جلوس شاہی کا حال معلوم ہوتا ہے - قصیدے میں واقعات کا لانا - اور کسی مقام کا نقشہ کھینچنا اس کے لئے کچھ مثنوی ہی موزوں ہے - پھر بھی حکیم صاحب نے دربار کا

نقشہ قصیدے میں کھینچا ہے اور خوب کھینچا ہے - ان کے کلام میں مجھے دو ہی چیزیں بہت پسند آئیں - ایک قصیدہ ہے' دوسرے پہیلیاں - اچھا تو وہ قصیدہ سنئے ——

جلوس شاہی

ہلال عید کو ہوتا کبھی نہ شرف کہاں
رکاب سے ترے دیتے اگر نہ اس کو مثال

اسی سے خلق میں ہے احترام اس کا بہا کہ آئے ہے ترے پابوس کے لئے ہر سال

اس کے بعد ہلال کی تعریف اور اس کی تشبیہیں دے کر ایک شخص سے سوال کرایا:--

کہ اس ہلال کی تو سُن چکا حقیقت میں
مگر بیان تو کر مجھ سے عید کا احوال
وہ عید کیا ہے کہ جس کی خوشی ہے عالم میں
وہ عید کیا ہے کہ جس سے ہر ایک ہے خوش حال

اب یہ اس شخص کے سوال کا جواب دیتے ہیں :—

تجھے خبر نہیں گر عید کی حقیقت کی
تو میں بیان کروں - سن تو اے حمیدہ خصال
یہ عید جشن کا اس کے مقدمہ ہے - سنا
اب اس کے جشن کا بھی حال سن لے' بالا جمال
کہ پہلے جشن سے ہوتی ہے تور بندی وہاں
جہاں میں پہنچے ہے ہر ایک کو اس کا خوان نوال
اور ایک رسم مقرر ہے پیشتر دو دن
جلوس جشن مبارک سے بھیگتی ہے دال
اور اس کے دوسرے دن اس کی پیس کر پیٹھی
بڑا کڑاہی میں ڈالے ہیں مل کے خیر سگال
اور اس کا تیسرا دن عین دن ہے شادی کا
کہ جمع ہوتے ہیں سب آ کے دیکھنے کو جمال

اور حکم ہوتا ہے دربار عام کا اس دن
جو چاہے رو کے کسی کو کوئی - نہیں ہے مجال
ہے اس مکان کا دیوان خاص نام سدا
کہ جس میں ہوتا ہے یہ جلوۂ ظہور جمال
رکھے ہیں پہلے وہاں لا کے تخت طاؤسی
وہ تخت چرخ بھی جس کا ہے پایۂ اجلال
حضور آ کے پھر اس تخت عرش عظمت پر
جلوس کرتے ہیں باصد شکوہ و عزّ و جلال
پھر اس کے بعد حضور ہیں جو قریبی ہ وہاں
کھڑے ہوے ہیں اسی طرح سب قرین و فصال
ہیں آگے سب سے ولی عہد عصر تخت کے پاس
بزیر سایۂ ظل خدائے با افضال
کھڑے ہوے ہیں اسی طرح شاہ رخ مرزا
بصد متانت و تمکین و عزّت و اجلال
اور ان کے پاس کھڑے ہیں گے فخردین مرزا
بہ پیش تخت شہنشاہ دیں بریں منوال
جناب میرزا فرخندہ شاہ عالی قدر
کہ ان پہ چشم عنایت حضور کی ہے کمال
ہوے ہیں وزیرالممالک اور بخشی
ہر ... اپنی جگہ ساد . غم سے فارغ بال

... تھے ہیں، جو خاندان شاہی سے ہوتے تھے یا جن کو نسبت
... ہوتی تھی —

حکیم اور اراکین سلطنت سارے
کھڑے ہوے ہیں قرینے سے سب یمین و شمال
کھڑے ہوے ہیں مؤدب کہیں نظارت خاں
کہیں ہیں شیدی زمرد - کہیں کھڑے ہیں بلال
خواص اپنے قرینے سے سب کھڑی ہیں لئے
اوگالدان کوئی مورچھل کوئی رومال
ہیں ایک سمت کھڑے خوشنویس اور شاعر
کھڑے ہوے ہیں نجومی کہیں کہیں رمّال
نجومیوں میں جو ھندو ھیں ان کا حال ھے یہ
بڑھا بڑھا کے قدم - ھاتھ کو نکال نکال
وہ اپنی بولی میں آشیر باد دیتے ھیں
کہ رکھے جلوہ یہ قائم سدا سری گوپال
اسی طرح سے غلامی میں اس کے حاضر ھیں
کہاں تلک کہوں ھر ایک فن کے اھل کمال
بجے ھے ایک طرف بین ایک طرف قانون
کوئی رباب بجاتا ھے اور کوئی کھڑتال
ھر ایک اپنی جگہ گاتے ناچتے ھیں کھڑے
چھک چھک کے خوشی سے طوائف اور قوال
عجب طرح کا سماں بندہ رھا ھے کیا کہیے
کہیں ھیں بھانڈ - کہیں بھگتیے کہیں نقّال
یہاں تلک کہ جو ھیں تخت پر بنے طاؤس
خوشی سے ناچتے ھیں وہ بھی کھول کر پر و بال

قلار اپنی جگه اس هجوم خلقت میں
لئے کھڑے هیں پئے اهتمام چھوبان لال
هر ایک کا هوتا هے آداب گاہ سے مجرا
بہ پیش گاہ شہنشاہ صاحب اقبال
کھڑے هوے هیں وهاں چوبدار اور نقیب
خوشی سے اپنی جریب اور چھڑی سنبھال سنبھال
پکارتے هیں که اداب سے کرو مجرا
جہاں پناہ سلامت کا هو فزوں اقبال
ادهر سے گذرے هے بلکوں کی پیشکش اور نذر
اُدهر سے هوتے هیں خلعت عطا فرا خور حال
کہیں کھڑی هیں سلامی کے واسطے توپیں
کہیں کھڑی هیں شتر نال اور کہیں کھڑ نال
اور اس کے صحن میں بس فیل کوہ پیکر بھی
هوے هیں مجرے کو حاضر لگا لگا کر ڈهال
اسی طرح سے جو حاضر هیں اسپ خوش رفتار
بھرے هوے هیں سنہ موتیوں سے ان کے ایال

اس کے بعد نہروں کا ذکر کرکے قصیدے کو دعا پر اس طرح ختم کرتے هیں —

الهی هوویں دعائیں یه سب قبول مری
بحق سورۂ یسین و سورۂ انفال

اُن کے کلام پر ریویو

حکیم صاحب کے کلام پر ریویو کرنا مجھه جیسے کا کام نہیں هے - نه میں شاعر، نه سخن سنج، نه سخن فہم، مضمون لکھنا شروع کردیا هے - اس لئے کلام کے متعلق بھی کچھه کہنا هی پڑیگا - اور تو اور آزاد مرحوم نے تسلیم کیا هے که یه اُن لوگوں میں هیں جنھوں نے اُردو زبان کو مانجھا اور

اس میں روانی پیدا کی ہے - " غزل صفائی کلام ' شوخی مضامین اور حسن محاورہ سے پھولوں کی چھڑی ہوئی تھی اور زبان گویا لطافت اور ظرافت کی پھولجھڑی " - مجھے آزاد مرحوم کے اس آخری جملے سے اتفاق نہیں ہے میرے خیال میں حکیم صاحب میں ظرافت کا مادہ تھا ہی نہیں - البتہ شعر میں محاورہ ایسا بٹھاتے تھے جیسے انگوٹھی میں نگینہ - کلام میں صفائی ہے اور مضمون خوب پیدا کئے ہیں —

مرزا قادر بخش " صابر " حکیم صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کا کلام صنائع لفظی سے آراستہ ہے - غزل میں محاورہ اور شستگی زبان کا بہت خیال رکھا ہے - یہ بالکل سچی رائے ہے - اور ان کا کلام دیکھ کر آپ خود اس کا اندازہ کر لیں گے --

رعایت لفظی

غدر سے پہلے دہلی والوں پر بھی لکھنؤ کا کچھ رنگ چڑھ گیا تھا اور رعایت لفظی ان کے کلام میں بھی داخل ہوگئی تھی - ذوق کا کلام تو از اول تا آخر ان رعایتوں سے بھرا پڑا ہے - البتہ غالب اس رنگ کو برا سمجھتے تھے - مگر وہ بھی اس ہوا سے نہ بچ سکے - اور ' ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پاؤں " - لکھ ہی گئے - حکیم صاحب کے پہلے دیوان میں یہ رنگ موجود ہے - مگر ایسا ہے کہ برا نہیں معلوم ہوتا - دوسرے دیوان میں بھی رعایت لفظی کہیں کہیں برت گئے ہیں —

اُس نے زخموں پہ کی نمک پاشی ہم سے حق نمک ادا نہ ہوا

خدا کے واسطے دیکھو تو یہ کیا کج ادائی ہے
سوال بوسہ پر کہتے ہیں میں سیدھی سناؤں گا

سیدھی سنانا یا سیدھیاں سنانا گالی دینے اور برا بھلا کہنے کے معنوں میں آتا ہے —

جام گل بادۂ عشرت سے جو لبریز ہے آج
چہچہا کرتی ہے بلبل کو نشہ تیز ہے آج

بڑا خوب صورت مطلع ہے۔ ایک ایک لفظ ایسا جما ہے کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ عام طور سے بلبل کا چہچہانا کہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ جانوروں کے شوقین ہیں، ان کے محاورے میں جب جانور بولنا شروع کرتا ہے۔ اور تھوڑا تھوڑا بول کر چپکا ہوجاتا ہے اس کو ریز کرنا اور جب مسلسل بولے جاتا ہے تو اس کو چہچہا کرنا کہتے ہیں۔ ہد ہد کا ایک شعر ہے —

جو آکے ریز کرے میرے آگے موسیقار تو ایسے کان مروڑوں کہ بے سُرا کردوں

حکیم صاحب کے شعر میں ریز کے مقابلے میں چہچہا موجود ہے۔ مگر یہ رعایت لفظی اس طرح استعمال کرگئے ہیں کہ ذرا غور ہی سے سمجھ میں آتی ہے —

ہاتھ کو کھینچے تو اپنے کھینچ لے پھر جدھر چاہے تو پھیلے پیر کر

آتش نے بھی اس مضمون کو باندھا ہے۔ مگر یہ لطف پیدا نہ کرسکے۔ کہتے ہیں: —

ہے سزاوار اہل دولت سے فقیروں کا غرور
ہاتھ کو جو کھینچ لے گا پاؤں کو پھیلائے گا

شعر کے اچھے ہونے میں شک نہیں، مگر "جدھر چاہیے" کا زور نہیں آیا ہے۔ حکیم صاحب نے دو محاوروں کو ایک شعر میں اس خوبی سے جمع کیا ہے کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ اہل قناعت کی بڑی سچی تصویر ہے۔ اسی غزل میں ایک اور شعر کہا ہے، صبر کی بہترین تلقین ہے: —

قافلے والوں سے کہدو۔ تم چلو ہم بھی آتے ہیں کوئی دم ٹھیر کر

آئینہ صاف دھوکے کی ٹٹی ہے دیکھنا باطن میں کوئی اس سا کدورت بھرا نہیں

آئینے کی رعایت سے صاف۔ ٹٹی۔ دیکھنا۔ کدورت غرض کئی لفظ استعمال

کرگئے هیں - تتی کا آئینه پتلے آئینے کو کہتے هیں—

قصۂ بے سروپائی کو مرے سن کے کہا
بات وہ کہیے کہ جس بات کا هو کچهه سر پاؤں

دوسرا مصرعه لاجواب هے - پورا کا پورا محاورہ آگیا هے - مگر پہلے مصرع کی بے سروپائی نے شعر کو بد مزہ کردیا هے - ایک مکهیوں بهری غزل شاہ نصیر کی بهی هے - حکیم صاحب نے بهی مکهیاں ماری هیں - مفت کی دماغ سوزی هے - حاصل کچهه نهیں - کہتے هیں :-

دور بین دیکهه کے کہتے هیں رذل کی مکهی
هے حقیقت میں وہ پیغام اجل کی مکهی
کیا عجب 'عیش' ذرا سن کے کلام شیریں
روح فرهاد بنے میری غزل کی مکهی

شیریں اور فرهاد کو کسی نه کسی طرح ملا دیا -

محاورہ بندی

یه میں بهی مانتا هوں که حکیم صاحب محاورے کے استاد تهے بعض جگه تو محاورہ اس طرح باندھ گئے هیں که بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاهتا هے - زبان کی روانی اور اس میں محاورے کی نشست - بس یه معلوم هوتا هے که چاندنی رات میں دریا کے پانی میں برف کے ٹکڑے بہے چلے جاتے هیں - کوئی ان کا دیوان یاد کرلے تو محاوروں کا تو حافظ هی هوجائے - غور سے پڑهئے اور داد دیجئے :-

عشق اور مشک چهپائے سے کہیں چهپتا هے
درد دل لاکهه چهپایا په چهپایا نه گیا
خدا کے واسطے کر ضبط نالہ اے بلبل
یه زخم دل مرے جائیں کہیں نه کهل پهر کے

طبیعت آپ کی رہتی ہے کچھ اُداس اُداس
خدا کے واسطے بہلاؤ 'عیش' چل پھر کے

سبحان اللہ - کیا مقطع ہے - کس کا منہ ہے جو اس کی تعریف کر سکے —

طلب وہ ڈرتے تھے دل تم سے 'عیش' بہ توکہو
کہ اس معاملے میں تم سے اُن سے کیا ٹھہری

ایک غزل کی غزل محاوروں سے بھری پڑی ہے - مگر حکیم جی عاشق بھی عجیب تھے اور ان کا معشوق بھی عجیب تھا - یہ شاعروں کا معشوق نہیں ہے - یار لوگوں کا معشوق ہے —

کہا جو رحم مرے حال پر ذرا کھاؤ
تو ہنس کے بولے کہ چانٹے بتو ہوا کھاؤ
کہو یہ حضرت ناصح سے تنبنہ و نعبہ
خدا کے واسطے جاؤ، نہ سر مرا کھاؤ
جو اپنی شدت غم ان سے ہم لگے کہنے
تو بولے ہو کے خفا، جاؤ سنکھیا کھاؤ
حصول اُن کی ملاقات سے نہیں کچھ اور
مگر یہ بات، کہ ہاں کا لیاں سدا کھاؤ
بتاو تو سہی دبتے ہو اس سے کیوں اتنا
بلا دبے ہے کسی کا، نہ جب دیا کھاؤ

ایک اور غزل میں بھی محاوروں کو خوب بٹھایا ہے - فرماتے ہیں: —

کہدو یہ حضرت واعظ سے کہ تم کام اپنا کرو - جاؤ - حضرت

بھولے بسرے تو کبھی 'عیش 'کو بھی بزم میں اپنی بھلاؤ حضرت

شب خواب میں معاملہ اس مہ جبیں سے تھا
وہ پٹ گیا جو اپنے نہ وہم و گمان میں تھا

معاملہ پٹنا دکانداروں کی اصطلاح میں سودا بن جانے کو کہتے ہیں —
ذرا دیکھو، کیا اُلٹ پھیر ہے —

'عیش' زلف اس رخ پہ چھٹتی ہے ہوجاتی ہے شام
اور اُٹھتی ہے تو ہو جاتا ہے تڑکا نور کا

'نور کا تڑکا' محاورے میں صبح صادق کو کہتے ہیں —
اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ باندھا ہے۔ اور واقعی لاجواب باندھا ہے۔
فرماتے ہیں۔ —

ہے زلف سے مکھڑے پہ طلسمات کا عالم
گر چھوڑیں تو ہو شام۔ اُٹھادیں تو سحر ہو

ایک شعر سناتا ہوں۔ تعریف کیجئے گا۔ محاورے کا محاورہ ایک مصرعہ میں آ گیا ہے —

کیا جس کو ترک اس سے پھر کام کیا کہ چھوڑے ہوے گاؤں کا نام کیا

نسیم نے بھی اسی مضمون کا ایک شعر کہا۔ مگر ع
ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں

گھر بار سے کیا فقیر کو کام کیا لیجئے چھوڑے گاؤں کا نام

بس دھواں دیکھا بکھیر اس چرخ کج رفتار کا
چل گیا چھرا کوئی گر آہ آتش بار کا

چھرا چلنے کا محاورہ حکیم صاحب نے بہت جگہ باندھا ہے - بندوق نکل آئی تھی - تیر کمان بے کار ہو گئے تھے - پھر یہ کیوں آہ کے تیر کی بجائے آرے کے چھرے نہ چلا ئیں —

نہ رہا ۔ ایک سا کسی کا روپ — کبھی ہے چھاؤں اور کبھی ہے دھوپ

اچھی دھوپ چھاؤں ہے —

ایک اور محاورہ سنئے - عامیانہ ہے مگر بڑے مزے کا ہے —

دے کے دل منہ تکیں ہیں جس تس کا — نہ الٰہی کسی کو بے بس کر

عیش، یہ عاشقی ہے کھیل نہیں — جو کرے کام ہو کے چوکس کر

تجارت پیشہ اشخاص کو اس آخری مصرعے سے بہتر کوئی نصیحت نہیں ہوسکتی۔

دیکھ حالت ترے بیمار غم هجراں کی — رہ گئے دانتوں میں اُنگلی کو مسیحا لیکر

" کو " بھرتی کا لفظ ہے اصل محاورہ دانتوں میں انگلی لینا ہے - استاد ذوق نے بھی اسی مضمون کو اسی زمین میں خوب باندھا ہے —

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر — چپکے ہی بیٹھ رہے تم کو مسیحا لے کر

اے عندلیب دعوی بے ہودہ پر کہیں — ایک آدھ گل کا منہ نہ مسل دیں چمن میں ہم

ایک جگہ اور اسی طرح گل کا منہ مسلا ہے - کہتے ہیں:—

ہمسری کی دهن یار سے گر غنچے نے — تو بھی باد صبا تا لے گی منہ اس کا مسل

مگر یہ کچھ اچھی طرح منہ نہیں مسلا گیا - پہلا شعر لاجواب ہے - بندش بھی خوب ہے - اور " ایک آدھ " کے الفاظ نے شعر میں جان ڈالدی ہے —

ایک خاص دلّی کا اور محاورہ سنئے، بولتے سب ہیں لکھتا کوئی بھی نہیں -

دم میں اُس کے کہیں نہ آ جانا — کیوں وہ دل لیکے پھر دوال نہیں

اس زمانے میں 'کیوں' لفظ 'کیونکہ' کی بجاے اکثر استعمال ہوتا تھا - یہاں کیوں نے استفہامیہ ہو کر ایک عجیب لطف پیدا کر دیا ہے - یار دوست کہتے ہیں اجی حضرت کہیں اس کے دام میں آ کر دل نہ دے بیٹھنا - یہ پوچھتے ہیں - کیوں - وہ جواب دیتے ہیں - وہ دل لے کے پھر دیا نہیں کرتا —

ایک غزل کی غزل مرصع ہے کیا بلحاظ محاورے کے اور کیا بلحاظ زبان کے —

جان ہم اپنی دیے بیٹھے ہیں — سر ہتھیلی پہ لئے بیٹھے ہیں

بول سکتے نہیں اُن کے ڈر سے — ہونٹ ہم اپنے سئے بیٹھے ہیں

مقطع کیا ہے —

'عیش' ہم کوچۂ قاتل میں فقط — سر فروشی کے لئے بیٹھے ہیں

لفظ "فقط" کو دیکھئے - اس نے شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے —

گیا تھا میں تو انہیں درد دل سنانے کو

لگے سنانے وہ الٹی مجھے لو سو باتیں

"لو" کا لفظ کیا پیارا آیا ہے - صرف ایک لفظ سے عاشق کی کیا کیا گھبراہٹ پریشانی ظاہر کردی ہے —

چھیڑ دے پھر ہاں ذرا او کاوش مژگان یار

زخم دل کچھ کچھ ہمارے آج بھر سے آئے ہیں

صرف اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہیں کہ "کچھ کچھ" نے "...." سے "..." نے شعر کو کیا سے کیا کر دیا ہے - ہاں کیوں نہ ہو - استاد کا شعر ہے —

ہے تیرے مریض غم ہجراں کی یہ حالت

مانگیں ہیں دعا سب - یہ اِدھر ہو کہ اُدھر ہو

ہاے کیا بے کسی کا عالم ہے اور کیا برا وقت ہے —

تم ایک مجنوں کو کیا بیٹھے ہو عشق میں 'عیش'
ہزاروں مجنوں سے رو بیٹھے اپنی جانوں کو

ایک شعر صرف محاورہ کے لئے کہا ہے - بندش بہت کمزور ہے :—

ہے جو یہ کھتتی کا پھیرا - قدر سب کی گھٹ گئی
نقص اس باعث فن ہر اہل فن میں آ گیا

یہ شعر بھی بس ایسا ہی پھس پھسا ہے —

ایک عکس تو آئینے میں ہے پردہ دری کا
اور دوسرے اپکا ہے پریشاں نظری کا

دیکھنے والے ہیں اپنے ہی جہاں میں رہ بھی
قیس و فرہاد جو مشہور ہیں دیوانے دو

پیری مریدی کی اصطلاح میں "دیکھنے والے" مریدوں یا عقیدت مندوں کو کہتے ہیں —

یوں کا دیا تو آکے میرا بخیہ گر ٹھو نکہ اک اور پڑیگا بخیہ گر تیرے لئے
نہیں جوں بھی چلی ہے آج تک جان سے اپنے گئے لاکھوں گزر تیرے لئے

شعر تو ایسا ہی ہے مگر واہ - یہ نہیں کہا کہ میں نوچ کھسوٹ کر تیرے لئے دھجیاں کر دوں صرف یہ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ جوں آسمان لئے گزرے کا - دو دوسرے شعر میں دو محاورے آگئے ہیں مگر پہلا محاورہ کہنے سے اس کا لطف بڑھ گیا - اسی طرح ایک قطعہ میں لگائی ہیں مگر بس ٹھوسم ٹھاس ہے —

معلوم ہیں سب ان کے فریب عیش وہ جھوٹے
کہو کس روز منایا نہیں کرتے
دکھلاتے نہیں باغ بھلا سبز وہ کس دن
کب ہاتھ پہ سرسوں وہ جمایا نہیں کرتے

فارسی کا اثر

حکیم صاحب کے بعض شعر ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کسی فارسی شعر یا ضرب المثل کا ترجمہ کر دیا ہے - ایسا کیا تو کیا برا کیا - خدا کرے ایسے بہت سے لوگ پیدا ہوں ' جو دوسری زبانوں کے خیالات سے اردو کا مال خانہ بھر دیں - جب ہم ہر زبان کا لفظ اردو میں لینے کو موجود ہیں تو پھر ان زبانوں کے خیالات لینے میں کیوں شرمائیں - لوگ اسکو چوری کہتے ہیں - میں کہتا ہوں - مال موذی نصیب غازی - تو ہاں اب حکیم صاحب کی چوری دیکھئے :—

میرے بھاگ نے کو بد لے لاکھہ روپ اس نے مگر
میں نے پہچانا اسے وہ جس برن میں آگیا

فارسی کا شعر ہے :—

بہر رنگے کہ خواھی جامہ برپوش   من انداز قدت را می شناسم

یقیناً عیش کا شعر اس فارسی کے شعر سے بڑھا ہوا ہے - اس میں معشوق کی شناخت کا دار و مدار محض قد پر رکھا ہے اور کیوں جی اگر وہ اونچی ایڑی کا جوتا پہنکر آجائے تو یہ ایرانی صاحب اس کو کیونکر پہچانیں گے - حکیم صاحب کے ہاں روپ اور برن کے الفاظ نے مضمون کو بہت وسعت دیدی ہے - پہچاننا دل سے ہوتا ہے نہ کہ ظاہری قدو قامت سے —

نکال منہہ سے نہ تو اپنے دیکھہ فال خراب   یہ کیو نکہ کرتی ہے فال خراب حال خراب

دوسرا مصرعہ " کہ چون فال بدآورد حال بد " کا لفظی ترجمہ ہے —

گر نصیب اچھے ہوں تو پھر خاک بھی ہوجائے زر
اور برے ہوویں تو حلوا بھی ہو ' گارا ہاتھہ میں

سعدی کے اس شعر کی وجہ سے یہ مضمون نصیب ہوا ہے :—

بخت گر یا ورشود سنداں بد ندان بشکند   ورشود بر گشتہ 'پالورہ' دندان بشکند

مگر حکیم صاحب کو حلوے اور گارے کی مناسبت خوب سوجھی - ہاں شکل تو دونوں کی ایک ہے - حلوا ہے کیا - روے ' کھانڈ اورگھی کا گارا ہے —

سچ ہے منہ سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی
چھپ سکے کیونکہ بھلا محفل کی بات

محاورے کی چاشنی دیکر حافظ کے مصرعے کا ترجمہ کردیا ہے - ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا —

برا نہ کہئیے جوانان رند مشرب کو معاف رکھئیے انہیں - عالم شباب ہے یہ سعدی کا مشہور فقرہ ہے " در ایام جوانی چنانکہ افتد دانی " —

معاف رکھئیے - معاف داریدہ کا ترجمہ ہے - اب معاف کیجئیے بولتے ہیں —

کون پہچانے ولی کو جز ولی اہل دل جانے ہے اہل دل کی بات

فارسی کی مثل " ولی را ولی می شناسد " کا صاف ترجمہ ہے —

بہر استقبال آتا ہے قبول حق - سنا حب دعا جاتی ہے یہاں سے بلبلا تی خلق کی

شیخ سعدی سے مضمون لیا ہے —

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

حکیم صاحب کا پہلا مصرعہ بہت کمزور ہے - دوسرا مصرعہ لا جواب ہے - اور میری سے پوچھو تو شیخ سعدی کے پہلے مصرے سے زیادہ زوردار ہے - راستے سے بھی کوئی بلبلاتا ہوا جاتا ہے تو گھر والے دیکھنے نکل آتے ہیں - اگر دعا بلبلا تی ہوئی خدا کی درگاہ میں جائے تو کیا تعجب ہے کہ قبولیت استقبال کے لئے پردے سے باہر نکل آئے - شیخ کے ہاں یہ پہلو بالکل نہیں ہے' وہ ہر بات میں لوگوں کو ڈراتے ہیں - اس میں بھی ڈرا دیا —

جو سخی پیشہ ہیں وہ بافت کے کھاتے ہیں سدا
ان کو ملنا ہے اگر نان جویں کا ٹکڑا

اس میں بھی شیخ سعدی کے شعر سے مضمون لیا ہے —

نیم نانے گر خورد مرد خدا   بذل درویشاں کند نیمے دگر

رخ [illegible] دیکھ کے زلفوں میں دل لگا کہنے
کہ جس کو کہتے ہیں "کالبدر فی الدجا" یہ ہے

نشاط نے اس مضمون کوبڑی خوبصورتی سے ادا کیا ہے ۔ فرماتے ہیں: --

در زلف روے ساقی و در شیشہ عکس مے   کالبدر فی الدجیۃ و البرق فی الغمام

ایلچی کو کہیں سنا ہے زوال   وہاں ضرور پہلے نامہ بر کو ہے ۔

فارسی کی مشہور مثل ہے ۔ "ایلچی راچہ زوال" —

اطلاع و آگہی کے ایک ہی معنی ہیں 'عیش' کہتے میں عربی زباں میں آگہی کو [illegible]
میں اس شعر کے معنی نہیں سمجھا ۔ ہاں اس میں قاآنی کے ایک شعر کی سی [illegible]
پھیر ضرور ہے —

بلا تلفظ عرب امتحاں بود یعنی   کہ بندہ رابہ بلا امتحاں کند داور

ہاتھ آئے گر غبار مجھے اس کی راہ کا   سرمہ بناؤں قوت نور نگاہ کا

یہ مضمون فارسی کے اس شعر سے انھوں نے بھی لیا ہے ۔ اور بہت سے شعرا نے بھی
لیا ہے —

آرزو دارم کہ خاک آں قدم   طوطیائے چشم سازم دم بدم

ہاں حکیم صاحب نے "قوت نور نگاہ" کے الفاظ سے ظاہر کردیا ہے کہ یہ کسی [illegible]

شعر ھے، کسی عطائی کا نہیں ھے —

ان کے اور شعرائے اُردو کے هم معنی اشعار

بعض جگہ عیش کے خیالات اُردو کے دوسرے شاعروں سے جا لڑے ھیں، تھوڑے سے نقل کئے دیتا ھوں -

اے شمع صبح ھوتی ھے، روتی ھے کس لئے تھوڑی سی رہ گئی ھے اسے بھی گزار دے

اُستاد ذوق فرماتے ھیں —

اے شمع تیری عمر طبیعی ھے ایک رات ھنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

"ذوق" کے ھاں "عمر طبیعی" نے ذرا نقص پیدا کردیا ھے - عیش کا شعر یقیناً بہت بڑھا ھوا ھے، کیا نرم نرم الفاظ میں شمع کو سمجھایا ھے -

---

اکڑنا سرو کا ھم دیکھ لیویں گے، اکڑنے دو

کبھی تو آئے گا گلشن میں وہ بھی خوشخرام آخر

اسی مضمون کو میر صاحب نے دوسرے پہلو سے باندھا ھے اور کمال کردیا ھے —

سرو و شمشاد چمن میں قد کشی کی ھے نزاع

تم ذرا واں چل کھڑے ھو، فیصلہ ھوجائے گا

خیر میر صاحب تو میر صاحب ھی ھیں، عیش کا شعر بھی برا نہیں —

شغل کچھ چاھئے بہلانے کی خاطر دل کے

نہیں گر وصل کی امید چلو یاس تو ھے

چھیڑ خوباں سے چلی جائے "اسد" گر نہیں وصل تو حسرت ھی سہی

مارے وہ دھول صبا نے کہ ھوا بس تڑ کا

ھمسری رخ سے جو اس کے گل شاداب نے کی

ذوق — مقابل اس رخ روشن کے شمع گر ہوجاے
صبا وہ ڈھول لگائے کہ بس سحر ہوجاے

حکیم صاحب کے ہاں پورا محاورہ بندھا ہوا ہے۔ ذوق نے محاورے میں ذرا تصرف کیا ہے۔ مگر اچھا کیا ہے۔ عامیانہ محاورے سے بھلے آدمیوں کا محاورہ ہوگیا۔ کسی اور کا بھی ایک شعر اسی مضمون کا ہے۔ کہتا ہے :-

یاں جو برگ گل خورشید کا کھڑکا ہوجاے
ڈھول دستار فلک پر لگے تڑکا ہوجاے

بھولا کہتے نہیں اس کو یہ مثل ہے مشہور — شام کو آئے اگر کوئی سحر کا نکلا
غالب — اس کو بھولا نہ چاہئے کہنا — صبح جو جاے اور آے شام

عیش نے پورے محاورے کو لانے کی کوشش کی ہے۔ اسی لئے شعر کی تکمیل بے ضرورت الفاظ بڑھاے بغیر نہ ہوسکی۔ 'غالب' نے اس کی پروا نہیں کی۔ پورا محاورہ نہیں آیا۔ نہ آے شعر تو مزیدار ہوگیا —

عظمت اللہ خاں مرحوم اس بارے میں 'غالب' سے بھی کچھ آگے بڑھ گئے۔ انھوں نے پورے محاورے کو قلا بازی کھلا دی' کہتے ہیں :-

جسے ہے شوق جہاں میں تماشبینی کا
خبر وہ صبح کی لاتا ہے شام کا نکلا

اعتبار اُس کے ہو کیا قول و قسم کا جو شخص
ابھی دم بھر میں کہے 'ہاں' ابھی دم بھر میں 'نہیں'

داغ — آپ کے لطف و عنایت کا بھروسہ کیا ہو
کہ گھڑی بھر میں اگر 'ہے' تو گھڑی بھر میں 'نہیں'

انصاف کی بات ہے کہ حکیم صاحب کا شعر بہت بڑھا ہوا ہے۔ دوسرا مصرعہ تو لاجواب ہے —

کمال کی ہے یہاں تک کساد بازاری
پھرے ہیں در بدر اب صاحب کمال خراب

ذوق — یوں پھرائیں اہل کمال آشفتہ حال افسوس ہے
اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

واقعی کمال کا شعر ہے —

ہے زبان خلق نقارہ خدائے پاک کا
منہ سے نکلی بات کب جاتی ہے خالی خلق کی

ذوق — بجا کہے جسے عالم، اُسے بجا سمجھو زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو -

ذوق کے ہاں پورا محاورہ آگیا ہے - حکیم صاحب نے تصرف کیا ہے۔ ذوق کے ہاں رعایت لفظی نے شعر کو بد مزہ کردیا ہے - عیش کا شعر اس کمزوری سے پاک ہے —

'میں' کی گردن پہ چھری 'یوں کہے خورشید فلک
سامنے میرے - رخ یار کا ہمسر میں ہوں

تعقید اور بہت بری تعقید ہے۔ پڑھنے سے اُلجھن ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ذوق کا شعر ملاحظہ ہو :—

وہ کہے کون ہے قربان مری چتون پر
میں کہوں 'میں' تو کہے 'میں' کے چھری گردن پر

کس خوبصورتی سے عاشق و معشوق کے سوال و جواب میں محاورہ برت گئے ہیں۔

آدمی کو شکل و صورت سے نہ کہئے آدمی
آدمی - جب آدمی میں آدمیت ہو تو ہو

اس شعر میں بھی بہت بری تعقید ہے۔ اسی مضمون میں ذوق کا شعر بھی سن لیجئے :—

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہو اور پست قامت ہوتو ہو

کلام میں روانی | حکیم صاحب کے کلام میں روانی غضب کی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا امنڈا چلا آتا ہے - بہت سے نمونے آپ پہلے دیکھ چکے، چند شعر اور لکھتا ہوں - ملاحظہ ہوں :-

عاشق جسے کہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوتا
اور ہوئے بھی بالفرض تو مجھ سانہیں ہوتا

پہلے ایک کلیہ قائم کیا - اس کے بعد قطع حجت کے لئے استثناء قائم کیا - اور اس مستثنیٰ کے مستثنیٰ خود بن گئے—

میں ہوں گو سخت جاں لیکن بوقت ذبح اے ہمدم
یہ ممکن ہے کہ میں اور بازوے نازک دکھاؤں گا

الفاظ کیا جمائے ہیں موتی پرودیے ہیں —

پھاڑ دامن مرا تو خار بیاباں! اچھا
منع کرتا نہیں میں، شوق سے، ہاں ہاں اچھا

لاجواب شعر ہے - کس مزے سے خار بیاباں کو دامن پھاڑ نے کی اجازت دی ہے - الفاظ کی نشست ایسی ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی - کیوں نہ ہو استاد ہیں —

دل مرا صرف تمنا ہو چکا   تو جی، لو، بس یہ بھی جھگڑا ہو چکا
اک قدم وحشت میں اٹھا تھا کہ، عیش،   دیکھتے کیا ہیں کہ صحرا ہو چکا

دوسرا کیا بلحاظ زبان اور کیا بلحاظ مضمون بے مثل ہے - ابھی قدم بھر نہ چلے تھے کہ صحرا ختم ہو گیا - خدا معلوم اگر دوسرا قدم رکھتے تو کون سے براعظم میں جا کر پڑتا —

بس آب و دانہ کی یہ خوبیاں ہیں سب ورنہ
کہاں میں اور کہاں دام اور کہاں صیاد

رند کا ایک شعر بالکل اس جیسا ہے:—

دکھایا کنج قفس مجھکو آب و دانہ نے
وگرنہ دام کہاں، میں کہاں، کہاں صیاد

فرق اتنا ہے کہ انھوں نے سبب پہلے مصرعے میں ڈالا ہے اور رند نے دوسرے مصرعے میں۔ حکیم صاحب کا شعر میری رائے میں رند سے بڑھا ہوا ہے۔ رند نے "کنج قفس" کے الفاظ سے مصیبت کو محدود کر دیا ہے۔ اُن کے شعر میں "یہ خوبیاں ہیں" ایسے وسیع الفاظ ہیں کہ سب مصیبتیں اس میں آ گئیں —

کیوں چھپا ئیں کیا اجارا ہے کسی کا ہم نشیں!
دید یا ہے اپنا دل اس بت کو ہاں ہاں دیکھکر

"ہاں ہاں دیکھ کر" کا مزا کچھ اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہیں —

توبہ تو کی ہے ہاتھ پہ واعظ کے۔ ہاں۔ مگر
ساقی پلا دے ہے تو کچھ انکار بھی نہیں
کس منہ سے ہم کریں گے بھلا یار کا گلہ
ہم کو تو ' عیش ' شکوۂ اغیار بھی نہیں

پہلے شعر میں "ہاں" اور "مگر" کے الفاظ کو دیکھئے۔ کس طرح دل کی اُلجھن کو رفتہ رفتہ صاف کیا ہے۔ پہلے خیال آتا ہے کہ ہاں توبہ تو کی ہے نہ پینی چاہئے۔ پھر پلا نے والے کا خیال آتا ہے جھٹ شرط قائم کر کے راضی ہو جاتے ہیں —

دوسرا شعر تو ایسا ہے کہ ضرب المثل ہونے کے قابل ہے —

زاہد نہ گڑ گڑا، تجھ سے دیر تو کیونکہ دیں
قسمت تری۔ اجازت پیر مغاں نہیں

سبحان اللہ ۔ و اماالسائل فلا تنہر (اور جو مانگتا ھے اس کو نہ جھڑک)
پر کس خوبی سے عمل کیا ھے ۔ بس یہ سمجھ لو ۔ کہ کوئی فقیر خزانۂ سرکاری پر
جاتا ھے ۔ گڑ گڑا گڑ گڑا کر پیسہ مانگتا ھے ۔ مہتمم صاحب کو رحم آ تا ھے ۔ لیکن کیا
کریں خزانے میں سے کوڑی نہیں دے سکتے ۔ کہتے ھیں بھئی کیا کریں ۔ ہم تو
تھیلی کی تھیلی اُٹھا کر دے دیتے ۔ سرکار کا حکم نہیں ھے ۔ جا تیری قسمت ۔ شعر میں
الفاظ کیا بٹھائے ھیں موتی جڑدیے ھیں ۔ ایک لفظ بیکار نہیں ھے ۔ اور کوئی لفظ
ایسا نہیں جو اپنی جگہ سے ھل سکے ۔ صرف یہ ایک شعر حکیم صاحب کی استادی کو
منوا نے کے لئے کافی ھے —

سب عشق میں کہتے ترے کیا کیا نہیں ہم کو
کہتے ھیں کہیں ۔ اس کی بھی پروا نہیں ہم کو

مضمون معمولی ھے ۔ مگر بندش نے اس کو مطلع خورشید بنا دیا ھے —

ہم کہے دیتے ھیں ۔ تیرِ نگہِ قاتل سے
اک ذرا بچ کے چلے ۔ تیر قضا سے کہدو
عیش جو ھو ۔ سو ھو ۔ اب حال دل زار اپنا
وہ سنے یا نہ سنے تم تو بلا سے کہدو

" وہ سنے یا نہ سنے تم تو بلا سے کہدو " ایسا مصرعہ ھے کہ بڑے بڑے
استادوں کو بھی نصیب نہیں ھوتا ۔ معلوم ھوتا ھے جیسے کوئی باتیں کر رھا ھے ۔
اس مصرعے کی جتنی تعریف کی جائے کم ھے —

اُٹھایا ھاتھ جو عشق بتاں سے تم نے توپھر بسر کرو گے بھلا 'عیش' عمر کیا کر کے
گویا دنیا میں بس یہی کام تھا اور اسی کام کے لئے آے تھے ۔ یہ نہ ھو تو جینا بے کار ھے —

منع بکنے سے نہ کر ناصح نادان کو 'عیش !'
اور گر کچھ نہیں ۔ یہ ھی سہی' بکواس تو ھے

ناصح کی بکواس کو سب روکتے ھیں ۔ حکیم صاحب کہتے ھیں بکنے دو ۔

تلملائی میں اس سے بھی دل بہلتا ہے - اس کی ماننے والے تو ہم کب ہیں -
چلو یونہی وقت کٹ جاتا ہے —

حال دل ہم انہیں گر اپنا سنا دیویں گے
تو یہ لکھہ رکھو کہ اُن کو بھی رلا دیویں گے
دل کے دینے میں تو کچھہ عذر نہیں بسم‌الله
لیجئے - اس کی عوض پر ہمیں کیا دیویں گے

ہاں صاحب معاملہ کی بات ہے معاهدہ بغیر بدل کے پورا نہیں ہوتا -
کچھہ لو تو کچھہ دو بھی —

واعظ بے ہودہ گو بکتا ہے بکنے دو اسے
وہ تو دیوانہ ہے تم اپنے رکھو کام سے کام

واعظ کی ایک رعایت اوپر کر چکے ہیں - یہ دوسری رعایت ہے - ارے میاں
بکنے بھی دو دیوانہ ہے - تم کو جو کچھہ کرنا ہے کئے جاؤ - سچ ہے —

سنئے جو ہزار کچھہ سنائے کیجیے وہی جو سمجھہ میں آئے

جی ہاں - بس ان کی عاشقی دیوانہ پن کا کام نہیں ہے اور سب کے کام
دیوانہ پن کے ہیں - جو نصیحت کرے وہ بھی دیوانہ اور جو سنے وہ بھی دیوانہ -
چلو چھٹی ہوئی - ''اپنے کام سے کام رکھئیے'' کا محاورہ میر صاحب نے بھی
باندھا ہے اور خوب باندھا ہے - فرماتے ہیں :—

بوسہ لے کر سرک گیا کل میں کچھہ کہو - کام اپنے کام سے ہے

بخیہ گر اپنے گریبان کی تو خیر منا بازآ - دیکھہ مرے چاک گریبان کو نہ چھیڑ
عبث انسان کو ہے حفظ مراتب لازم اس میں ہے ترک ادب یار کے داماں کو نہ چھیڑ

شعر میں نے لکھدئے - تعریف آپ کر لیجئے —

جو رات شمع کو پروانہ جل بجھا ' چھو کر
تو شمع بولی - چلا تھا مجھے سوا چھو کر

ذرا ردیف کو دیکھئے اور شعر کو دیکھئے ، شمع کی پاکدامانی کو دیکھئے ۔ اور اس کی شرمیلی زبان کو دیکھئے ۔ کوئی بیسوا ہوتی تو صاف صاف کہہ دیتی کہ ہاتھ ڈال کر چلا تھا ۔ بچاری شمع نے شرماتے شرماتے "چھونے" کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ ایسے شعر کوئی کہنے لگے تو چلو بس استاد ہے ۔ اس کی استادی میں کون شک لاسکتا ہے —

سئے کا مرا زخم دل چارہ گر کیا رہا ہی نہیں وہ سلانے کے قابل

سلانا خاص اہل زبان کا محاورہ ہے ۔ عام طور سے سلوانا کہتے ہیں ۔ اسی غزل کا ایک قطعہ ملاحظہ ہو ۔ حکیم جی نے غضب کر دیا ہے :—

کہیں حضرت دل کہ کیا حال تم سے نہیں حال ان کا سنانے کے قابل

غرض ساتھ اپنے انہوں نے ہمیں بھی نہ رکھا کہیں آنے جانے کے قابل

یہ شعر وہ ہیں کہ پڑھئے اور مزے لیجئے ۔ تعریف کی ضرورت نہیں ۔ ایسے شعر تعریف سے مستغنی ہوتے ہیں ۔ واہ حکیم جی واہ کیا کہنا ہے ۔ خوب زبان پائی ہے ۔ دل خوش ہو گیا —

فارسی ترکیبیں

ان کے کلام میں جو روانی ہے وہ آپ نے ملاحظہ کرلی ۔ اب دو چار شعر ایسے بھی پیش کرتا ہوں جن میں فارسی ترکیبوں سے انہوں نے کلام میں زور پیدا کر دیا ہے —

اک نظر اس کی عنایت کی ہو محشر میں تو عیش
رشکِ صد طاعت زہّاد ہو عصیاں میرا

کس کی چھاتی ہے کہ جو سامنے اس کے ٹھہرے
ہدفِ ناوکِ مژگانِ ستمگر میں ہوں

خرمن تاب و تواں کے واسطے اے ہمنشیں
غیرت صد برق اس کا مسکرانا ہو گیا

اپنی آهیں برق آتش ریز هیں　　اور آنکھیں ابر طوفاں خیز هیں
اے دل ان میٹھی نگاهوں پر نہ جا　　یہ نگاهیں مصلحت آمیز هیں

رقیب کرتے هیں باتیں سب اس کی بزم میں 'عیش'
بس ایک هوتے هیں واں سومہ در گلو سے هم

'ذوق' کی ایک مشہور غزل هے' جس کا مطلع هے :—

جو کھل کر اُن کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک
بلائیں آ کے لیں سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

عیش کی بھی اس زمین میں ایک غزل هے - فرماتے هیں :—

جوچل کر اپنی وہ سج دھج دکھائیں سر سے پاؤں تک
تو لے لے فتنۂ محشر بلائیں سر سے پاؤں تک
بسان کاغذ آتش زدہ - یہ تفتہ جاں وہ هیں
جلے پھربھی بہار اور هی دکھائیں سر سے پاؤں تک

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں غالب کا رنگ آ گیا هے—

انگریزی الفاظ

کہیں کہیں انگریزی کے لفظ بھی باندہ گئے هیں کہتے هیں :—

اس فرنگی بچہ سے میں نے جو بوسہ مانگا
هاتھہ پستول پہ رکھہ کر وہ لگا کہنے کہ ول

کیوں نہ هو۔ 'مجرم' کے شاگرد هیں جنھوں نے "پستول فرانسیسی" چلایا هے - ذرا ان شعروں کو دیکھئے ' کیا مضمون هے ' کیا زبان هے' اور کیا قافیہ —

کچھہ اس روش سے هوا هے یہاں جلوس چمن
کہ شاخ گل بھی ادب سے هے پائے بوس چمن
شکست دینے کو فوج خزاں کو گلشن میں
نہیں یہ غنچۂ گل ' هے یہ کارتوس چمن

نئے نئے الفاظ کے استعمال کا شوق

سچ فرمائیے کا ' غنچۂ گل کی تشبیہ کارتوس سے کیسی خوبصورت دی ہے - انشاء اللہ خاں کا رنگ ہے - بات یہ ہے کہ حکیم صاحب کو نئے الفاظ استعمال کرنے کا بڑا شوق تھا - ملاحظہ ہو :—

اچھل خزانے پہ اپنے نہ مثل فوّارہ کرے گا دیکھہ یہ تیرا نجھے اُچھال خراب

حکیم صاحب کے دھیان میں اُچھال کا قافیہ اس لئے آیا کہ دلّی میں عورتیں جی متلانے کو اُچھال کہتی ہیں اور حکیموں کے کانوں میں یہ لفظ اکثر پڑتا رہتا ہوگا -

چشم گلگوں نہیں کہ اینڈتے ہیں یہ مستانے دو
یا بھرے ہیں مئے گلرنگ کے پیمانے دو

اینڈتے ہوئے مستانوں سے شاید کسی نے چشم یار کو تشبیہ دی ہو تو دی ہو ' مجھے تو بالکل نئی معلوم ہوتی ہے —

لگا کے اس بت غافل نے سرمہ آنکھوں میں
چڑھائی اور بھی تیغ نگاہ سان پہ ہے
میں ریجھہ بوجھہ کا اے 'عیش' اس کے قائل ہوں
طبیعت آئی زلیخا کی کس جوان پہ ہے

ٹھیک ہے آدمی کو سمجھہ بوجھہ کر عاشق ہونا چاہئے -یہ نہیں کہ میاں مجنوں کی طرح کالی کلوٹی لیلیٰ پر لوٹ ہوجائے - غزل کی غزل ملاحظہ فرمائیے کیا بے ڈھب قافیے برتے ہیں :—

باغ میں کرتی ہے عشق ذکراڑا فاختہ | پھر قطع ماسوائے اللہ روز مڑا فاختہ
ہے اسی کوکو پہ تجھہ کو اپنے غرا فاختہ | بلبل شیدا کے آگے جا نہ تڑا فاختہ
ہمسری کا اس سے گر دعویٰ کیا تونے تو بس | تاقیامت تجھہ پہ ہوے گا تبرا فاختہ

دیکھہ کر بیمار غم کو تیرے یہ بولے مسیح
فاتحہ پڑہ لو کڈھب ہے اس کی بیماری کی طرز

حکیم صاحب نے بڑا ھی کڈھب لفظ شعر میں ٹھونسا ھے - خود کسی مریض کے لئے کسی موقعے پر استعمال کیا ھوگا، پھر یہ آکر نظم کرلیا - خود مسیح بن گئے ، چلو شعر ھوگیا - اِن کا ایک قصیدہ ھے :—

نسیم صبح نے دی آج وہ خوشی کی خبر   کہ غنچہ ھائے دل بستہ کھل گئے یکسر
رھا نہ نام کو عالم میں انقباض کا نام   یہ اب کے سال کھلا انبساط کا دفتر

آگے چل کر ایک سراپا دیا ھے - اس میں لکھتے ھیں :-

وہ لب کہ لعل جسے دیکھ ھونٹ چاٹتے ھے
وہ لب کہ سامنے یاقوت جس کے ھے پتھر
وہ لب کہ جس کے ثنا خواں ھیں برگ گل سارے
وہ لب کہ حضرت عیسیٰ ھوں دیکھ اُنھیں مضطر
قیامت ان میں یہ اعجاز ھے کہ جی اُٹھیں
سبھی جہان کے مردے جو کردیں چھو منتر

چھو منتر خاص مداریوں کا محاورہ ھے اور بڑے مزے سے بندھا ھے —
ایک دوسرا قصیدہ ھے :—

لکھی ھے با خط گلزار اشتہار اب کے
زمیکہ کے صفحے پر یوں واقعہ نگار اب کے
نسیم لائی ھے گلشن میں وہ بہار اب کے
کہ حکم گل کا رکھے ھے ھر ایک خار اب کے

ذرا آگے بڑھ کر فرماتے ھیں :-

میں کیا بیان کروں مستی بہار کا رنگ
غرض صغار سے ھیں مست تا کبار اب کے
قیاس اس پہ کیا چاھئیے کہ صوفی کے
یہاں تلک ھے حواسوں میں انتشار اب کے

که ایک جرعه مے کے لئے سر بازار

وہ ساتھہ رندوں کے کرتا ھے تو تکار اب کے

توتکار اور تو تو میں میں ٹھیٹھہ اردو کے محاورے ھیں - بولے بہت جاتے ھیں لکھنے میں کم آتے ھیں - حکیم صاحب کو قافیہ ملا - اب کہاں جانے دیتے تھے - لکھہ گئے اور ایسا کہہ گئے که واہ واہ - صوفی کا رنگ دکھانے کے بعد زاھد کہاں بچنے والے تھے ان کو بھی دھر گھسیٹا —

نه ھوگا پاس اگر کچھہ تو جام مے کے لئے

رکھے گا دیکھنا زاھد گرو ازار اب کے

جورو کی ازار گروی رکھنے کا محاورہ ھے - انھوں نے زاھد کی ازار گروی دھرا دی - زاھد کی تہمد اگر گروی کراتے تو اچھا تھا —

اس کے بعد فرماتے ھیں کہ آسمان اب کسی کو اذیت نہیں دیتا - ترے ڈر سے اس کی گردش کو بھی سکون ھوگیا ھے - مگر مجھہ سے اسے کچھہ خاص دشمنی ھے —

پر اک کُھرپنچ ھے مجھہ سے که اس مہینے میں

یہی کہے ھے کہ تو خرچ کر اودھار اب کے

سو داد خواہ ھوں میں تجھہ سے اس کے کانوں کو

مروڑ دے تو ذرا شاہ نامدار اب کے

واقعی بڑی خوبی سے تنخواہ نہ ملنے کی شکایت کی ھے - کُھرپنچ کا لفظ شاید آپ کسی دوسرے شاعر کے ھاں نہ دیکھیں گے —

اپنے ایک قصیدے میں حکیم صاحب ایک ایسا لفظ استعمال کرگئے ھیں که شاید دھلی والوں کے سوا کسی اور نے سنا بھی نه ھوگا - قصیدہ ھے —

جہاں میں دیکھو تو الله رے فیض ابر بہار

که دھو دیا ھے زمیں تو زمیں دلوں کا غبار

خواص بادبہاری کا میں اگر لکھوں
تو ہوے صفحۂ قرطاس غیرت گلزار
جہاں سے دور ہوئی یہاں تلک پریشانی
کہ کھس لگانے کو ملتی نہیں جو ڈھونڈو ہزار

کھس لگانا اب دلی والے نہیں بولتے - حیدرآباد میں یہ محاورہ اب تک رائج ہے —

آگے ساقی کو پکارتے ہیں:—

پلا دے جلد وہ ساقی مجھے مے گلنار
کہ جس کے پینے سے گلگون طبع ہو رہوار
شتاب دے مے گلرنگ بھر کے ساغر میں
کہ سمت قبلہ سے اٹھا ہے ابر ڈھونڈ و کار

ڈھونڈ و کار کے لفظ کو دیکھئے اور ابر کی اضافت کو دیکھئے' ڈھونڈ وکار ایسے ابر کو کہتے ہیں جو گرجے بھی بہت اور برسے بھی بہت - میری نظر سے صرف ایک شعر اور گزرا ہے جس میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے - خدا معلوم بچارے کس میر شکار کی هجو تھی کہ دلی کے بچے بچے کی زبان پر رواں ہوگئی - ادھر گھرا ابر آیا اور اُدھر بچوں نے غل مچایا —

کڑکے گی کڑک بجلی	درسیں گے ڈھونڈونکار
بھیں گے گو کے ٹوکرے	جائیں گے میر شکار

ڈھونڈونکار کا لفظ یا وهاں سنا تھا یا اب حکیم صاحب کے قصیدے میں دیکھا

حال دریافت ہوا عشق کا غم کھانے کے بعد
قدر معلوم ہوئی دل کی تو دل جانے کے بعد

ایک ھی تیر میں شاید ھوا کام عاشق
کیونکہ آواز نہیں آئی پھر اک آئے کے بعد

دوسرے شعر میں "آئے" کا لفظ حکیم صاحب نے غضب کا استعمال کیا ہے۔ کوئی دوسرا ھوتا تو "ھائے" لکھتا ۔ کیونکہ وہ بھی قافیہ تھا ۔ انھوں نے بجائے "ھائے" کے "آئے" لکھا ہے حکیم تھے اس لئے ھائے اور آئے کا فرق جانتے تھے ۔ جب کسی کو سخت تکلیف ھوتی ہے یا ایسا کاری زخم لگتا ہے کہ پورا سانس پیٹ میں نہیں سماتا تو "ھائے" کا لفظ اس سے ادا نہیں ھوسکتا ۔ کیونکہ "ہ" کے ادا کرنے کے لئے پورا منہ کھولنا پڑتا ہے ۔ اور اس کے لئے سانس کی ضرورت ہے ۔ ایسے موقعے پر بیمار یا زخمی صرف اک دلدوز "آئے" کرتا ہے اور ٹھنڈا ھوجاتا ہے۔ ھائے ھائے تو وہ بیمار کرتے ھیں جن کو تیمارداروں کو دن میں تکلیف دینی اور رات کو جگانا منظور ھوتا ہے ۔ یقین جانئے کہ اردو لٹریچر میں صرف حکیم صاحب ھی نے یہ لفظ استعمال کیا ہے ۔ اور اس طرح استعمال کیا ہے کہ تعریف نہیں ھوسکتی ۔ فرماتے ھیں کہ شاید ایک ھی تیر میں عاشق کا کام تمام ھوگیا کیونکہ صرف ایک "آئے" کی آواز آنے کے بعد کوئی پھر آواز نہیں آئی ۔ اگر تیر اچٹتا ھوا لگتا تو ھائے ھائے سے اس نے آسمان سرپر اُٹھا لیا ھوتا

اسی شعر کے متعلق ایک عجیب لطیفہ ھوا ۔ میں چند دوستوں میں بیٹھا اس "آئے" کی تعریف کررھا تھا ۔ سب دوستوں نے بھی تعریف کی اور کہا کہ واقعی "ھائے" کے لفظ سے شعر میں وہ خوبی نہ رھتی جو اب پیدا ھوگئی ہے ۔ میرے ایک دوست سنتے رہے ۔ کچھ سوچتے رہے ۔ آخر کہنے لگے ۔ "کیوں بھئی اگر "آئے" کی جگہ "ھائے" ھوتا تو کیا ھرج تھا ۔ آخر وہ بھی تو قافیہ ہے" اگر آپ کی بھی یہی رائے ہے تو میں نے خواہ مخواہ آدھا صفحہ لکھکر آپ کا اور اپنا دونوں کا وقت ضائع کیا ۔ میری ھی غلطی سہی ۔ حکیم صاحب کا دیوان خود ان کا صحیح کیا ھوا ہے ۔ نہایت صاف خط ہے اور "آئے" کے الف پر بڑا موٹا مد دیا ھوا ہے ۔ اگر "ھائے"

اسی طرح لکھتے ھیں تو آپ کی راے صحیح اور میری غلط -

جو ھیں دُھر سے گرفتار محبت اُٹھا تے ھیں وھی بار محبت

' دُھر ' روز ازل کے معنی میں استعمال کیا ھے ۔ دُھر محاورے میں پر لے کنارے کو کہتے ھیں —

مجھ سے بولے ' کل نشہ میں خوب بنکارے ھیں آپ
یہ نہ سمجھے اور ھی وہ بے حیا تھی میں نہ تھا

ایک قصہ مشہور ھے کہ آصف الدولہ ھاتھی پر سوار جا رھے تھے - ایک شرابی نشے میں چور سڑک کے کنارے ایٹھے تھے - جب سواری پاس سے گزری تو آپ نے آواز لگائی " اے او ھاتھی والے - ھاتھی بیچتا ھے " - نواب نے کوتوال کو اشارہ کیا؛ وہ شرابی صاحب کو اٹھا کر لے گئے - چاوڑی پر لیجا کر بہت کچھ مرمت کی - نشہ ھرن ھوگیا - جب ذرا درست ھوے تو دربار میں لے جا کر پیش کیا - آصف الدولہ نے مسکرا کر پوچھا " کہو بھئی " ھاتھی خرید تے ھو ". شرابی نے کہا " سرکار - بھلا میں اور ھاتھی خریدوں - کھا نے کو تو کوڑی نہیں - ھاتھی خرید کر کس کے گھر باندھونگا - چوھا بل سماے نہیں اور دم سے باندھے چھاج - نواب نے کہا " ارے بھئی ابھی تھوڑی دیر تو ھوئی جو تم نے ھاتھی کی قیمت پوچھی تھی " - شرابی نے کہا " حضور - وہ خرید نے والا دوسرا تھا - وہ چلا گیا - میں رہ گیا " - آصف الدولہ نے خوش ھو کر ھاتھی دے ڈالا - یہ جا تے ھی بیچ کر شراب پی گئے - اس شعر کے لکھتے وقت حکیم صاحب کے پیش نظر یہ قصہ ضرور ھوگا - اسی زما نے کی بات تھی؛ ایسی باتوں کے چرچے بہت ھو جا تے ھیں - شاعروں کو مضمون مل جا تا ھے - لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرھاد کے قصے نہ ھو تے تو اردو شاعری آدھی رہ جا تی —

کسکو ملنے کا اس کے چاؤ نہیں کس کو اس شوخ سے لگاؤ نہیں
دل تھا اپنا دیا جسے چا ھا کچھ کسی کا ھمیں دبا ؤ نہیں

اس کے رخ کی وہ آب و تاب ہے عیش　　مہ و خورشید جس کے پاؤ نہیں

" پاؤ " کا خوب قافیہ نکالا ہے - اسی زمانے میں " نان پاو " نکل آتا تو کیا تعجب ہے کہ حکیم صاحب معشوق کے گالوں سے تشبیہ دے جاتے - ان کو تو نئے نئے قافیوں کی تلاش ہر رہتی تھی —

سخت مضامین

حکیم صاحب کے دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں کہ کسی فلسفہ یا حکمت کی کتاب میں شریک کر دئیے جائیں تو بہتر ہے - شعراں حجتوں کی تاب نہیں لاسکتے —

دل کی بیتابی ہے بالذات اور اس کی بالغرض
باعث جنبش سیماب ہے - سیماب میں آ ب

ہو گئے اس سے قوی اور مقیئے اجزاء
ساتھ ان کے جو ملا کر یہ کھرل کی مکھی
یہ مژگاں یہاں کیا ہے - کسی نے گو یا
نیشتر تاں کے اندر ہیں گھنگولے دل کے

نشتر گھنگولنا جراحوں کی اصطلاح میں زخم میں گہرا نشتر لگا کر ادھر اُدھر کے خراب گو شت کے کاٹنے کو کہتے ہیں —

جبر و قدر کا مسئلہ اس طرح حل کرتے ہیں —

رباعی

انساں ہے اختیار میں بھی اپنے مجبور
اس رمز کو سمجھیں وہ جو ہیں اہل شعور
با لغرض ہے اختیار و جبر اس کو حاصل
بالذات نہیں ہے اس کو کچھ بھی مقدور

مضمون کے ساتھہ زبان

حکیم صاحب کے دیوان میں زبان کے ساتھہ مضمون کی بھی کمی نہیں ہے' ایسے سینکڑوں شعر اوپر لکھہ آیا ہوں - چند شعر اور لکھہ دیتا ہوں - مضمون بہت بڑہ گیا ہے - آ پ پڑھتے پڑھتے گھبرا گئے ہونگے - میں لکھتے لکھتے تھک گیا ہوں اب اس قصے کا سمیٹ دیناھی بہتر ہے —

پوچھا جب منصورسے تونے اناالحق کیوں کہا
یہ کہا اس نے کہ وہ شان خدا تھی میں نہ تھا

اناالحق کی اس شان کی وجہ آپ‌نے بہت کم دیکھی ہوگی " شان خدا " نےشعر میں جان ڈال دی ہے اور معنی میں عجیب وسعت پیدا کر دی ہے - اسی غزل میں ایک اور بڑا چبھتا ہوا شعر ہے —

میں‌نےکیا افشا کیا راز اسکا 'سوچ اے ہمنشیں
باعث افشاء راز اس کی حیا تھی میں نہ تھا

بے حیائی تیراھی آسرا - فرما تے ھیں - میں نے ان کو کیا رسوا کیا - میری طرح وہ بھی بے حیا ہو جا تے - تو کوئی خیال بھی نہ کرتا - ان کی شرمیلی شکل‌نے بھانڈا پھوڑ دیا - سچ ہے " جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم " —

اسی مضمون کو ایک دوسرے شعر میں بھی باندھا ہے —

میری‌چاھت‌کو نہ ملنے سے سبھوں‌نے جانا   تم اگر ملتے تو یہ راز نہ افشاء ہو تا

ادب آداب کے مضمون سنئے—

آداب میکدہ سے نہیں بہرہ آپ کو   رستہ لو ' جاو شیخ جی تم' خانقاہ کا

یہی فتوئے مغاں ہے کہ ہے مے اس پہ حرام
آئے جس شخص کو مے پینے کے آداب نہیں

نصیحتیں | نصیحتیں ملاحظہ فرمائیے - ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے —

یہ عیش جائے غور ہے شکوہ ہو اس کا کیا
انسانیت سے اپنی جو انساں نکل گیا
'عیش' سب اپنی برائی ہے - نہیں کوئی برا
سب بھلے ہیں یہ اگر آپ ہے انساں اچھا

شکوہ غیروں کا ہے اے عیش - عبث - کیا کہئیے
ان سے بدتر ہیں اگر دیکھئیے احباب کے ڈھنگ
مدار دوستی و دشمنی کا اللہ نے
رکھا جہاں میں انساں کی زباں پر ہے

سچ فرماتے ہیں یہ دو انگل کی ذرا دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن کر دیتی ہے —

توڑ سکتا ہے تو بس نفس کو دے اپنے شکست
اور بنانا ہے تو قصر دل احباب بنا

مشاعرے کی غزل ہے - ذوق کے شعر بھی اس زمین میں ہیں - وہ اسی قافیہ کو اس طرح باندھتے ہیں —

سرمۂ چشم عزیزان نہ بنا میں اے چرخ!
کیا بنا خاک غبار دل احباب بنا

مقابلہ کر لیجئیے ' حکیم صاحب کا شعر بڑھا ہوا ہے - دو نصیحتیں ایک شعر میں جمع کردی ہیں اور دونوں ایسی ہیں کہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں —

متفرق اشعار | عاشقانہ رنگ ملاحظہ ہو -

ہے 'عیش' تنگ ظرفی معشوق سے یہ کہنا   ہم جان فدا کرتے - گر وعدہ وفا ہوتا

اچھا شعر ھے - عاشق کو جان فدا کرنے کے لئے کسی سبب کی ضرورت نہیں -
یہ تو ایرے غیروں کا کام ھے کہ بیمار پڑے بغیر نہیں رتے —

تھی وصیت سب سے اس فا کام الفت کی یہی
میں کبھی مر جاوں لیکن کیجئیو خالی میں پھول

ذیقعدہ کے مہینے کو دلی میں خالی کا مہینہ کہتے ھیں - جن کا آغوش
تمنا ھمیشہ خالی رھا - ان کے پھول کچھہ خالی ھی میں ھونے مناسب ھیں —

کہا مجنوں نے مجھہ کو دیکھہ کر اے 'عیش' حیرت سے
خداوند جہاں - آشفتہ جان ایسے بھی ھوتے ھیں

دیکھنا کس خوبی سے اپنے کو مجنوں سے بڑھا دیا ھے - دوسرا مصرعہ بندش
کا بہترین نمونہ ھے —

پابندي ھے اے 'عیش' بری سب کے لئے پر
سچ یوں ھے کہ پابندی آزاد غضب ھے

کتنا سچا مضمون کس خوبصورتی سے نظم کیا ھے کہ سبحان اللہ - ... عورتیں
گھر میں بیٹھنے سے نہیں گھبراتیں - کسی سیلانی جیوڑہ کو پردہ بٹھا دو تو مزا آئے -

پوچھے وہ حال دل غمزدگاں کا کیوں کر
لب ھلانے کی بھی فرصت جسے انداز نہ دے
مرغ دل چپکے سے کیا تیر نگہ نے مارا
خوبی تیر یہی ھے کہ وہ آواز نہ دے

بھلا اب ھندوستان والے اس دوسرے شعر کی خوبی کیا سمجھیں گے -
جنھوں نے تیر چلانا تو کیا تیر دیکھا بھی نہ ھو گا - توپ چلتی دیکھی ھے ' اس کی
خوبی یہ ھے کہ کان پھٹ جائیں —

وہ سمجھتے ہیں کہ کھلتا نہیں میرا احوال
یہ نہیں جانتے یاروں کو خبر سب کچھ ہے
ایک تقدیر کے ہاتھوں سے تو لاچار ہے یہ
ورنہ کرنے کو تو کرتا یہ بسر سب کچھ ہے

شیخ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کے دیکھ
تیری تسبیح کو ہے رشتۂ زنار سے فیض
سچ ہے - تسبیح کیا ہے گرہ دار زنار ہے —

ہائے کیا شعر کہہ گئے ہیں :—

سینہ میں اک کھٹک سی ہے بس اور ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے دل

کھٹک کا لفظ ایسا آیا ہے کہ کسی کو نصیب نہیں ہوتا - شاعری کے لحاظ سے تو یہ شعر لاجواب ہے - ہاں اس سے حکیم صاحب کی حکمت پر حرف آتا ہے - اگر اتنا بھی نہیں جانتے کہ دل کیا ہے تو خاک حکمت کرتے ہوں گے - اسی رنگ کا ایک شعر شیفتہ نے بھی کہا ہے - اور واقعی خوب کہا ہے :—

شاید اسی کا نام محبت ہے 'شیفتہ' جو آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

گردش ہے اس کی چشم کو مستی میں' یا کہیں
نرگس کا پھول تیر رہا ہے شراب میں

سبحان اللہ - کس غضب کی تشبیہ دی ہے - شراب کے نشہ میں یار کی آنکھ کے کوئے گلابی ہو گئے ہیں - نشہ کی وجہ سے آنکھ قائم نہیں ہوتی - کچھ آنکھوں میں پانی بھر آیا ہے - بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ "نرگس کا پھول تیر رہا ہے شراب میں" - آنکھ کو نرگس سے سب ہی تشبیہ دیتے آے ہیں - مگر ایسی تشبیہ دیکھی نہ کبھی سنی - کوئی معشوق نشے میں ہو اس وقت اس کی آنکھیں دیکھو جب اس شعر کا مزا آئے گا —

بخشش کی امید

حکیم صاحب کو بڈھے ہوکر مرنے کا بڑا فکر ہوگیا تھا - اپنی بخشش کے لئے نئی نئی حجتیں سوچتے اور دل کو تسکین دیتے تھے - جوانی میں مر جاتے تو یہ شعر ان کے دیوان میں نہ ہوتے - بات یہ ہے کہ بڈھے مرنے سے بہت ڈرتے ہیں —

اس قدر راہ عدم سیدھی ہے اے 'عیش' کہ واں
ڈھئے بند آنکھ بھلے اور مرے جاتے ہیں

نہ پھول زھد پہ' لذت سے بخشش حق کی وہ بے نصیب ہے جب تک گنہگار نہ ہو

اس کے میں تو یہ معنی سمجھا ہوں کہ زھد پر اگر تیری بخشش ہوئی تو کیا کمال ہوا - جو کیا تھا اس کا پھل پایا - ارے میاں نصیبہ ور تو وہ ہیں جو گنہگار تھے اور پھر بخشش ہوئی - بخشش تو گنہگاروں ھی کی ہوتی ھے - بھلا زاھدوں کی بخشش بھی کوئی بخشش ھے - یہ تو ادلے کا بدلہ ھے —

بھلا 'عیش' کیا خوف محشر ھے تم کو وہ بخشندہ ھے اور گنہگار ہم ہیں

وھی اوپر والا مضمون ھے - صرف زاھد پر طعن نہیں ھے - عمر خیام نے اسی مضمون کو کس عمدگی سے ادا کیا ھے کہ سبحان‌الله' فرماتے ہیں :—

یا رب تو کریمی و کریمی کرم است عاصی ز چہ رہ بیروں ز باغ ارم است
با طاعتم ار ببخشی آن نیست کرم با معصیتم ار ببخشی کرم است

قدسی کا بھی ایک شعر اس مضمون میں لاجواب ھے —

'قدسی' ندانم چون شود سودا ے بازارے جزا
او نقد آمرزش بکف من جنس عصیاں دربغل

پرانے زمانے کے مولوی اس شعر کے یوں معنی کرتے ہیں - خدا معلوم حشر میں کیسی گزرتی ھے - ھمارے پاس کھوٹی جنس ھے اور اس کے پاس کھرے روپے یقیناً منہ کالا ہوگا - دھکے دے کر نکلوادئے جائیں گے —

آج کل کے زمانے کے پروفیسر اس شعر کے دوسرے معنی لیتے ہیں۔ وہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ وہ جنس عصیاں خرید نے نقد آمرزش لئے بیٹھا ہے - ہم گئے - اپنی پوٹلی نکال اس کو دی - نقد دام وصول کر گھر کو آگئے - ہم کو نہیں معلوم کہ یہ بازار روزجزا جس کا لوگوں نے اتنا غل مچا رکھا تھا ہے کیا بلا ---

قدسی کے شعر کے جو معنی ہیں بس وہی معنی حکیم صاحب کے شعر کے ہیں "وہ بخشندہ ہے اور گنہگار ہم ہیں" کا مطلب یہی ہے کہ "اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے" کا نقد سودا ہوجائیگا —

سہرا | جوان بخت کا سہرا غالب نے بھی کہا تھا - ذوق نے بھی کہا تھا - بھلا حکیم صاحب کیوں پیچھے رہتے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سہرا کہنے کا دستور اس زمانے میں عام تھا - کچھ مرزا غالب کی ایجاد نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر اس زمانے میں سمجھا جاتا ہے —

آج تک چشم فلک نے بھی نودیکھا ھی نہیں ‏ ‏ اس جواں بخت کے سہرے کے مقابل سہرا
ایسے نوشہ کے لئے ایسا ھی سہرا تھا ضرور ‏ ‏ بندھتے ھی کیا رخ نوشہ پہ گیا کھل سہرا

نیا مضمون | حکیم صاحب کے مکان میں باغیچہ تھا - کوئی مالی بھی ضرور ہوگا - اسی وجہ سے شاید تھوڑے بہت فن باغبانی سے بھی واقف ہو گئے تھے - ورنہ یہ شعر ان کے قلم سے نکلنا ممکن نہ تھا —

ان دنوں نالۂ دل کو ہے اثر سے پیوند ‏ ‏ بے ثمر نخل ہوا نخل ثمر سے پیوند

یہ صرف جاننے والے ھی جانتے ہیں کہ بے ثمر درخت کی شاخ ثمردار درخت سے پیوند نہیں کھاتی - اتنا سمجھنے کے بعد شعر بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ یا الٰہی آجکل یہ ناممکن بات کیسے ہورہی ہے کہ نالہ جیسی بے ثمر شے اثر جیسی ثمردار چیز سے پیوند کھا رہی ہے —

متروک الفاظ | ان کے دیوان میں بہت کم الفاظ ایسے آئے ھیں جو اب متروک ھو گئے ھیں - اسی سے معلوم ھوتا ھے کہ انھوں نے اردو کو سانجھنے میں کتنی کوشش کی ھے - نمونہ کے طور پر چند شعر لکھتا ھوں —

حفتیے تونہ پڑ جاتے کچھہ شان میں اے ظالم   کیا حال ھے کہہ تیرا - اتنا تو کہا ھوتا

شعر میں بری تعقید ھے اور حفتیے پڑنے کا محاورہ بھی اب نہیں بولا جاتا - پہلے عام طور پر خرابی آنے کے معنی میں استعمال ھوتا تھا - اب صرف کپڑوں میں حفتیے پڑتے ھیں دھوبیوں کی اصطلاح رہ گیا ھے —

بھکانے سے غیروں کے کیا کیجئے اب اس کا   ھر بات میں وہ مجھہ سے تکرار اٹھاتے ھیں

اب تکرار کرنا بولتے ھیں —

چپ رھو بد زبانیاں نہ کرو   ایسی باتیں دیوانیاں نہ کرو

خدا معلوم یہ جمع کا استعمال کیوں ترک کردیا گیا ھے - اس سے توزبان ایسی میٹھی لگتی تھی کہ کیا کہا جائے - اب آپ خود ھی دیکھہ لیجئے - پہلے کہتے تھے - " ایسی باتیں دیوانیاں نہ کرو " - اب کہتے ھیں " ایسی دیوانی باتیں نہ کرو " - انصاف آپ کے ھاتھہ ھے - سچ کہئے گا کہ پہلا فقرہ نرم نرم ھے یا دوسرا فقرہ —

اس هستی موهوم پہ نازاں نہ ھو غافل   کیوں ' اس کی نمائش ھے تماشا گزری کا

اب ایسے موقعے پر کیوں کی جگہ کیونکہ استعمال ھوتا ھے —

خانۂ دل میں بسا کونسا گلرو ایسا   کہ جو آتا ھے پسینہ تجھے خوشبو ایسا

آجکل خوشبو دار کہتے ھیں - فارسی میں خوشبودار کو خوشبو اور بدبو دار کو بدبو ھی کہتے ھیں - حکیم غوث کی ھجو میں سودا نے کہا ھے —

صورت و شکل اس کی ھے بدبو وقیر   جیسا کہ جلاب کا دست اخیر

' دار ' کی شاخ اُردو دانوں نے لگائی ھے - اچھا کیا - اپنا مال ھے چاھے توڑیں چاھے جوڑیں - جوڑنے کی مثال کو یہ ھے - توڑنے کی مثال بھی دیکھہ لیجئے —

صدمہ عشق جس بشر کو ھے　　شاباش اس کے دل و جگر کو ھے

شاد باش سے گھٹ کر شاباش ھوا - ذوق فرماتے ھیں —

کیا شاد کو خفیف کرے ھے زبان خلق　　شاباش جس کو کہتے ھیں وہ شاد باش ھے

اب شاباش سے اور گھٹ کر شابش رہ گیا - لکھنے میں شاباش آتا ھے مگر بولنے میں شابش ھی کہتے ھیں —

کلام کی کمزوریاں

حکیم صاحب کی تعریفیں بہت ھوچکیں - اب تھوڑی سی برائیاں بھی ھوجائیں تو اچھا ھے - سب سے زیادہ خرابی تو یہ ھے کہ ان کے کلام میں تعقید بہت ھے - زرا غور سے دیکھئے کا تو جو کلام آپ پڑھ آئے ھیں اس میں ھی بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی - مثلاً یہ شعر —

میں کی گردن پہ چھری - یوں کہے خورشید فلک
سامنے میرے - رخ یار کا ھمسر میں ھوں

جب عندلیب چمن سے ھوا چمن خالی　　تو آ بسے اسے پا ' زاغ اور زغن ' خالی

یا

آدمی کی شکل و صورت سے نہ کہیے آدمی　　آدمی جب آدمی میں آدمیت ھو تو ھو

بات در اصل یہ ھے کہ باتیں کرنے میں تعقیدوں کا خیال نہیں رھتا - حکیم صاحب تقریر کو تحریر میں لاتے ھیں' اس لئے یہ الجھاو پڑجاتا ھے - بولنے میں یہ چنتر عیب نہیں' لکھنے میں عیب ھے —

ان کے کلام میں سب سے زیادہ قابل اعتراض چیز لفظ " سنا " کا استعمال ھے - معلوم نہیں کہ یہ ان کا تکیہ کلام تھا یا کیا تھا - ایسی ایسی جگہ " سنا " کو ٹھونس دیا ھے کہ سننے کو جی نہیں چاھتا - اوپر کے مضمون میں کئی مثالیں اس کی موجود ھیں - دو تین اور دیکھ لیجئے —

بھر میں عالم فانی کے دل اتنا نہ ابھر　　بلبلا کیونکہ ھے انسان ' اسنا ' پانی کا

اسی مضمون میں کسی شاعر نے کیا خوب باندھا ھے —

کیا بھروسہ ھے زندگانی کا　　آدمی بلبلا ھے پانی کا

وھی ھوگا تری قسمت میں جو لکھا ھے ، سنا　بیقراری ھے تجھے اے دل بیتاب عبث

رباعی میں لکھتے ھیں —

کل بزم میں بھر کے ایک پیالی مے کی　　کرنے لگے یہ صفت کلامی مے کی

اس دور میں سب کے دعوے جھوٹے ھیں سنا　　ثابت ھے فقط نمک حلالی مے کی

نمک ڈالنے سے شراب سرکہ بن جاتی ھے اور سرکہ حلال ھے اسطرح شراب کی نمک حلالی ثابت کی ھے - اس رباعی میں بھی لفظ " سنا " موجود ھے - خیر یہاں " سنتے ھو" کے معنی تو دیتا ھے دوسری جگہ تو محض بھرتی کا لفظ ھے —

قصیدہ میں لکھتے ھیں —

یہ عید جشن کا اس کے مقدمہ ھے ، سنا

اب اس کے جشن کا بھی حال سن لوبالا جہاں

ھر ایک رکھائی ھے باتوں میں باغ سبز ، سنا

جہاں میں باد بہاری کا فیض ھے یہ کثیر

غرض رباعی ھو ، قصدہ ھو ، غزل ھو ، حکیم صاحب کا "سنا" کہیں نہ کہیں ضرور موجود ھوگا　اگر ھد ھد کے کلام میں ایک جگہ بھی یہ لفظ آیا ھوتا تو میں تسلیم کرلیتا کہ اس کو حکیم صاحب ھی غزلیں لکھ کر دیا کرتے تھے —

حکیم صاحب اُردو اور فارسی الفاظ میں واو عطف اور اضافت نہایت بے تکلف طور پر استعمال کر جاتے ھیں ، بعض اصحاب اس کو ناجائز سمجھتے ھیں - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ کیوں - جب ھم نے فارسی سے الفاظ لئے اور ان کے ساتھ اضافت اور واو عطف بھی نہ آئے تو پھر ھمکو اختیار ھے جس طرح چاھیں اس کو استعمال کریں - اُردو میں آنے کے بعد وہ الفاظ اُردو کے ھوگئے - فارسی کی

ترکیبوں سے ان کو کیا غرض - ہمارا مال ہے جس طرح چاہیں استعمال کریں - نہیں تو وہ ساس والی مثل ہوگی کہ بہو سے فرماتی ہیں کہ " بیٹا ' گھر بار تیرا ہے ' کوٹھڑی کنجی کو ہاتھ نہ لگائیو " - آتش نے ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب خوب دیا تھا - آپ کا ایک شعر ہے —

دختر رز میری مونس ہے میری ہمدم ہے   میں جہانگیر ہوں وہ نور جہاں بیگم ہے

ایک صاحب نے کہا " اُستاد بیگم ترکی لفظ ہے اس کے گ پر پیش ہے ' گ کو زبر سے باندھنا غلط ہے " آپ بھنّائے ہوئے بیٹھے ' جواب دیا " ہاں ٹھیک ہے ' ترکستان جائیں گے تو بیگُم ہی بولیں گے " - حکیم صاحب نے تو یہ غضب کیا ہے کہ ہندی اور فارسی الفاظ کے بیچ میں اضافت دینا تو کیا - اُردو کے فقروں اور لفظ میں اضافت ڈال دی ہے - فرماتے ہیں —

یک ہی تیر میں شاید ہوا کام عاشق   کیونکہ آواز نہیں آئی بس ایک آئے کے بعد

'کام ہونا' کے معنی ہیں 'کام تمام ہونا' - یہ ٹھیٹھ اُردو محاورہ ہے' انھوں نے اس میں اور عاشق میں اضافت گلرنگ دی ہے' بہت اچھا کیا —

شتاب دے مئے گلرنگ بھر کے ساغر میں   کہ سمت قبلہ سے اٹھا ہے ڈھونڈوکار

دو فقروں میں واو عطف ملاحظہ ہو —

عنصر خاک سرد و دل یہ گرم   کونسی خاک سے بنا ہے دل

غرض کہاں تک لکھوں سینکڑوں مثالیں ہیں - ذرا اہل زبان پھر غور فرمالیں کہ ہندی اور فارسی الفاظ میں اضافت دینے کو آخر کیوں ترک کیا جائے - ہماری زبان میں آکر دوسری زبان کا لفظ ہمارا ہوگیا ہے - ہم نے گروی نہیں لیا کہ مال پوٹلی میں بندھا ' مہریں ہوا رکھا ہے - اگر استعمال کرنا ہوتو پوٹلی کی پوٹلی گلے میں لٹکالیں اور یہ نہ کرسکیں کہ پوٹلی کھول کر جس مال کو جس طرح چاہیں کام میں لائیں - اس قسم کے شرائط اُردو کی راہ ترقی میں روڑے ہیں ' ان کا ہٹا دینا ہی اچھا ہے —

پہیلیاں | حکیم صاحب کے جودت طبع کا اندازہ ان کی پہیلیوں سے ہوسکتا ہے - بہت ہیں، اور سب ہندی میں ہیں - سودا اور انشا نے بھی پہیلیاں کہی ہیں - مگر ان میں اور حکیم صاحب کی پہیلیوں میں کوئی نسبت ھی نہیں- حضرت امیر خسرو کے بعد اگر مزیدار پہیلیاں ہیں تو بس ان کی ہیں - نمونے کے طور پر چند سن لیجئیے —

نور بصر

ایک پورکھ وہ سب کو دیکھے   اندھے ہیں سب واکے لیکھے
سات پردوں کے اندر رہے   سب کچھ آنکھیں دیکھی کہے

پرچھائیں

ایک ناری کا میلو رنگ   لگی رہی وہ پیا کے سنگ
اجیارے میں وہ سنگ براجے   اندھیارے میں چھوڑ کے بھاجے

چراغ

لال مکٹ سر پر منہ کالا   ہے وہ اندھیرے گھر کا اجالا

چھتہ مکس

ایک مندر کے سہنسر در   ہر در میں تریا کا گھر
بیچ میں اس کے امرت تال   بوجھہ ہے اس کی بڑی محال

امیر خسرو کا رنگ ہے، پہیلی کی بوجھہ خود بتا دی ہے، محال مکھیوں کے چھتے کو کہتے ہیں —

آسمان

ایک تھال موتین سوں بھرا   سب کے سر پر اونڈھا دھرا
چاروں اور وہ تھال پھرے   موتی اس سے ایک نا گرے

دسپنا (دست پناہ)

ایک پورکھہ کا کالو رنگ   گول سیس، دو لمبی ٹنگ

نار کو آئے اینٹ اٹھائے پیار کرے اور چھتا جائے

اس میں بھی بوجوہ بتادی ہے - چھتا بھی دسپنے کو کہتے ہیں - لفظ نار لکھکر کیا خوبی سے اشارہ کرگئے ہیں —

بٹوہ

وا پورکھہ جو ہاتھہ لگے تم اس سے ارز نہ بولو ہاتھہ پکڑ کے بند کرو، اور کان پکڑ کر کھولو

قمری

ایک ناری نت رھوے جوگی پی کے کارن بھئی بروگن
رھوے رنگ بھبوت رمائے جھک جھک پی کو کوک سنائے
عربی ھندی کر اک ٹھاؤں اُٹھو ری، سکھی کہہ اس کا ناؤں

حضرت امیر خسرو کی بھی بعض پہیلیاں اسی رنگ کی ہیں - اُٹھہ کی عربی 'قم' ہے، اس کو ہندی کے لفظ ری سے ملاؤ، قمری ہوگیا —

تاریخیں حکیم صاحب نے تاریخیں بھی کہی ہیں - ان کا نمونہ بھی دیکھہ لیجئیے —

تاریخ وفات فخرالشعراء 'میر ممنون'

جگت استاد تھا فخرالشعراء اس نے فرمائی جہاں میں رحلت
جو سخن سنج تھے عالم میں انہیں ناگوارا ہوئی اس کی فرقت
عیش بھی رکھتا تھا از بسکہ کمال ان سے اخلاص و محبت، الفت
فکر تاریخ میں اس نے جو ذرا عالم غیب سے چاہی ہمت
تو سن لحد سے ہاتف نے کہا میر ممنون علیہ الرحمت
(۱۲۶۰ ہجری)

مرے جب مہاراجہ ہندو راو تو مغموم سارے حواشی ہوے
اور احباب بھی ان کے غمناک سب یہ دلی سے لے تا بہ کاشی ہوے
اسی غم میں جب سال تاریخ کے تہ دل سے ہم بھی تلاشی ہوے

تو ہاتف سر رہ سے بولا کہ 'عیش'   مہاراج بیکلنتھہ باشی ہوے
(۱۲۷۱ ہجری)

اُستاد ذوق کی تاریخ لکھی ہے :-

بگفت از سر درد ہاتف کہ کشتہ   ز باد اجل شمع بزم گل
(۱۲۷۱ ہجری)

سید نثار اللہ صاحب کی تاریخ ہوئی ہے —

برآورد دود ز جان و بگفت   بجان آفرین جان شیرین سپرد
(۱۲۷۳ ہجری)

اپنے پیر غلام محمد شاہ صاحب المعروف بہ مسکین شاہ کی تاریخ وفات کہی ہے —

کرد رحلت از جہاں چوں حضرت مسکین شاہ   خار غم در دل خلید از رحلت آن نیکذات

عیش چوں سال وفاتش خواست از پیر خرد   ''واصل ذات الہی'' گفت تاریخ وفات
(۱۲۷۵ ہجری)

عمر بخش صاحب کے مکان کی تاریخ   ''حویلی عمر بخش'' (۱۲۷۹ ہجری) سے نکالی ہے —

غالب کی تاریخ وفات کہی ہے:-

رکھتے دل خوش تھے وہ سو با دل خوش داخل جنت نعیم ہوے

(۱۲۸۵ ہجری)

حکیم صاحب کے دیوان میں مستزاد بھی ہے، مخمس بھی ہیں - مسدس بھی ہیں - مسدس کا نمونہ شہر آشوب میں دیکھہ لیا ہوگا، مخمس کے بھی دو بند لکھے دیتا ہوں —

مخمس کا نمونہ — حضرت جنید بغدادی (رح) کی مناجات ''الہی واقفی از حال زارم - تو میدانی کہ جز تو کس ندارم''. پر بند لکائے ہیں، فرماتے ہیں :-

جہاں میں جو کہ ہیں ہوشیار یا مست   ضعیف و ناتواں ہیں یا زبردست

عدم کی رہ میں ہمت سب کی ہے پست — الہی راہ مردن سخت راہ است
تو آسان بگذراں زیں رہگذارم

نہیں ہے کوئی ہرگز تیرا ثانی — ہے بس ارض و سما کا تو ہی بانی
سوا اس کے ہے باقی سب کہانی — الہی گر برانی ور بخوانی
تو دانی بندۂ بے اختیارم

قدسی کی مشہور نعت " مرحبا سید مکی مدنی العربی - دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی " کو مخمس کیا ہے - فرماتے ہیں —

کیا کہوں ذات مقدس تری ایسی ہے نبی — کہ ترے شان سے ہر ایک کی شوکت ہے دبی
انبیا کا ہے یہ ورد سحر و نیم شبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی — عرش سے فرش تلک ایک تیرا فیض ہے عام
ہیں کے گل ابر کرم سے تیرے شاداب تمام — مہر الطاف سے شیریں تری ہر میوہ خام
نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام — زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی
دل میں شرمندہ نہ کیونکر ہوں میں اے شاہ امم — کیوں نہ ہو بار خجالت سے مری گردن خم
چھوٹا منہ اور بڑی بات کیا میں نے ستم — نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

مستزاد کا نمونہ | مستزاد کا نمونہ ملاحظہ ہو —

سب مرے ظاہر و باطن سے خبر دار ہے تو — اے مرے بار الہ
گرچہ عاصی ہوں و لے خوش ہوں کہ غفار ہے تو — ہے ترے ہاتھ پناہ
گرچہ ناکارہ و ناچیز ہوں ، پر تیرا ہوں — تو ہے معبود میرا
بندہ تیرا ہوں ، مرا پیدا کرن ہار ہے تو — رکھیو رحمت کی نگاہ

اس تمام مضمون میں میں نے حکیم صاحب کے کلام کے سینکڑوں مختلف نمونے دیدئے ہیں - اس سے ان کی طبیعت کا اندازہ ہوسکتا ہے - لیکن بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ جب تک کسی شاعر کی پوری غزل نہ دی جائے اس وقت

تک اس کے کلام کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں ہوسکتی - مجھے اس سے اختلاف ہے۔ کوئی خوش نصیب ہی شاعر ہوتا ہے جس کی دیوان بھر میں کوئی غزل ساری مرصع نکل آتی ہو - ورنہ یہی ہوتا ہے کہ غزل میں ایک دو شعر اچھے ہوئے اور باقی سب بھرتی کے - خذ ما صفا و دع ماکدر ' پر عمل کر کے اچھے شعر چن لو ' برے چھوڑ دو۔ مولانا روم نے تو کلام مجید کے متعلق بھی یہی عمل کیا ہے' فرماتے ہیں—

من قرآن نغز را بر داشتم   استخواں پیش سگاں انداختم

پھر بھی دو تین غزلیں پوری کی پوری لکھ دیتا ہوں تاکہ یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ مضمون ادھورا رہ گیا - غزلیں وہ لیتا ہوں جو دوسرے بڑے شاعروں کی غزلوں پر لکھی ہیں - تاکہ یہ الزام نہ لگایا جائے کہ اچھی اچھی غزلیں چھانٹ کر لکھ دیں —

غالب کی غزل ہے —

ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں   کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

ذوق فرماتے ہیں —

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں   واں ایک خاموشی تیری سب کے جواب میں

مومن کہتے ہیں —

کیا جانے لکھ دیا اُسے کیا اضطراب میں   قاصد کی لاش آئی ہے خط کے جواب میں

حکیم صاحب کی اسی زمین میں غزل ہے —

وہ نالہ لائے چرخ کو انقلاب میں   ممکن ہے اس کا اس دل خانہ خراب میں
کیفیت ایسی ہے نگۂ مست خواب میں   زاہد بھی دیکھ لے تو نہائے شراب میں
کیوں کیا کہیں گے حضرت یوسف جواب میں   چوری گیا ہے دل جو زلیخا کے خواب میں
شاید نہ عزم کوچۂ جاناں ہے دل کو آج   بھیجا ہے پہلے جان کو جو اضطراب میں
گردش ہے اس کی چشم کو مستی میں' کیا کہیں   نرگس کا پھول تیر رہا ہے شراب میں
اپنا بھی وقت یاد کرو تم نے شیخ جی   کیا کیا مزے اُڑائے ہیں عہد شباب میں

ضبطِ فغاں سے ڈر یہ مجھے ہے، کہ دل کہیں — سینے کے باہر آ نہ پڑے اضطراب میں

قاتل! میں عاشقِ مژۂ چشمِ مست ہوں — خنجر گلے پہ پھیر بجھا کر شراب میں

اس کی گلی میں لاکھوں کی جانیں ہیں پائمال — اے دل بھلا ہیں آپ وہاں کس حساب میں

افشائے رازِ عشق کے باعث تمھیں، تو ہو — سو بے حجابیاں ہیں تمھارے حجاب میں

پڑھ اس زمیں میں اور غزل 'عیش' اب تو وہ — گوشِ فلک نے بھی نہ سنی ہو جو خواب میں

لکھے ہیں زلفوں کو لام اس کے، مناسبت دی ہیں شام کی بھی
بتاتے مارِ سیاہ بھی ہیں، کہے ہیں، ہے شکل دام کی بھی

پسند کرلیں خواص اس کو، سمجھ میں آئے عوام کی بھی
عرض ہو سب کے پسندِ خاطر، بھی ہے خوبی کلام کی بھی

دیا ہے جس مہروش کو ہم نے دل اپنا، نام خدا وہ وہ ہے
جو دیکھے اس کو تو گم ہو ستی فلک پہ ماہِ تمام کی بھی

فزوں غم ان کو، پہلے ہی تھا خزاں کے موسم میں، اور اب اس پر
گلوں کی صحبت میں بلبلوں کو ہوئی شدت زکام کی بھی

چلے تو ہو پر سمجھ کے جانا گلی میں اس بت کے حضرت دل
جتا دیا ہے یہ ہم نے تم کو وہاں ہے رسم اتہام کی بھی

چلے ہیں کعبے کو شیخ صاحب، کہیں ہیں بیت الصنم میں ایسا
کہ واں تو جائیں گے وہ، ولیکن خبر ہے یہاں ایک مقام کی بھی

یقیں ہو وعدہ پہ کیونکہ ان کے کیا نہ ایفا کبھی انھوں نے
ہزاروں قسمیں وہ کھا چکے ہیں کہ پہلے تیسوں کلام کی بھی

نگیں کو حاصل ہے روسیاہی، جہاں میں ہر چند ہم نے مانا
یہ واقعی ہے ولے جو دیکھو تو بات ہے اس میں نام کی بھی

گیا جو قاصد پیام لے کر ھمارے جانب سے پاس اس کے
پیام کیسا ، ھوئی اجازت نہ اس کو ھرگز سلام کی بھی
تیرا بھی وحشت زدہ ھے ایسا کہ چوکڑی گم ھو آھووں کی
جو دشت وحشت میں دیکھ لیں چال تیرے وحشت خرام کی بھی
لکھے ھیں اے 'عیش' جس زمیں میں یہ شعر تو نے سنا ھے ھم نے
کہ اس سے پہلے غزل اسی میں ھے 'میر' عالی مقام کی بھی

مقابل اس در دنداں کے بد گہر کیا ھے — اور 'عیش' لعل کی اس لب کے آگے قدر کیا ھے
خیال یار میں ھوں محو بے خودی ایسا — مجھے خبر نہیں دل کیا ھے اور جگر کیا ھے
کہتے ھے عشق میں ناصح کہ ھے ضرر دل کا — جو واقعی ھے ضرر یہ ھی، تو ضرر کیا ھے
کیا ھے نوح کے طوفاں کو تو نے شرمندہ — ارادہ اب ترا کچھ اور چشم تر کیا ھے
تو میری آہ سے سینہ سپر نہ ھو اے چرخ — تجھے خبر نہیں اس آہ میں اثر کیا ھے
تو راہ عشق کے صدموں سے مت ڈرا واعظ — جو سر فروش ھیں اس رہ میں ان کو ڈر کیا ھے
تو کس گھمنڈ پہ مثل شرر اچھلتا ھے — خیال دل میں تو کر ، ھستی شرر کیا ھے
خدا نے کھولا ھے یہ راز جن پہ عالم میں — وہ جانتے ھیں کہ ماھیت بشر کیا ھے
بتوں کے سجدۂ در کے سواء بتا اے 'عیش' — جہاں میں تو نے کیا اور عمر بھر کیا ھے

مجھ سے پوچھیں ھیں وہ کہ کیا ھے دل — کیسا کہوں خانۂ خدا ھے دل
دوری فرقت میں اے بت دمساز — ھو کے آنکھوں سے خوں بہا ھے دل
مل کے اُس سے ھوا مرا دشمن — دیکھو کیا سخت بے وفا ھے دل
عنصر خاک سرد و دل یہ گرم — کون سی خاک سے بنا ھے دل
اے ھوس جو یار کے در پر — خاک ھووے تو کیمیا ھے دل
ھم ھجراں میں ھو کے قطرۂ خوں — نوک مژگاں پہ آ رھا ھے دل

سینہ میں اک کھٹک سی ہے اور بس　　ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے دل
یاد میں اس کے تیر مژگاں کے　　ہدف ناوک بلا ہے دل
تجھ سے کوئی بھلا ملے کیوں کر　　تیرا ہر حرف خود جدا ہے دل
قدر دل کوئی 'عیش' کیا جانے　　مخزن راز کبریا ہے دل

لیجئے یہ ہیں حکیم آغا جان 'عیش' دہلوی اور یہ ہے اُن کا کلام - اچھے برے کا اندازہ آپ کر لیجئیے - ہم تو یہی کہتے ہیں کہ زبان اُردو پر اُن کا بڑا احسان ہے - انہی لوگوں نے زبان کو مانجھا ' محاوروں کا صحیح استعمال بتایا ' رعایت لفظی سے زبان کو پاک صاف کیا ' شوخی مضامین سے کلام کو آراستہ کیا ' اِسی دشت نوردی میں ساری عمر گذار دی اور چلتے چلاتے اپنی کمائی بندل میں باندھ ہم کو دے گئے کہ لو بھئی یہ تمہارا مال ہے - اب تم جانو اور تمہارا کام جانے - سنبھال کر رکھا اور اس مال میں اضافہ کیا تو ہمارا بھی نام رہ جاے گا تمہارا بھی نام ہوگا - نہیں تو جس طرح دہلی کھو بیٹھے اسی طرح زبان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے —

حسن

از

(جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب 'کیفی')

قدرت کے حسن کا تم دیکھو اگر نظارا — تو یہ جہان سارا محبوب ہو تمہارا
کس میں نہیں تناسب کس میں نہیں توازن — وہ خاک کا ہے ذرہ یا پر ضیا ستارا
رنگین عینک اپنی آنکھوں سے دور کر دو — بے پردہ دیکھنا ہے گر حسن کا نظارا
لیلی کو چشم مجنوں سے دیکھنا ہے لازم — یہ ہو تو دل پکارے' ہے حسن عالم آرا
پردہ بنے تقید' گھونگٹ بنے تعین — پھر حسن اور خوبی کا ہو کہاں گزارا
وہ حسن کی پرستش ہے نفس کی پرستش — جب حرص اور غرض نے احساس کو اُبھارا
تم حسیات اسفل کے ہوگئے ہو بندے — لذات نفس سے ہے ذوق سلیم ہارا
اچھے برے کا تم کو احساس ہو تو کیونکر — ہے بد مزاقیوں نے انفس حسوں کو مارا
دریا کا ہے ترنم یا بحر کا تلاطم — شان جلال ہے یہ' وہ ہے جمال آرا
شمع ازل سے روشن بزم جہاں ہے ساری — انسان میں بھی اس کا آ چمکا اک شرارا
انسان و حسن کا تم سمجھے ہو جو تلازم — وہ بھول ہے سراسر اور سادہ پن تمہارا
بیدار ذہن میں ہو حس جمالیاتی — پھر دل کی آنکھ کا ہو' گل کیا ہے خار تارا

گل بوٹے کیا' جہاں کی ایک ایک شے حسیں ہے
وہ چشم حسن بیں ہی تم کو ملی نہیں ہے

سب حسن کا زباں سے ہیں نام لینے والے | حرص و ہوا کے لیکن وہ پڑگئے ہیں پالے
دیدار حسن سے ہو دل کی کلی شگفتہ | اک رخ کی چھب سے کوئی کیوں دل میں داغ ڈالے
گیسو میں دل الجھکر رہ جائے کیوں تمہارا | کیوں زلف عنبریں سے ڈس جائیں تم کو کالے
کیوں دیکھ کر وہ قامت ٹوٹے وہیں قیامت | گھائل ہو کیوں جو دیکھے مژگاں کے تیز بھالے
بجلی گرائے دل پر کیوں عشوۂ تبسم | کیوں تیغ ابروؤں کی قلب و جگر کو کھالے
یہ نقص ذہنیت ہے، تنگی ہے یہ نظر کی | خود غرضی و ہوس نے آنکھوں پہ پردے ڈالے
عاشق کہو نہ اُس کو وہ بوالہوس ہے انساں | روح اور دل کو کردے جو نفس کے حوالے
جب تک ہے شاخ پر گل، ہے مظہر تجمل | لازم ہے رنگ و بو کا تو دید سے مزا لے
تو چھید کر دل اس کا جو ہار گوندھتا ہے | یہ ہے ہوس پرستی۔ مت نام عشق کا لے
سب راگ سن چکے ہیں جو تو الاپتا ہے | حسن اور عشق کے ہیں دفتر بہت کھنگالے
دل صاف ہو جو تیرا، احساس پاک تیرا | تو حسن تیرے دل سے خار الم نکالے

یہ حسن کے کرشمے، رعنائی کے نظارے
سینوں میں عشق گل کے چمکاتے ہیں شرارے

کیوں گل کو دیکھکر تو بیخود ہوا چمن میں | جا دیکھ تو بہاریں کہسار اور بن میں
کیا مست دیکھکر ہے گملوں کی کیفیت کو | کھل جائیں تیری آنکھیں جاکر جو دیکھے بن میں
باد بہار ہوتی ہے کیف پاش جس دم | مستی سے جھومتے ہیں گویا پہاڑ بن میں
سر جیون آبشاریں نیچر کی وہ بہاریں | سب کیونکہ آ سمائیں اس چپہ بھر چمن میں
صنعت بدل نہ ہوگی فطرت کی خوبیوں کی | نیچر کی نقل ہے وہ، جو ہے کمال فن میں
پاکیزگی نہیں ہے شے کوئی اکتسابی | جو بات ہے لگن میں ہرگز نہیں جتن میں

تو ہے تصنع آگیں، تو ہے تکلف آئیں پھر حسن عالم آرا کیونکر سمائے من میں

کوزے میں بند ہوں کب دریا کی آکے موجیں ہو جائے جذب کیونکر "قلّ" حوض کے بدن میں

اپنی جگہ ہے صنعت، پر ہر جگہ ہے فطرت اعجاز بیش و کم ہے اس کا ہی بن چمن میں

کیا آئینہ کے آگے مغرور ہے کہ ہے بھی تو بحر حسن کا ہے اک قطرہ تیرے تن میں

جذبات کو اُبھارے کیا بحر کا تموج بس غرق ہو چکا ہے تو تو چہِ ذقن میں

مستِ ہوس ہے بلبل جو پھول پر فدا ہے

'کیفی' کو ساغر گل جام جہاں نما ہے
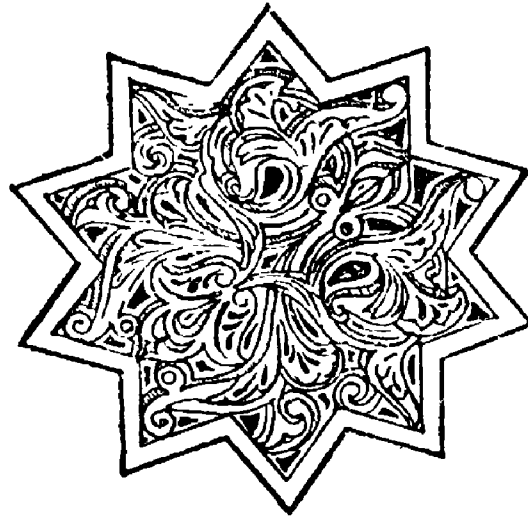
اُردو مخطوطات

انڈیا آفس لائبریری میں

از

(جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب - ماہر آثار قدیمہ)

انڈیا آفس کے کتب خانے میں اُردو زبان کی جس قدر قلمی کتابیں ھیں اُن کی ایک مبسوط فہرست پروفیسر بلوم ھارٹ (J. F. Blumhardt) نے مرتب کی ھے اور سکرٹری آف اسٹیٹ کے ایما سے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے چھپوا کر سنہ ۱۹۲۶ ع میں شایع کیا ھے —

یہ فہرست اُسی انداز پر لکھی گئی ھے جیسی کہ ریو اور ایتھے نے فارسی مخطوطات کی فہرستیں بنائی ھیں - اس میں ھر کتاب کے متعلق توضیحی معلومات کے مہیا کرنے کی سعی کی گئی ھے - کتاب اور مصنف کا نام عہد تصنیف ، مطبوعات کی تفصیل اور بعض ضروری معلومات پر مؤلف نے تا امکان روشنی ڈالی ھے - اور بعض باتیں ایسی بھی لکھی ھیں جن سے ھمارے یہاں کے تذکرہ نویس عموماً ناواقف ھیں —

مؤلف نے اس کی ترتیب میں کتب ذیل سے مدد لی ھے اور جگہ جگہ ان کے حوالے دے ھیں —

ایتھے کی فہرست مخطوطات فارسی متعلقۂ کتب خانۂ انڈیا آفس لنڈن-

ریو کی فہرست مخطوطات فارسی متعلقۂ کتب خانۂ برٹش میوزیم لندن - اسپرنگر کی فہرست مخطوطات فارسی و اُردو متعلقۂ کتب خانہ شاہان اودھ - تاسی کی تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی —

شعراء کے حالات زیادہ‌تر ذیل کے تذکروں سے ماخوذ ہیں —

مرزا علی لطف کا تذکرۂ گلشن ہند - نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا گلشن بےخار - حکیم قطب الدین باطن کا گلستان بے خزاں - عبدالغفور خاں نساخ کا سخن شعرا - محمد حسین آزاد کا آب حیات - درگا پرشاد نادر کی ' خزینۃالعلوم ' -

اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈیا آفس کے کتب خانے میں اُردو مخطوطات کی کل (۲۶۹) جلدیں - ہیں اور فنون کے اعتبار سے ان کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے —

۱	دینیات	Theology	۳۴	(۳۴ - ۱)
۲	تاریخ	History	۱۱	(۵۱ - ۳۵)
۳	سوانح	Biography	۳	(۵۴ - ۵۲)
۴	تذکرے	Tazkirahs	۱۴	(۶۶ - ۵۵)
۵	جغرافیہ	Topography	۴	(۷۰ - ۶۷)
۶	قصص وحکایات	Romances and Fables	۲۷	(۹۸ - ۷۱)
۷	منظومات	Poetry	۱۲۸	(۲۲۷ - ۹۹)
۸	اخلاق	Ethics	۳	(۲۲۹ - ۲۲۸)
۹	طب	Medicine	۲	(۲۳۲ - ۲۳۰)
۱۰	موسیقی	Music	۹	(۲۴۱ - ۲۳۳)
۱۱	زراعت	Agriculture	۱	(۲۴۲)
۱۲	فنون حرب	Military Arts	۱	(۲۴۳)

۱۳ مجموعۂ الفاظ	Vocabularies	۱۴	(۲۴۴ – ۲۵۷)
۱۴ لغات	Dictionaries	۲	(۲۵۸ – ۲۵۹)
۱۵ صرف و نحو	Grammar	۲	(۲۶۰ – ۲۶۱)
۱۶ متفرق	Miscellaneous	۸	(۲۶۲ – ۲۶۹)

انڈیا آفس کے کار کنوں نے اس ذخیرے کو مختلف ازمنہ میں مختلف افراد سے حاصل کیا ہے ۔ جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے --

سنہ ۱۸۰۴ ع – ۳۰ مئی ۔ ولیم کرک پیاٹرک William Kirkpatrick نے تحفتاً پیش کیا ۔ نمبر ۲۴۰

سنہ ۱۸۰۴ ع – ۲۷ جون ۔ ولیم اوگ William Ogg نے تحفتاً پیش کیا ۔ نمبر ۱۰۷ – ۲۴۷ – ۲۵۵ - ۲۵۷

سنہ ۱۸۰۶ ع – ۱۶ جولائی ۔ سر نگا پٹن کی غارت‌گری کے بعد فوج کی جانب سے بطور ہدیہ وصول ہوے نمبر ۳ – ۱۶ – ۳۹ – ۵۷ – ۷۸ – ۱۰۳ – ۱۲۲ – ۲۳۴ –

سنہ ۱۸۰۷ ع – ۲۷ فروری ۔ رچرڈ جانسن Richard Johnson سے خریدے گئے ۔ نمبر ۲ – ۴ – ۳۵ – ۸۷ – ۸۸ –

سنہ ۱۸۰۹ ع – ۲۹ ستمبر ۔ مہاراجہ گائیکوار نے بطور تحفہ روانہ کئے ۔ نمبر ۱ – ۷۹ – ۵۶ – ۵۹ – ۹۳ – ۲۱۳ –

سنہ ۱۸۰۹ ع ۹ – مئی ۔ وارن ہیسٹنگس Warren Hastings سے خریدے گئے ۔ نمبر ۱۲۳ – ۱۶۷

سنہ ۱۸۱۶ ع – ۲۶ دسمبر ۔ میر حسن علی نے بطور ہدیہ پیش کیا ۔ نمبر ۳۴

سنہ ۱۸۲۳ ع – ۱۹ جولائی ۔ میکنزی کلکشن Mackenzie Collections سے حاصل کئے گئے ۔ نمبر ۳۷ – ۶۱ – ۱۰۵ – ۱۰۹

سنہ ۱۸۲۴ ع – ۲۵ جون ۔ جان لیڈن John Leyden کے والد سے خریدے گئے ۔

نمبر ۵۲ - ۵۸ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ -
۷۷ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۹۷ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ -
۱۰۲ - ۱۰۴ - ۱۰۶ - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۸ -
۱۱۹ - ۱۲۱ - ۱۳۴ - ۱۳۷ - ۱۴۵ - ۱۴۸ - ۱۵۸ -
۱۵۹ - ۲۱۸ - ۲۲۳ - ۲۲۷ - ۲۳۳ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۶۲ -

سنہ ۱۸۳۵ ع —— فورٹ وليم كالج سنہ ۱۸۳۵ ع میں بند كرديا گيا تو وهاں سے كتب ذيل منتقل کی گئیں - نمبر ۱۷ - ۳۱ - ۳۹ - ۱۱۶ - ۱۲۵ - ۱۴۴ - ۱۵۰ - ۱۶۲ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۴ -

سنہ ۱۸۳۹ ع —— سرجان كنيوی Sir John Kennaway نے تحفتاً پیش كيا - نمبر ۲۴۱ -

سنہ ۱۸۵۶ ع - ۱۱ اكتوبر- ڈاكٹر ولسن H .H . Wilson نے بطور هديہ پیش كيا - نمبر ۳۳ -

سنہ ۱۸۵۶ ع- ۲۰ جولائی- پیرس كی نمائش سے جو سنہ ۱۸۵۵ ع میں منعقد هوئی تهی كتب ذيل خریدی گئیں - نمبر ۹۴ - ۲۴۹ -

سنہ ۱۸۶۴ ع - ۲۲ جولائی- بالن ٹین James Ballantyne سے جو انڈیا آفس کا لائبریرین تها' كتب ذيل خريدی گئیں - نمبر ۹۰ - ۹۸ - ۱۳۵ - ۲۶۱ - ۲۶۹ -

سنہ ۱۸۶۴ ع —— هال F . Hall نے جو انڈیا آفس کا لائبریرین تها كتب ذيل هديتاً دیں - نمبر - ۱۹ - ۵۶ - ۵۹ - ۹۳ - ۲۱۴ -

سنہ ۱۸۷۶ ع —— رايل سوسائٹی نے كتب ذيل تفويض كیں - نمبر ۹۶ - ۱۲۰ - ۲۱۹ -

سنه ۱۸۷۶ ع - ۲۲ مئی -	کپتان پاگسن W. R. Pogson نے بطور هدیه پیش کیا - نمبر ۱۶۸ -
سنه ۱۸۷۷ ع -	دھلی کے کتب خانۂ شاھی کا بہت بڑا حصه لارڈ کیننگ (Lord Canning) کے ایما سے سرکاری طور پر انڈیا آفس میں محفوظ کیا گیا - نمبر ۵ سے ۹ تک ۱۰ سے ۱۵ تک ' ۲۰ سے ۲۹ تک ' ۳۸ - ۵۳ - ۵۴ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۹ - ۸۲ - ۹۳ - ۱۱۷ - ۱۲۴ - ۱۲۸ سے ۱۳۰ تک ' ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۹ - ۱۳۸ سے ۱۴۰ تک ' ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۷ - ۱۵۹ - ۱۵۷ - ۱۹۰ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۹ ۱۷۲ سے ۱۸۵ تک ' ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۹۰ سے ۲۱۳ تک ' ۲۱۵ - ۲۱۹ - ۲۱۷ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۹ - ۲۲۸ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۵۹ - ۲۹۵ -
سنه ۱۸۹۲ ع ۳ اکتوبر -	بھاؤ نگری نے بطور تحفه پیش کیا - نمبر ۱۱۰ -
سنه ۱۹۰۷ ع - ۱۳ مئی -	ارکنیالی J. O'kinealy کا اسباب نیلام ھوا تو اس میں کتب ذیل خریدی گئیں - نمبر ۱۸ - ۳۱ - ۸۰ - ۱۶۸ - ۲۹۸ -
سنه ۱۹۱۲ ع ۱۶ فروری -	ولیم اروین William Irvine کے وارثوں سے کتب ذیل خریدی گئیں - نمبر ۴۳ - ۴۴ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۵ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۷۰ - ۱۸۹ - ۲۲۹ - ۲۴۲ -
——— ———	چارلس بروں C. Brown متوفی سنه ۱۸۸۴ ع مصنف تلنگی انگریزی ڈکشنری نے ھدیۃً دیا - نمبر ۱۵۲ -

اس ذخیرے میں جو کتابیں خاص خاص خصوصیات رکھتی ہیں ان کو مسٹر تھامس (W. Thomas) مہتمم کتب خانہ نے تین گروپ میں تقسیم کیا ہے —

(۱) کتابت کی قدامت کے لحاظ سے " امواج خوبی " کے دو نسخے (۱ - ۲) قابل توجہ ہیں - جن کی کتابت سنہ ۱۰۱۹ ھ اور سنہ ۱۰۷۸ ھ میں ہوئی ہے —

۲) باتصویر چھ کتابیں ہیں - خاور نامہ (۳۵) قصۂ سبز و رنگ (۹۲) پھولبن (۱۰۳) - لال و گوھر (۱۱۰) مثنوی میرحسن (۱۳۱) کلیات سودا (۱۳۶) —

(۳) مصنفین کے مسودات سے گیارہ کتابیں خاص " رنگین " کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۹۲ - ۲۰۸ - ۲۱۰ —

اس فہرست کو جب ہم سرسری نظر سے دیکھتے ہیں تو اس میں دکنی زبان کی اکثر کتابیں نظر آتی ہیں جس سے گمان ہوتا ہے کہ اُن کی وجہ سے ہماری معلومات میں بعض نئی باتوں کا اضافہ ہوگا اور قدیم اُردو کی تاریخ مدون کرنے میں بہت کچھ مدد ملےگی - لیکن غایر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں زیادہ تر وہی کتابیں ہیں جن سے تاریخ اردو کے مطالعہ کرنے والے مدت سے واقف ہیں اور اُن میں سے اکثر کتابوں کا تذکرہ ہماری کتاب اُردوے قدیم میں ہو آچکا ہے - چنانچہ مثال کے طور پر چند خاص خاص کتابوں کے نام اور ان کے سنہ تصنیف ذیل میں درج کرتے ہیں —

ادب آرنگ	میاں خوب محمد	سنہ ۹۸۶ھ	(۱ و ۲)
فسانۂ قطب شاہ	....	سنہ ۱۰۱۸ھ	(۱۲۲)
قصہ سیف الملوک	ملاغواصی	سنہ ۱۰۳۵ھ	(۹۹)
خاور نامہ	رسمی	سنہ ۱۰۵۹ھ	(۳۵)

پھول بن	ابن نشاطی	سنه ۱۰۶۶ھ	(۱۰۳)
گلشن عشق	ملا نصرتی	سنه ۱۰۶۸ھ	(۱۰۴)
علی نامه	ملا نصرتی	سنه۱۰۷۱ھ	(۳۶)
شریعت نامه	شاہ ملک	سنه ۱۰۷۷ھ	(۳)
جنگ نامه	سیوک	سنه ۱۰۹۵ھ	(۱۰۸)
ظفر نامه	لطیف	سنه۱۰۹۵ ھ	(۱۰۹)

ان کے علاوہ دکنی کی چند اور کتابیں بھی ھیں - مثلاً بوجھه ورنجن (۴) شیخ فریدالدین عطار کے تذکرے کا منتخب (۵۲) ابو شحمه (۷۱) ابراھیم ادھم (۷۴) بہلول صادق (۷۹) ھشام و قمر (۹۴) چندر بدن (۱۰۰) کے قصے - مرزامحمد اسمعیل کی حکایات (۷۵ - ۷۶) انوار سہیلی (۸۶ - ۸۷) اور گلستاں (۹۶ - ۹۷) کے ترجمے - یه سب بارھویں صدی ھجری کے اخیر زمانے میں تصنیف ھوی ھیں - اور ان کے مصنف میر اور مرزا سودا کے معاصر ھیں - اس لئے ان‌کو دور قدیم‌سے کوئی تعلق نہیں ھے - اور نه ادبیات اُردو میں کوئی خاص اھمیت رکھتے ھیں —

غرض که انڈیا آفس میں ادبیات اُردو کا جو ذخیرہ جمع ھے وہ ھمارے لئے نادر و نایاب نہیں ھے - حیدرآباد اور انجمن ترقی اُردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یه سب بلکه اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ھیں جن کا پته انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ھے - ایسی حالت میں جو لوگ اُردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجه فرماتے ھیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکا دیتے ھیں —

انڈیا آفس کے تاریخی ذخیرے میں بعض کتابیں ایسی ھیں که جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ھے - مثلاً احمد شاہ درانی اور مرھٹوں کے جنگ نامے (۳۷ - ۳۸) انگریزوں کے حملۂ کابل کی سرگذشت (۴۰) حیدر علی خاں والی میسور کا تذکرہ (۴۲) سادات بارہ کی تاریخ اور نسب نامه (۴۳ - ۴۴)

وغیرہ - یہ سب چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں - لیکن معاصرین کے لکھے ہوئے ہیں - اس لئے قابل قدر ہیں —

انڈیا آفس میں سعادت یار خاں رنگین کی تمام تصنیفات موجود ہیں اور ان کی مدد سے رنگین کی تصنیفات کی فہرست بآسانی تیار ہو جاتی ہے —

(۱) دیوان ریختہ (۲) دیوان بیختہ (۳) دیوان آمیختہ
(۴) دیوان انگیختہ (۵) مجموعۂ رنگین (۶) مجالس رنگین
(۷) امتحان رنگین (۸) اخبار رنگین (۹) حدیقۂ رنگین- ان کتابوں کا مجموعہ نورتن رنگین کہلاتا ہے —

(۱۰) ایجاد رنگین (۱۱) عجائب و غرایب رنگین (۱۲) داستان رنگین
(۱۳) چہار چمن رنگین (۱۴) پنجۂ رنگین (۱۵) گلدستۂ رنگین - ان کا مجموعہ شش جہت رنگین کہلا تا ہے —

(۱۶) شہر آشوب رنگین (۱۷) امثال رنگین (۱۸) حکایات رنگین
ان کا مجموعہ مثلث رنگین کہلا تا ہے —

(۱۹) جنگ نامہ رنگین (۲۰) نصاب رنگین (۲۱) حکایت رنگین (۲۲) مرقع رنگین (۲۳) حکایات رنگین - ان کا مجموعہ خمسۂ رنگین کہلا تا ہے - (۲۴) تصنیف رنگین (۲۵) گلدستۂ رنگین (۲۶) سبحۂ رنگین (۲۷) رنگین نامہ (۲۸) ساقی نامۂ رنگین (۲۹) تجربۂ رنگین (۳۰) کلام رنگین - ان کا مجموعہ سبع سیارہ رنگین کہلا تا ہے —

حسب ذیل کتابیں کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں - (۳۱) فرس نامہ رنگین - اس کا دوسرا نام اسب نامہ ہے (۳۲) قوت الایمان - عقاید کے بیان میں (۳۳) قصیدۂ قادریہ کا ترجمہ (۳۴) قصیدۂ بانت سعاد کا ترجمہ —

پروفیسر بلوم هارٹ نے مختلف تذکروں سے اخذ کر کے بعض شعرا کے

حالات اور ان کے تصنیفات کے متعلق متفرق معلومات جمع کی ھیں جن سے بعض مفید و کار آمد باتیں معلوم ھو جاتی ھیں - مثلاً نمبر ۱۱۵ پر دیوان ولی کے ایک ایسے نسخے کا تذکرہ ھے جس کو سیدالمعالی کے فرزند سید محمد تقی نے بتاریخ ۲ ذی‌القعدہ سنہ ۱۱۵۶ ھجری میں تحریر کیا ھے - یہ ابوالمعالی وھی بزرگ ھیں جن کے ساتھہ ولی نے دلی کا سفر کیا تھا - اس کے خاتمے پر جو عبارت کاتب نے لکھی ھے اُس سے ثابت ھوتا ھے کہ ولی کا نام ولی محمد ھے اور اس نسخے کی کتابت کے وقت فوت ھوچکے تھے - چنانچہ خاتمے کی اصل عبارت یہ ھے —

> تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان ولی محمد مرحوم متوطن دکن بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ سنہ۱۱۵۶ ھجری روز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر یافت - مالک و کاتب این دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ست ' کسے کہ دعوی کند باطل است —

پروفیسر بلوم ھارٹ نے فہرست کی ترتیب و تبویب میں بہت بے احتیاطی سے کام لیا ھے - مثلاً تاریخ History اور جغرافیہ Topography کے دو جدا جدا عنوان قائم کئے ھیں - لیکن تاریخ جمالی (۴۷) کو جس میں قصبۂ جمال پور کا تذکرہ ھے جغرافیہ میں درج کر کے عوض تاریخ میں شامل کر دیا ھے - قصص و حکایات Romances and Fables اور منظومات Poetry کے بھی علیحدہ علیحدہ عنوان ھیں - اس لئے ضروری تھا کہ جملہ منظوم کتابیں منظومات کے تحت میں جمع کردی جاتیں یا نظم و نثر میں جس قدر کتابیں قصص و حکایات کے متعلق ھیں اُن سب کو قصص و حکایات کے تحت میں لکھا جاتا - لیکن بلوم ھارٹ نے ایسا نہیں کیا ھے بلکہ چند منظوم افسانے قصص و حکایات میں (مثلاً نمبر ۷۱ - ۷۲ - ۷۴ - ۸۲ - ۸۳ - ۹۲) اور چند منظومات کے تحت میں (مثلاً ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۳ - ۱۰۴ -

۱۱۰) درج کئے ھیں - اسی طرح بعض مذھبی نظموں کو منظومات کے تحت میں (۱۶۸ – ۱۶۵) اور بعض کو دینیات Theology کے تحت میں (۱ – ۲ - ۴ – ۲۹)۔ لکھه دیا ھے - خاور نامه (۳۵) علی نامه (۳۶) فتح نامۂ ٹیپو سلطان (۱۴۵۰) منظوم ھیں اور تاریخی کتابیں ھیں - ان میں سے دو اول الذکر کو تاریخ میں اور فتح نامه کو منظومات میں درج کیا ھے - عطا حسین خاں تحسین کی نو طرز مرصع (۱۲۹ – ۱۳۰) نثر ھے لیکن منظومات میں شریک کردی گئی ھے - اور ان بے احتیاطیوں سے فہرست کی تقسیم و تبویب میں بے ترتیبی واقع ھوگئی ھے —

اس خرابی کے علاوہ فہرست میں بعض تاریخی اور تحقیقاتی غلطیاں بھی پائی جاتی ھیں - اس میں کئی جگه سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کا سنه جلوس سنه ۱۰۲۰ ھ مطابق سنه ۱۶۱۱ عیسوی اور سنه وفات سنه ۱۰۸۳ ھجری مطابق سنه ۱۶۷۲ عیسوی بتا یا گیا ھے (۹۹ – ۱۰۳) حالانکه جلوس کی صحیح تاریخ ۲ – جمادی الاول سنه ۱۰۳۵ ھ مطابق یکم فروری سنه ۱۶۲۶ عیسوی ھے جو اس کی قبر پر کندہ ھے * —

غواصی کی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ھوے لکھا ھے که محمد قادری نے نخشبی کے طوطی نامے کا خلاصه کیا تھا - اُس کو غواصی نے دکنی میں منظوم کیا (۹۹) لیکن یه غلط ھے - کیونکه غواصی کا طوطی نامه نخشبی کے طوطی نامے سے حرف به حرف مطابقت رکھتا ھے - اور دونوں میں بالترتیب باون حکایات مذکور ھیں - بر خلاف اس کے محمد قادری نے صرف پینتیس حکایات کا خلاصه کیا ھے —

بعض کتابوں کے مصنفین کی نسبت پروفیسر بلوم ھارٹ سے غلطی ھو گئی ھے - مثلاً قصه چندر بدن (۱۰۰) کو عزیز کی ' پنچھی باچھه (۱۲۱) کو ضعیف کی اور بکٹ کہانی (۹۳/۹ – ۱۶۹ – ۱۷۰) کو گوپال کی تصنیف بتایا ھے - لیکن صحیح

---

* Epigraphia Indo-Moslemica 1915 - 16 PP 40

یہ ہے کہ قصۂ چندر بدن مہیار کی تصنیف ہے جو ایک دکنی شاعر اور اورنگ زیب کا معاصر ہے - پنچی باچھہ کے مصنف کا تخلص وجدی ہے جو کتاب میں جگہ جگہ آیا ہے - بکٹ کہانی محمد افضل کی تصنیف ہے جن کا تخلص افضل ہے اور یہ بزرگ بقول قائم چاند پوری کے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں گذرے ہیں —

دیوان قایم (۱۶۳) کے تحت میں قایم کی تاریخ وفات سنہ ۱۲۰۲ھ بیان کی ہے اور اس کی توثیق میں جرأت کی حسب ذیل تاریخ نقل کی ہے - لیکن تاریخ سے از روے جمل سنہ ۱۲۰۸ھ برآمد ہوتے ہیں —

'جرأت' نے کہی یہ رو کے تاریخ وفات یکتائی کے ساتھہ
'قائم' بنیاد شعر هندی نہ رہے' کیا کہئے اب آہ

اس تمہیدی نوٹ کو ختم کر کے ہم پروفیسر بلوم هارٹ کی فہرست کا اقتباس نقل کرتے ہیں - اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائےگا کہ انڈیا آفس کے کتب خانے میں اُردو زبان کی کون کون سی قلمی کتابیں محفوظ ہیں —

کتب خانہ انڈیا آفس کے اردو مخطوطات

پروفیسر بلوم ہارٹ کی فہرست کا التماس

۱ - دینیات

۱ - امواج خوبی — ایک صوفیانہ نظم خوب ترنگ کی شرح - خوب ترنگ کو خوب محمد نے سنہ ۹۸۶ ھ میں بزبان دکنی نظم کیا - سنہ ۱۰۰۰ ھ میں بزبان فارسی اس کی شرح لکھی - مکتوبہ ۲ - صفر سنہ ۱۰۱۶ ھ - ۹۶ ورق - شرح متن میں خوب ترنگ حاشیہ پر ہے -

۲ - نسخۂ ثانی — مکتوبہ ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۸ ھ - ۱۷۹ ورق - متن میں خوب ترنگ، حاشیہ پر شرح -

۳ - شریعت نامہ — مسائل فقہ میں - منظوم بزبان دکنی - شاہ ملک نے سنہ ۱۰۷۷ ھ میں تصنیف کیا - ۴۸ ورق -

۴ - بوجھہ نرنجن — مسائل فقہ میں - منظوم بزبان دکنی - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - کتابت سنہ ۱۱۲۹ ھ - ۱۴ ورق -

۵ - موضح القرآن — شاہ عبدالقادر دھلوی کا ترجمہ قرآن شریف اور مختصر تفسیر جو سنہ ۱۲۰۵ ھ میں تمام ہوئی ہے - صرف ابتدا کے چار سورے - ۱۴۱ ورق -

۶ - ترجمۂ قرآن شریف	بین السطور شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ - حاشیہ پر شاہ عبدالقادر کی تفسیر موضح القرآن - صرف چھہ سورے ۲۰۸ ورق —
۷ - ترجمۂ قرآن شریف	بین السطور شاہ رفیع الدین کا ترجمہ - صرف تیسواں سیپارہ - ۸۳ ورق —
۸ - ترجمۂ قرآن شریف	بین السطور شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اور حاشیہ پر موضح القرآن، صرف آخر کے دوسیپارے - ۲۹ ورق —
۹ - ترجمۂ قرآن شریف	بین السطور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ - صرف تیسواں سیپارہ، ۴۰ ورق —
۱۰ - موضح القرآن	صرف تیسواں سیپارہ - آخر میں سورۂ فتح - ۳۷ ورق —
۱۱ - ترجمۂ قرآن شریف	بین السطور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ - دوسرا اور تیسرا سورہ - ۴۱ ورق —
۱۲ - تفسیر سیپارۂ عم	منظوم - تصنیف غلام مرتضیٰ - کتابت ۳ - ذیحجہ سنہ ۱۲۴۰ ھ - ۱۵۵ ورق —
۱۳ - تسفیر سورۂ یوسف	نثر - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - کتابت سنہ ۱۲۹۴ ھ، ۷۹ ورق —
۱۴ - تفسیر سورۂ قاف	نثر - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - ۲۳ ورق —
۱۵ - تفسیر سورۂ رحمن	نثر - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - ۱۲ ورق —
۱۶ - خلاصۂ سلطانی	مسائل فقہ میں - قاضی غلام احمد نے ٹیپو سلطان کی فرمایش سے تصنیف کیا - ۸۶ ورق —

۱۷ - احکام‌النساء	عورتوں کے متعلق مسائل دینیہ - سید غلام احمد نے ٹیپو سلطان کی فرمایش سے نظم اُردو میں تصنیف کی ۔ ۳۳ ورق —
۱۸ - تنبیہ‌المضلین	منظوم - عقاید وہابیہ میں - مولوی خرم علی کی نصیحت‌المسلمین کے جواب میں لکھی گئی ہے - ۲۳ ورق —
۱۹ - تنبیہ‌الغافلین	شاہ رفیع‌الدین دہلوی کے فارسی رسالے کو اُردو نثر میں بیلی نارایں کھتری نے ترجمہ کیا - ۱۱۸ ورق —
۲۰ - برق لامع	منظوم - عقاید اہل تشیع میں - تصنیف مرزا محمد جعفر فصیح - ۸۳ ورق —
۲۱ - اتالیق‌الصبیاں	نثر - تصنیف سید صالم محمد - ۱۰۵ ورق —
۲۲ - نصیحت‌المسلمین	نثر - مسائل دینیہ میں - تصنیف مولوی خرم علی ۳۲ ورق —
۲۳ - فضل بہار	نثر - مسایل دینیہ میں مولوی سید فضل علی نے سنہ ۱۲۴۰ ھ میں تصنیف کیا ، ۳۲ ورق —
۲۴ - مایۃ مسائل	نثر - مولانا محمد اسحاق فاروقی کے رسالہ کو سنہ ۱۲۴۵ ھ میں احمداللہ صدیقی نے ترجمہ کیا - کتابت سنہ ۱۲۷۳ ھ ۸۴ ورق —
۲۵ - مثال نامہ	نثر - مسائل دینیہ میں - حکیم مظفر حسین خاں طبیب خاص امیرالدولہ نواب محمد امیر خاں نے سنہ ۱۲۴۷ ھ میں تصنیف کیا - ۳۹ ورق —
۲۶ - حدایق اثنا عشری	نثر - مسائل اہل تشیع میں - سید مہدی علی کے فارسی رسالہ سیفیہ کو سید سیف‌الدین حیدر نے

سنه ۱۲۵۵ ھ میں ترجمه کیا - ۷۶ ورق —

۲۷ - رسالۂ اوقات نماز پنجگانه — نثر - تصنیف محبوب علی خاں حنفی - کتابت سنه ۱۲۶۴ ھ - ۴۴ ورق —

۲۸ - ضیاالایمان — نثر - عقاید اهل سنت میں - تصنیف مولوی کفایت علی بریلوی - ۳۷ ورق —

۲۹ - عهد نامه — نثر - کسی عربی رسالے کا ترجمه - ۷ ورق —

۳۰ - بحث بطلان تناسخ — نثر - مصنف کا نام غیر متحقق - ۴ ورق —

۳۱ - رساله در عقاید اهل سنت — نثر بزبان دکنی - ۶۹ ورق —

۳۲ - ترجمۂ قصیدۂ برده — شیخ شرف الدین بوصیری کے قصیده کا شعر به شعر ترجمه بزبان دکنی سید محمد نے ترجمه کیا - عهد ترجمه غیر متحقق - ۵۰ ورق —

۳۳ - انتخاب نمازوں کا — عیسائیوں کے لئے - نثر میں - ریورینڈ هنری مارٹین Rev. Henry Martyn نے سنه ۱۸۰۷ ع میں انگریزی سے ترجمه کیا - ۸۷ ورق —

۳۴ - ترجمۂ انجیل متی — سنه ۱۸۱۲ ع میں میر حسن علی نے جان شکسپیر کی مدد سے ترجمه کیا - ۶۱ ورق مصنف کا مسوده —

---

۲ - تاریخ

۳۵ - خاور نامه — ابن حسام کے خاورنامے کا ترجمه - منظوم بزبان دکنی - کمال خاں رستمی نے خدیجه بیگم دختر محمد امین بن ابراهیم قطب شاه و منکوحه سلطان محمد عادل شاه

کی فرمایش سے سنہ ۱۰۵۹ھ میں تصنیف کیا - ۵۴۳ ورق —

۳۶ ـ علی نامہ — سلطان علی عادل شاہ ثانی کی منظوم تاریخ جس کو نصرتی نے سنہ ۱۰۷۱ھ میں تصنیف کیا - ۲۱۹ ورق —

۳۷ ـ جنگ نامہ بھاؤ راو — منظوم - احمد شاہ درانی اور مرھٹوں کی لڑائی جو سنہ ۱۷۶۱ع میں بمقام پانی پت ھوئی اُس کا تذکرہ - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۳۴ ورق —

۳۸ ـ جنگ نامہ مرھٹہ اور شاہ درانی — منظوم - ۳۷ نمبر کے علاوہ مصنف کا نام معلوم نہیں - ۲۷ ورق —

مصنف کا نام معلوم نہیں ۳۴ ورق —

۳۹ ـ آرایش محفل — سو جان رائے کی خلاصۃالتواریخ کے جغرافیائی حصے کا اُردو ترجمہ - ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش سے سنہ ۱۲۱۴ھ میں میر شیر علی 'افسوس' نے ترجمہ کیا - ۲۶۴ ورق —

۴۰ ـ جنگ خراسان — سنہ ۱۸۳۸ع میں انگریزوں نے افغانستان پر جو حملہ کیا تھا، اُس کے واقعات کریم بخش نے نظم میں لکھے ھیں - اس کا دوسرا نام جنگ نامہ کابل ہے - ۶۹ ورق —

۴۱ ـ تاریخ شیر شاھی — شیر شاہ بادشاہ دھلی کی تاریخ - عباس خاں شیروانی کی فارسی تاریخ سے مظہر علی خاں ولا نے سنہ ۱۲۲۰ھ میں بزبان اردو ترجمہ کیا - ۱۲۲ ورق —

۴۲ ـ حیدر نامہ — حیدر علی خاں والیٔ میسور کی تاریخ - ابتدا سے سنہ ۱۷۸۳ع تک - اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں —

۴۳ ـ سیدالتواریخ — نثر - سادات بارہ کی تاریخ - سید روشن علی خاں

ساکن میراں پور ضلع مظفر نگر کی تصنیف —

۴۴ - بیان حسب و نسب سادات بارہ — نثر - تصنیف خورشید علی خاں - ۴ ورق —

۴۵ - تاریخ فرمانروایان بھاول پور — ابتداء سے سنہ ۱۲۲۷ ھ تک - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۱۱۰ ورق —

۴۶ - تاریخ اقوام ھند — پورانوں کی تحریر کے مطابق - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۳۲ ورق

۴۷ - تاریخ جمالی — جمال‌پور پرگنہ محمدآباد ضلع غازی‌پور کا تاریخی بیان عبدالقدیر وکیل نے مرتب کیا - ۹ ورق —

۴۸ - حالات پنجاب — پنجاب کی تاریخ رنجیت سنگھ کے زمانے کی - مہدی علی ذکی نے راجہ نہال سنگھ والیء کپورتھلہ کی فرمائش سے لکھی - ۳۴ ورق —

۴۹ - حالات حملۂ نادر شاہ — تلوک داس کی ھندی نظم کا نثر اردو میں ترجمہ - ۸ ورق -

۵۰ - تاریخ نواب نجیب الدولہ — درگاہ پرشاد ساکن نجیب‌آباد نے سنہ ۱۸۹۰ ع میں مرتب کیا —

۵۱ - حالات نواب رشید خاں — بانیء رشیدآباد واقع ضلع فرخ‌آباد - مکتوبہ سنہ ۱۸۹۳ ع - ۱۴ ورق —

۳ - سوانح عمری

۵۲ - ملتخب نیکنام — اولیاء اللہ کا تذکرہ - منظوم - شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف کا عزیز نے سنہ ۱۲۰۰ ھ میں بزبان دکنی ترجمہ کیا - ۷۶ ورق —

۵۳ - ضیاء الابصار — شہادت امام حسین کا تذکرہ - میر علی اکبر رضوی نے

سنہ ۱۲۳۲ ھ میں عربی سے نثر اُردو میں ترجمہ کیا۔
۹۳۴ ورق —

۵۴ – داوزدہ مجلس — شہداء کربلا کے واقعات صاف و سادہ نثر اُردو میں
مصنف نا معلوم —

---

۴ – تذکرے

۵۵ – مخزن نکات — اُردو شعراء کا تذکرہ۔ محمد قیام الدین قایم نے
سنہ ۱۱۶۸ ھ میں مرتب کیا۔ ۸۶ ورق —

۵۶ – تذکرہ علی حسینی گردیزی — اردو شعرا کا تذکرہ جو سنہ ۱۱۶۵ ھ میں مرتب ہوا
مکتوبہ ۱۱۸۰ ھ۔ ۷۲ ورق —

۵۷ – نسخۂ دوم — مکتوبہ سنہ ۱۲۱۶ ھ۔ ۷۹ ورق —

۵۸ – نسخۂ سوم — مکتوبہ سنہ ۱۸۰۵ ع۔ ۱۱۹ ورق —

۵۹ – مجموعہ نغز — شعرائے اُردو کا تذکرہ۔ مصنفہ سید ابوالقاسم میر
قدرت اللہ خاں دھلوی المتخلص بہ قاسم۔ ۴۵۰ ورق

۶۰ – گلشن ھند — نواب علی ابراھیم خاں کے فارسی تذکرۂ گلزار ابراھیم
سے مرزا علی لطف نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش
سے سنہ ۱۸۰۱ ع میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۶ ورق —

۶۱ – گلستان بیخزاں — سید قطب الدین باطن نے سنہ ۱۸۳۹ ع میں مرتب کیا۔
۱۴۶ ورق —

۶۲ – تذکرہ سرور — مرتبہ میر محمد خاں سرور۔ ۴۷۹ ورق —

۶۳ – عیارالشعراء — مرتبہ منشی خوب چند ذکا۔ ۴۷۴ ورق —

۶۴ – تذکرۂ شعرائے اُردو — ناقص اول:- کتاب اور مصنف کا نام معلوم نہیں۔
شاہ عالم بادشاہ کی وفات (سنہ ۱۸۰۶ ع) کے بعد
تالیف ہوا ہے۔ ۲۰۸ ورق —

۶۵ - تذکرۂ شعراے اردو — بلا دیباچہ - کسی نا معلوم الاسم مصنف کا مسودہ ہے - ۸۲ تا ۱۱۳ ورق —

۶۶ - بیاض — فارسی اور اُردو شعراء کے منتخب کلام کا مجموعہ جس کو منشی شمس الدین نے مرتب کیا ہے —

۵ - جغرافیہ

۶۷ - تاریخ بھدوھی — پرگنہ بھدوھی واقع ضلع مرزا پور کا تاریخی بیان قاضی محمد شریف نے سنہ ۱۸۴۷ ع میں مرتب کیا - ۳۸ ورق —

۶۸ - آئینہ بندیل کھنڈ — بندیل کھنڈ کا تاریخی اور جغرافیائی بیان - سنہ ۱۸۶۷ ع میں سید منظور احمد نے مسٹر لائیڈ (Lloyd) کی فرمائش سے مرتب کیا - ۱۲۱ ورق —

۶۹ - تاریخ ھنسوہ — مصنف کا نام معلوم نہیں - ۲۸ ورق —

۷۰ - وقایع بنارس و جون پور - سید مہدی حسین کی فارسی کتاب سے سید مبارک علی وکیل بنارس نے ترجمہ کیا - ۱۵ ورق —

۶ - قصص و حکایات

۷۱ - قصہ ابو شحمہ — منظوم بزبان دکنی - تصنیف امین - مصنف نے لکھا ہے کہ ابوالحسن تانا شاہ والیء گولکنڈہ کے زمانے میں بعمر سولہ سال فارسی میں لکھا - پھر اُس کا ترجمہ دکنی میں کیا - ۲۰۵ تا ۲۳۷ ورق —

۷۲ - قصہ طالب و موھنی — منظوم بزبان دکنی تصنیف سید محمد والد - مکتوبہ سنہ ۱۱۷۱ ھ = سنہ ۱۷۵۸ ع - ۹۳ تا ۱۵۶ ورق —

۷۳ - مجموعہ دکنی منظومات کا ۷۱ ورق اِس میں حسب ذیل کتابیں شامل ھیں -

(۱) قصہ بی بی مریم - (۲)قصۂ ملکہ مصر (۳) قصہ پدماوت، تصنیف غلام علی (۴) معجزۂ سرور عالم (۵) قصہ کرامات پیر دستگیر، تصنیف افضل - (۶) قصہ زن و شوہر (۷) قصۂ زن عاشق، تصنیف ضعیفی (۸) نصیحت نکاح، تصنیف مخدوم - (۹) معجزۂ بی بی فاطمہ ---

۷۴ - قصۂ ابراهیم ادهم — منظوم بزبان دکنی- مصنف غیر متحقق- ۹۳ تا ۸۲ ورق

۷۵ - دو حکایات — تصنیف مرزا محمد اسمعیل - بزبان دکنی نثر میں - ۹۴ ورق - (۱) حکایت سوداگر (۲) حکایت سوش کہ بادشاهی کرد —

۷۶ - چار حکایات — تصنیف مرزا محمد اسمعیل بزبان دکنی نثر میں - ۱۲۹ ورق- (۱) حکایت در باب کید زناں (۲) حکایت زن برهمن (۳) حکایت مسافرت شاهزادۂ بنگالہ (۴) حکایت زن راکهش کہ بشکل شتر سپید بود —

۷۷ - قصہ مینا — منظوم بزبان دکنی- مصنف نامعلوم - ۷۲ تا ۹۲ ورق—

۷۸ - نسخۂ بانی — مکتوبہ ۷ ربیع الآخر سنہ ۱۱۵۲ ھ - ۲۳ ورق—

۷۹ - قصۂ بہلول صادق — منظوم بزبان دکنی - تصنیف لطفی - ۷ ورق —

۸۰ - قصۂ منصور — منظوم- تصنیف احمد عزیز شیو راجپوری- تخلص 'رسا' مکتوبہ سنہ ۱۲۸۳ ھ - ۵۹ تا ۷۰ ورق—

۸۱ - هشت گلشت — غلام احمد دهلوی نے هنری ماوتین کی فرمایش سے سنہ ۱۲۱۷ ھ میں سید حسین حقیقت کی هشت گلزار کا ترجمہ کیا - هشت گلزار نثر ہے امیر خسرو کی مثنوی هشت بہشت کی - ۱۴۱ ورق —

۸۲ - قصہ رنگین گفتار	پرتگالی ڈاکٹر زاویرڈا سیلوا (Xavierda Silva) کی فرمائش سے نو طرز مرصع (نمبر ۱۲۹) کے جواب میں خواجہ عظمت اللہ دہلوی تخلص نیاز نے سنہ ۱۲۲۶ھ میں تصنیف کیا - ۵۱ تا ۱۰۵ ورق —
۸۳ - قصہ گل وہرمز	نثر بزبان دکنی - فارسی سے محمد خاطر اور شمشیرعلی نے ترجمہ کیا - ۱۱۸ ورق —
۸۴ - مجموعہ دو حکایات کا دکنی نثر میں	غیر مشہور - ۹۷ تا ۱۱۴ ورق - (۱) قصہ انار رانی (۲) قصہ ہارون الرشید —
۸۵ - مجموعہ چھوٹے چھوٹے نو قصص و حکایات کا	نثر میں بزبان دکنی - ۴۹ ورق —
۸۶ - انوار سہیلی	غیر مشہور ترجمہ - نثر میں بزبان دکنی ، مصنف کا نام اور زمانۂ تصنیف غیر متحقق - ۴۳۹ ورق —
۸۷ - انوار سہیلی	نمبر ۸۶ کا نسخۂ ثانی - ناقص الاول - ۲۱۹ ورق —
۸۸ - نسخۂ ثالث	صرف باب چہارم - ۲۳۵ ورق —
۸۹ - نسخۂ رابع	مقدمہ اور پہلے دو باب - ۱۵۰ ورق —
۹۰ - نسخۂ خامس	صرف باب اول - ۱۰۲ ورق —
۹۱ - نسخۂ سادس	نہایت ناقص - صرف متفرق - ۸ ورق —
۹۲ - قصہ سبز و رنگ	منظوم - تصنیف عاشق - ۱۶ ورق —
۹۳ - مجموعہ	نظم و نثر کے مختلف رسالوں کا ۱۰۳ ورق - (۱) گربہ نامہ - جو ہے بلی کی کہانی ، تصنیف سید غلام علی دہلوی (۲) معجزۂ سرور دو عالم در باب سلطان یمن (۳) ایک نظم ہندی آمیز - غیر مشہور شاعر

فقیر کی لکھی ہوی ۰ (۴) آساس الوھابئین - اُس میں وھابی مذھب کی اصل اور اُس کے دھلی میں رواج پانے کا تذکرہ (۵) سعادت یار خاں رنگین کی مثنوی جس میں نجار، خیاط، زر گر اور زاھد کا قصہ ھے - نمبر ۱۸۳ - (۶) میر تقی کی مثنوی دریائے عشق (۷) ایک غیر معروف شاعر قطبی کا تیرہ ماسہ مکتوبہ سنہ ۱۲۵۳ ھ - (۸) فارسی مثنوی (۹) بکٹ کہانی یعنی بارہ ماسہ تصنیف محمد افضل نمبر ۱۶۹- (۱۰) رنگین کی مثنوی شش جہت نمبر ۱۸۹ —

۹۴ - قصۂ ھشامہ و قمر — قدیم زبان میں - میر نجیب اللہ شاہ ساکن رھتاس کی تصنیف - ۳۹ ورق —

۹۵ - مجموعۂ لطایف — ۱۰۸ لطایف کا مجموعہ جو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ھے -۸۰ ورق —

۹۶ - گلستاں — گلستان سعدی کا اُردو ترجمہ - غیر معروف - افسوس کے ترجمے کے علاوہ - مترجم کا نام اور زمانہ غیر متحقق- ۱۶۷ ورق —

۹۷ - گلستاں — گلستان سعدی کا ترجمہ نظم و نثر میں بزبان دکنی-مترجم کا نام اور زمانہ غیر متحقق - ۲۰۹ ورق —

۹۸ - باغ و بہار — چہار درویش کا فسانہ جس کو میر امن دھلوی نے نو طرز مرصع سے اخذ کر کے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش سے سنہ ۱۲۱۵ ھ میں تصنیف کیا - ۲۰۰ ورق —

۷ - منظومات

۹۹ - قصہ سیف الملوک و - بدیع الجمال	دکنی زبان میں - غواصی نے بعہد عبداللہ قطب شاہ سنہ ۱۰۲۷ ھ یا سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تصنیف کیا - ناقص اول ' مکتوبہ ۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۳ ھ ۶۲ ورق —
۱۰۰ - قصہ چندر بدن و مہیار	بزبان دکنی - تصنیف عزیز معاصر غواصی - مکتوبہ ۲۰ رجب سنہ ۱۱۵۹ ھ - ۱۰۳ تا ۱۵۱ ورق —
۱۰۱ - راگ مالا	راگ اور راگنیوں کا بیان - هندی اصول پر نظم میں - سید عبدالولی عزلت کی تصنیف - یہ نسخہ ۲۵ محرم سنہ ۱۱۷۳ ھ کو مصنف کی فرمائش سے مکتوب ہوا ہے - ۳۴ ورق —
۱۰۲ - دیوان عزلت	سید عبدالولی کی غزلیات کا مجموعہ - ۴۵ تا ۷۷ ورق —
۱۰۳ - پھولبن	ابن نشاطی نے سنہ ۱۰۶۶ ھ میں بعہد عبداللہ قطب شاہ تصنیف کیا - بزبان دکنی - بساتین کا ترجمہ - ۱۳۳ ورق —
۱۰۴ - گلشن عشق	بزبان دکنی - منوہر و مدمالتی کا فسانہ - نصرتی نے سنہ ۱۰۶۸ ھ میں بعہد علی عادل شاہ ثانی تصنیف کیا - مکتوبہ ۱۳ شوال سنہ ۱۱۹۹ ھ - ۱۵۵ ورق —
۱۰۵ - نسخۂ ثانی	مکتوبہ ۳ شعبان سنہ ۱۲۱۰ ھ - ۱۵۴ ورق —
۱۰۶ - نسخۂ ثالث	۲۰۱ تا ۳۳۶ ورق - آخر میں ایک نظم مدح علی عادل شاہ میں ' بزبان دکنی - شیخ میران انصاری کی لکھی ہوئی —
۱۰۷ - نسخۂ رابع	جدید الخط - ۱۵۴ ورق —

۱۰۸ جنگ‌نامہ محمد حنیف بزبان دکنی - سیوک نے سنہ ۱۰۹۲ ھ میں تصنیف کیا، ۱۱۰ ورق ---

۱۰۹ ظفر نامہ — محمد حنیف کی لڑائیوں کا فسانہ بزبان دکنی۔ لطیف نے سنہ ۱۰۹۵ھ میں تصنیف کیا۔کتابت سنہ ۱۷۲۳ ع-۱۵۸ ورق-

۱۱۰ - قصہ لعل و گوہر — بزبان دکنی - تصنیف عاجز - مکتوبہ سنہ ۱۱۲۹ ھ - ۳۰ ورق —

۱۱۱ - نسخۂ ثانی — جدید الخط - ۸۳ تا ۹۷ ورق --

۱۱۲ - روضۃالشہدا — واقعات کربلا میں - بزبان دکنی - ولی نے سنہ ۱۱۳۰ھ میں تصنیف کیا - مکتوبہ پال گھاٹ سنہ ۱۲۱۶ ھ ۱۸۶ ورق —

۱۱۳ - دیوان ولی — مکتوبہ ۲۲ ربیع‌الثانی سنہ ۱۳ جلوس محمد شاہی مطابق سنہ ۱۱۴۴ ھ -

۱۱۴ - نسخۂ دوم — مکتوبہ ۲۹ ربیع‌الثانی سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہی مطابق سنہ ۱۱۵۵ ھ ۲۱۲ ورق -

۱۱۵ - نسخۂ سوم — مکتوبہ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ ھ بخط سید محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ۱۳۴ ورق - یہ وہی ابوالمعالی ہیں جن کے ساتھہ ولی نے دہلی کی سیاحت کی تھی -

۱۱۶ - نسخۂ چہارم — تاریخ کتابت ندارد - ۱۱۶ ورق -

۱۱۷ - نسخۂ پنجم — بلا تاریخ - ۱۰۹ ورق -

۱۱۸ - نسخۂ ششم — بلا تاریخ - ۸۵ ورق -

۱۱۹ - نسخۂ ہفتم — صرف غزلیات ہیں - ۱۰۷ ورق - بلا تاریخ —

۱۲۰ - نسخۂ ہشتم — صرف غزلیات ہیں - مکتوبہ سورت ۲۷ ذیحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ - ۷۲ ورق —

۱۲۱ - منطق‌الطیر — شیخ فریدالدین عطار کی منطق‌الطیر کا ترجمہ بزبان دکنی - پنچھی باچا نام، سنہ ۱۱۳۱ھ میں تمام ہوا - مترجم کا نام ضعیف ہے - مکتوبہ ۲۶ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۶ھ - ۱۲۳ ورق —

۱۲۲ - مجموعہ — تین کتابوں کا - مکتوبہ حیدرآباد سنہ ۱۱۳۴ ھ - ۱۲۱ ورق - (۱) ابن نشاطی کی پھولبن دیکھو نمبر ۱۰۳ - (۲) قصہ محمد قلی قطب شاہ اور مشتری کی عشق و محبت کا - بزبان دکنی - یہ مثنوی سنہ ۱۰۱۸ ھ میں تمام ہوئی ہے (۳) ولی روضۃالشہدا دیکھو نمبر ۱۱۲ حاشیہ پر —

۱۲۳ - دیوان آصف — نواب آصف‌الدولہ والی ع اودھ کا مجموعۂ نظم - قلمی قلم - ۱۳۲ ورق —

۱۲۴ - دیوان سجاد — حکیم میر محمد سجاد (وفات سنہ ۱۱۶۱ ھ) شاگرد مبارک آبرو - ۱۳۹ ورق —

۱۲۵ - دیوان یقین — انعام‌اللہ خاں مکتوبہ سنہ ۱۱۹۴ ھ ۲۹ ورق —

۱۲۶ - قصہ کام روپ — تصنیف تحسین‌الدین - بزبان دکنی - عہد تصنیف غیر متحقق - گارسان دی تاسی نے اس کو سنہ ۱۸۳۵ ع میں بمقام پیرس چھپوایا ہے - ۱۱ تا ۶۵ ورق —

۱۲۷ - نسخۂ دوم — مکتوبہ سنہ ۱۱۹۳ ھ - ۳۸ ورق —

۱۲۸ - آخر گشت — مذہبی نظم - تصنیف شاہ رمضان علی - ۱۱۰ ورق —

۱۲۹ نوطرز مرصع — امیر خسرو کی چہار درویش کا ترجمہ محمد حسین خاں تحسین نے نواب آصف‌الدولہ کی وفات سنہ ۱۷۹۷ ع سے پہلے مرتب کیا - مکتوبہ ۲۰ رمضان سنہ ۱۲۴۱ ھ

۱۳۲ ورق —

۱۳۰ - نسخۂ دوم — بلا تاریخ - ۶۱ ورق —

۱۳۱ - نسخۂ سوم — بلا تاریخ - ۹۴ ورق —

۱۳۲ - نمبر چہارم — مکتوبہ ۲۹ محرم سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۱۷۴ ورق —

۱۳۳ - کلیات جعفر زٹلی — بلا تاریخ - ۴۲ ورق —

۱۳۴ - نسخۂ دوم — بلا تاریخ - ۴۷ ورق —

۱۳۵ - نسخۂ سوم — مکتوبہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۱۸ھ - ۱۹۳ ورق —

۱۳۶ - نسخۂ چہارم — مکتوبہ دهلی ۲ مارچ سنہ ۱۸۴۳ع - ۳۹ ورق -

۱۳۷ - دیوان ابجدی — میر محمد اسمعیل خاں ابجدی مصنف انور نامہ - مکتوبہ سنہ ۱۲۹۲ ھ - ۳۲ ورق —

۱۳۸ - دیوان درد — خواجہ میر درد دهلوی - مکتوبہ گنگوہ سنہ ۱۲۳۰ ھ ۴۲ ورق —

۱۳۹ - نسخۂ دوم — بلا تاریخ- ۹۲ ورق —

۱۴۰ - خواب و خیال — مثنوی خواجہ میر اثر برادر خواجہ میردرد - مکتوبہ دهلی سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۴۶ ورق —

۱۴۱ - سحرالبیان — میر حسن دهلی کی مشہور مثنوی - مکتوبہ مندرسور ۱۷ رجب سنہ ۱۲۳۹ ھ - ۱۰۲ ورق —

۱۴۲ - نسخۂ دوم — مکتوبہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۲ ھ - ۸۷ ورق —

۱۴۳ - دیوان قایم — کلام محمد قیام‌الدین 'قایم' - بلا تاریخ - ۲۰۰ ورق -

۱۴۴ - دیوان سوز — کلام سید محمد میر سوز - مکتوبہ ۱۴ جمادی‌الثانی سنہ ۱۲۱۹ھ - ۱۴۱ ورق —

۱۴۵ - فتح نامہ ٹیپو سلطان — سنہ ۱۷۸۵ ع میں ٹیپو سلطان اور مرهٹوں کے مابین جو لڑائی هوئی هے اس کا تذکرہ - بزبان دکنی -

طرب شاعر نے لکھا - بلا تاریخ - ۴۴ ورق —

۱۴۶ - کلیات سودا — مجموعۂ کلام مرزا محمد رفیع سودا بلاتاریخ - ۳۷۰ ورق -

۱۴۷ - نسخۂ دوم — مکتوبہ شاہ جہاں آباد سنہ ۱۲۱۴ھ - بخط میر مقبول نبی فرزند انعام اللہ خاں ' یقین ' - خوش خط - کرم خوردہ ۴۹۷ ورق —

۱۴۸ - نسخۂ سوم — مکتوبہ سنہ ۱۲۱۹ ھ - ۳۷۱ ورق —

۱۴۹ - نسخۂ چہارم — بلا تاریخ - ۳۴۹ ورق —

۱۵۰ - نسخۂ پنجم — مکتوبہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۱۷ ع مسٹر ٹیلر J. W. Taylor پروفیسر فورٹ ولیم کالج کے لئے یہ نسخہ مکتوب ہوا ہے —

۱۵۱ - نسخۂ ششم — بلا تاریخ - ۲۶۵ ورق —

۱۵۲ - نسخۂ هفتم — مکتوبہ سنہ ۱۸۴۴ ع ' ۳۲۹ ورق - اس کے ابتدا میں ایک دیباچہ شامل ہے جس کا نام گلشن ہند ہے -

۱۵۳ - نسخۂ ہشتم — منتخب کلام کا مجموعہ ہے - بلا تاریخ - ۱۹۱ ورق -

۱۵۴ - نسخۂ نہم — غزلیات و رباعیات وغیرہ کا مجموعہ - بلا تاریخ - ۱۸۴ ورق -

۱۵۵ - نسخۂ دہم — منتخب کلام کا مجموعہ - فورٹ ولیم کالج کا نسخہ ہے - ۱۸۹ ورق -

۱۵۶ - دیوان بیدار — مجموعہ کلام میر محمد علی دہلوی' وفات سنہ ۱۲۱۲ھ مکتوبہ بداؤں ' ۹ رجب سنہ ۱۲۹۴ ھ - ۸۷ ورق -

۱۵۷ - نسخۂ ثانی — بلا تاریخ - ۱۴۹ ورق - اس میں فارسی کلام بھی شامل ہے -

۱۵۸ - درمجالس — سیف بن ظفر نوبہاری کی درمجالس کو فارسی سے

عبدالله کمینه فرزند حافظ علی مطلبی نے نظم دکنی میں ترجمه کیا - بلا تاریخ - ۱۱۴ ورق —

۱۵۹ - دیوان افسوس — کلام میر شیر علی افسوس - ابتدا میں فارسی دیباچه - آخر میں اسی مصنف کی مثنوی بہار سخن بلا تاریخ - ۳۰۵ ورق —

۱۶۰ - دیوان زادۂ حاتم — شیخ ظہورالدین حاتم نے سنه ۱۱۹۸ ھ میں اپنے کلیات کا انتخاب دیوان زادہ کے نام سے کیا - بلا تاریخ - ۷۸ ورق —

۱۶۱ - دیوان محبت — کلام نواب محبت خاں فرزند حافظ رحمت خاں روهیله - وفات ۱۲۲۳ ھ، مکتوبه ۱۱ شعبان ۱۱۹۶ ھ - ۱۵۵ ورق —

۱۶۲ - نسخۂ ثانی — فارسی کلام کے ساتھ - فورٹ ولیم کالج کا نسخه ہے - بلا تاریخ —

۱۶۳ - دیوان جرات — مجموعۂ کلام شیخ قلندر بخش دهلوی - بلا تاریخ - ۲۹۷ ورق —

۱۶۴ - دیوان میر — کلام میر محمد تقی دهلوی - مثنویات اور پہلا دیوان - مکتوبه ۱۳ محرم ۱۲۴۳ ھ - ۲۲۰ ورق —

۱۶۵ - وفات نامه پیغمبر ؑ — بزبان دکنی - میر دکنی ایک غیر معروف شاعر کی تصنیف - ۸ تا ۲۱ ورق —

۱۶۶ - شمع و پروانه — راجه رتن سین اور پدماوتی کے عشق و محبت کا فسانه ملک محمد جائسی کی هندی نظم سے ابتدا میں ضیاءالدین عبرت اس کے بعد غلام علی عشرت نے لکھا اور ۱۲۱۱ ھ میں تمام کیا - مکتوبه ۲۴ ربیع الاول سنه ۱۲۴۴ ھ ۷۳ ورق —

۱۶۷ - مجموعۂ کلام — شاهزادۂ جواں بخت جہاں دار شاه فرزند شاه عالم ثانی ۹۸ ورق —

۱۶۸ - نصیحت المومنین — مذہبی نظام مولوی خرم علی بلہاوری نے سنہ ۱۲۳۸ ھ میں لکھی ہے - ایک ورق —

۱۶۹ - بکٹ کہانی — بارہ ما سہ تصنیف افضل - بلا تاریخ - ۲۰ ورق

۱۷۰ - نسخۂ ثانی — بلا تاریخ - ۱۰ ورق —

۱۷۱ - شاہ نامہ — مرزا توکل بیگ حسینی کے خلاصہ شاہ نامہ کو جسکا نام شمشیر خانی ہے لالہ مولچند منشی نے سنہ ۱۲۲۵ ھ میں نظام ریختہ میں ترجمہ کیا - بلا تاریخ - ۳۵۷ ورق —

۱۷۲ - دیوان ترقی — کلام نواب اسد الدولہ مرزا محمد تقی خاں شاگرد میر سوز - ۱۰۵ ورق —

۱۷۳ - دیوان احسان — کلام حافظ عبد الرحمن خاں دہلوی وفات سنہ ۱۲۶۷ ھ - مکتوبہ بیکم جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۷ ھ - ۱۳۲ ورق —

۱۷۴ - دیوان عشق — مجموعۂ کلام حکیم میر عزت اللہ خاں ایاری شاگرد حکیم ثناء اللہ خاں 'فراق' و فرزند میر قدرت اللہ خاں قاسم (وفات سنہ ۱۲۶۲ ھ) مکتوبہ ۵ ذیقعدہ سنہ ۱۲۳۹ ھ ۲۰۷ ورق —

۱۷۵ - دیوان عیش — کلام حکیم آغاجان دہلوی - بلا تاریخ - ۱۱۳ ورق —

۱۷۶ - کلیات انشا — مجموعۂ کلام حکیم انشاء اللہ خاں دہلوی - بلا تاریخ ۳۸۸ ورق —

۱۷۷ - کلیات ممنون — مجموعۂ کلام میر نظام الدین دہلوی (وفات سنہ ۱۲۰۸ ھ) بلا تاریخ - ۳۷۹ ورق —

۱۷۸ - آدمی کی زندگی کا انتظام — کپتان پگسن (W . R . P ogson) نے سنہ ۱۸۱۰ ع میں فارسی سے نظم اُردو میں ترجمہ کیا اور سنہ ۱۸۲۸ ع میں سید کریم حسین نے اس پر نظر ثانی کی —

ثانی کی - بلا تاریخ - ۱۲۵ ورق —

۱۷۹ - دیوان ریختہ — سعادت یار خاں رنگین کا پہلا دیوان - نورتن رنگین کا پہلا حصہ - مکتوبہ ۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۹ ھ - بہ خط مصنف، ۱۰۹ ورق -

۱۸۰ - دیوان ریختہ — رنگین کا دوسرا دیوان - نورتن کا دوسرا حصہ - مکتوبہ ۲ رجب سنہ ۱۲۳۹ ھ - ۱۰۱ ورق - بہ خط مصنف -

۱۸۱ - نسخۂ ثانی — مکتوبہ ۳ محرم سنہ ۱۱۵۵ ھ - ۹۲ ورق —

۱۸۲ - دیوان آمیختہ — رنگین کا تیسرا دیوان - نورتن کا تیسرا حصہ - ہزلیات کا مجموعہ، مکتوبہ ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۹ ھ - ۹۳ ورق بہ خط مصنف —

۱۸۳ - دیوان انگیختہ — رنگین کا چوتھا دیوان - نورتن کا چوتھا حصہ - بزبان ریختی - مکتوبہ ۲۵ - رجب سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۷۱ ورق - بخط مصنف -

۱۸۴ - مجموعۂ رنگین — نورتن کا پانچواں حصہ - قصاید و غزلیات وغیرہ کا مجموعہ سات زبانوں میں - مکتوبہ ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۴۰ ورق بخط مصنف -

۱۸۵ - مجالس رنگین — نورتن کا چھٹا حصہ - مکتوبہ ۵ - جمادی الاول سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۵۳ ورق بخط مصنف -

۱۸۶ — نسخۂ ثانی — مکتوب غازی پور ۱۴ دسمبر سنہ ۱۸۹۸ ع - ۴۷ ورق

۱۸۷ - امتحان رنگین - — نورتن کا ساتواں حصہ - مکتوبہ سنہ ۱۲۴۶ ھ - ۳۴ ورق بخط مصنف -

۱۸۸ - اخبار رنگین — نورتن کا آٹھواں حصہ - رنگین نے بعض چشم دید واقعات اس میں نظم کئے ہیں - مکتوبہ ۱۹ جمادی الاول

سنه ۱۲۴۹ ھ - ۴۰ ورق - بخط مصنف۔

۱۸۹ - شش جہت رنگین - مکتوبه ۲۹ ذیحجه سنه ۱۲۲۹ھ-۱۹۱ ورق۔ بخط مصنف رنگین کی تصنیفات ذیل کا مجموعه (۱) ایجاد رنگین (۲) عجائب و غرایب رنگین (۳) داستان رنگین (۴) چہار چمن رنگین (۵) پنجۂ رنگین (۹) گلدستۂ رنگین —

۱۹۰ - ایجاد رنگین شش جہت کا پہلا حصه - مجموعۂ حکایات۔ مکتوبه سنه ۱۸۱۴ ع - ۴۹ ورق -

۱۹۱ - عجائب‌وغرایب رنگین - شش جہت کا دوسرا حصه - مکتوبه سنه ۱۸۱۴ ع - ۴۹ ورق -

۱۹۲ - داستان‌رنگین شش جہت کا تیسرا حصه - مکتوبه ۱۲ محرم سنه ۱۲۴۹ ف - ۲۴ ورق۔ بخط مصنف - اس کا دوسرا نام مثلث رنگین ہے - اس میں تین (۳) رسالے ہیں (۱) شہر آشوب (۲) کہاوت‌ہاے رنگین (۳) حکایات رنگین —

۱۹۳ - چہار چمن رنگین شش جہت کا چوتھا حصه۔ مکتوبه ۱۹ محرم سنه۱۲۴۹ھ۔ ۴۰ ورق بخط مصنف - اس میں چار باب ہیں (۱) در معاد (۲) در معاش (۳) ہرظرافت (۴) در تصوف -

۱۹۴ - پنجۂ رنگین شش جہت کا پانچواں حصه - پانچ حکایات کا مجموعه مکتوبه ۹ ربیع‌الاول‌سنه ۱۲۴۸ھ- ۳۱ ورق۔ بخط مصنف

۱۹۵ - نظم رنگین پنجۂ رنگین کا چوتھا حصه - سو حکایات کا مجموعه - مکتوبه ۲۸ھ- صفر سنه ۱۲۴۹ھ- ۳۱ ورق - بخط مصنف۔

۱۹۶ - داستان‌رنگین پنجۂ رنگین کا پانچواں حصه - سرگذشت آغا عزیز

سوداگر گجرات - مکتوبہ ۱۳ صفر سنہ۱۲۴۹ھ- ۲۸ورق-

۱۹۷ - خمسۂ رنگین
رنگین کی پانچ کتابوں کا مجموعہ - مکتوبہ دھلی سنہ ۱۲۴۰ھ ' و باندہ - سنہ ۱۲۴۷ھ ' و سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۹۸ ورق - (۱) جنگ نامۂ رنگین (۲) نصاب رنگین (۳) فارسی مثنوی بطرز مثنوی مولانا روم (۴) حکایات رنگین —

۱۹۸ - جنگ نامۂ رنگین
خمسہ کا پہلا حصہ - مکتوبہ باندہ - ۱ رجب سنہ ۱۲۴۸ ھ ; ۲۰ ورق بخط مصنف —

۱۹۹ - حکایت رنگین
خمسہ کا دوسرا حصہ مکتوبہ ۴ رجب سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۲۲ ورق بخط' منصف —

۲۰۰ - نصاب رنگین
خمسہ کا تیسرا حصہ - مکتوبہ ۱۴ رجب سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۲۴ ورق بخط مصنف —

۲۰۱ - حکایات رنگین
خمسہ کا پانچواں حصہ - مکتوبہ ۱۰ شوال سنہ ۱۲۴۸ھ - ۲۲ ورق بخط مصنف —

۲۰۲ - سبع سیارہ رنگین -
رنگین کی سات کتابوں کا مجموعہ- ۱۰۷ ورق مکتوبہ دھلی و باندہ سنہ ۱۲۲۹ ھ تاسنہ ۱۲۴۸ ھ - بخط مصنف (۱) تصنیف رنگین (۲) گلدسہ رنگین (۳) سبحۂ رنگین (۴) رنگین نامہ (۵) ساقی نامہ رنگین' (۶) تجربۂ رنگین (۷) کلام رنگین —

۲۰۳ - تصنیف رنگین
سبع سیارہ کا پہلا حصہ - مکتوبہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۸ ۱۵ ورق بخط مصنف

۲۰۴ - گلدستہ رنگین
سبع سیارہ کا دوسرا حصہ-مکتوبہ ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۲۳ ورق بخط مصنف —

۲۰۵- رنگین نامه	سبع سیارہ کا چوتھا حصہ مکتوبہ ۱۷ ربیع‌الثانی سنہ ۱۲۲۸ ھ - ۱۱ورق - بخط مصنف—
۲۰۶- ساقی نامہ رنگین	سبع سیارہ کا پانچواں حصہ مکتوبہ ۱۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۵۰ ھ - ۱۲ ورق - بخط مصنف —
۲۰۷- تجربۂ رنگین	سبع سیارہ کا چوتھا حصہ مکتوبہ ۱۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۲۸ ھ- ۱۶ ورق بخط - مصنف —
۲۰۸ - کلام رنگین	سبع‌سیارہ کا ساتواں حصہ مکتوبہ ۱۰ شعبان سنہ ۱۲۲۸ھ- ۱۱ ورق بخط مصنف —
۲۰۹ - فرس نامۂ رنگین -	اس کا دوسرا نام اسپ نامہ ھے - سنہ ۱۲۱۰ ھ میں تمام ھوا - مکتوبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۲۳۵ ھ - ۵۹ ورق -
۲۱۰ - مجموعہ رنگین کی چار تصنیفات کا -	مکتوبہ سنہ ۱۲۵۰ ھ - ۳۶ ورق - (۱) قوت‌الایمان - عقاید اسلام میں سنہ ۱۲۴۳ ھ کی تصنیف (۲) شیخ عبدالقادر جیلانی کے قصیدہ کا منظوم ترجمہ جو سنہ ۱۲۵۰ ھ میں تمام ھوا ھے - (۳) کعب بن زھیر المزنی کے قصیدہ بانت سعاد کا منظوم ترجمہ (۴) سودا کا قصیدہ رنگین کی اصلاح و ترمیم کے ساتھہ -
۲۱۱ - انتخاب مثنویات رنگین -	بلا تاریخ - ۹۷ ورق - (۱) گلدستۂ رنگین کی چوتھی مثنوي - (۲) گلدستۂ رنگین کی پہلی مثنوي (۳) پنجۂ رنگین کی تیسری مثنوی (۴) گلدستۂ رنگین کی دوسری مثنوی (۵) کلام رنگین کی ایک حکایت (۶) چہار چمن کی ایک حکایت (۷) دیوان ریختہ و بیختہ کے چند غزلیات و قطعات (۸) مثنوی در تعریف بنارس (۹) پنجۂ رنگین کی پہلی حکایت

(۱۰) مفتوں، نثار، میر اور ذوق کے پانچ مطلعوں کی تضمین —

۲۱۲ - دیوان آتش — کلام خواجہ حیدر علی لکھنوی - بلا تاریخ - ۱۸۵ ورق۔

۲۱۳ - دیوان مومن — کلام حکیم مومن خاں دهلوی - مکتوبہ ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۴ ھ - ۲۰۳ ورق —

۲۱۴ - مثنوی مومن — کلیات مطبوعہ کی تیسری مثنوی - بلا تاریخ - ۳۶ تا ۵۵ ورق —

۲۱۵ - دیوان حسام — کلام چودھری حسام الدین شاگرد کرامت علی خاں 'فرخ' بلا تاریخ - ۸۱ ورق —

۲۱۶ - دیوان شور — مرزا محمود بیگ دهلوی، شاگرد سعادت یار خاں رنگین - بلا تاریخ - ۲۸ ورق —

۲۱۷ - دیوان فقیر — کلام نواب علاءالدولہ یمین الملک سید محی الدین خاں دهلوی - بلا تاریخ - ۱۲۵ ورق —

۲۱۸ - دیوان چندا — مجموعۂ غزلیات ماہ لقا طوایف حیدر آباد - جو نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں گذری ہے۔ یہ نسخہ خود ماہ لقا نے سنہ ۱۲۱۳ ھ میں سر جان ملکم کو تحفہ دیا تھا —

۲۱۹ - دیوان سراج — منظومات سراج الدین اورنگ آبادی۔ ناقص، صرف ۱۱ ورق۔

۲۲۰ - نسخۂ ثانی — غزلیات و مخمسات کا مجموعہ - آخر میں ایک مسدس شاہ ولایت کا جن کا نام میر ولایت علی خاں ہے - بلا تاریخ - ۱۵۱ ورق —

۲۲۱ - مکاشفات الاسرار — سید علی تخلص، غمگین، عرف حضرت جی کا دیوان - بلا تاریخ - ۱۰۴ ورق —

۲۲۲ - مجموعہ متفرق رسایل کا - بلا تاریخ - ۴۳ ورق - (۱) بارہ الاشرار مصنفہ
فتح‌اللہ - مذہبی نظم - مکتوبہ سنہ ۱۲۵۱ ھ - (۲)
قامع البدعتہ، مصنفہ زین‌العابدین (۳) رسالہ توحید
(۴) مناجات شمس‌الدین گجراتی (۵) نصیحت نامہ
شمس‌الدین گجراتی - (۶) محمد ابراهیم ذوق اور
اسداللہ خاں غالب کے سہرے جو شاہزادہ مرزا جواں
بخت کی تقریب عقد خوانی پر جمادی الثانی
سنہ ۱۲۶۷ ھ - میں لکھے گئے تھے (۷) میر تقی میر
کی مثنوی دریاے عشق (۸) قصہ افیونی مصنفہ
مرزا بچھو بیگ اکبر (۹) عرضداشت جعفر زٹلی
بدرگاہ حضرت الناس کھجور خاں ولد ناریل خاں
ہمشیرہ زادۂ کشمش بیگم —

۲۲۳ - مجموعہ دکنی شعرا کی چھہ غیر مشہور نظموں کا - بلا تاریخ - ۱۹۹ ورق -

۲۲۴ - مجموعہ مختلف شعراء کی غزلوں کا - بلا تاریخ ۱۲۸ ورق —

۲۲۵ - مجموعہ تین مثنویوں کا - مکتوبہ ۲۴ ذیحجہ سنہ ۱۲۳۸ ھ - ۵۰ ورق -
(۱) مثنوی میر حسن دہلوی (۲) مثنوی میر تقی
مسمی بہ دریاے عشق (۳) مثنوی میر اثر دہلوی-

۲۲۶ - مجموعہ میر تقی کی تین اور مصحفی کی ایک مثنوی کا - بلا تاریخ
۴۳ تا ۸۱ ورق - (۱) دریاے عشق (۲) مثنوی
مصحفی بجواب میرتقی (۳) شعلۂ عشق (۴) اعجاز عشق-

۲۲۷ - مجموعہ مختلف شعرا کی غزلوں، مثنویوں اور مرثیوں کا - بلا تاریخ -
۵۵ تا ۷۵ ورق —

۸ - اخلاق

۲۲۸ - سلک جواهر — تصنیف فضر الدین حسین- مکتوبہ ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۱۲۲۶ھ - ۸۳ ورق —

۲۲۹ - تجربہ خاص — تصنیف بشن دیال فرخ‌آبادی - بلا تاریخ۔ ۳۱ ورق —

---

۹ - طب

۲۳۰ - فارما کوپیا — یوروپین ادویہ کا - مصنف کا نام معلوم نہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے ہندوستانی معلم کپتان جان ولیم ٹیلر (Taylor) نے اس کی نظر ثانی کی ہے۔ مکتوبہ ۱۸ صفر سنہ۱۲۲۸ھ- ۹۹ ورق —

۲۳۱ - خواص‌الادویہ — یوروپین ادویہ کی مٹیریا میڈیکا - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۸۹ ورق - بلا تاریخ —

۲۳۲ - لغات طبیہ — مخزن‌الادویہ اور بھاؤ پرکاش میں ادویہ کے جو ہندی نام مذکور ہیں اُن کی عربی اور فارسی مترادفات کی فہرست- مصنف کا نام معلوم نہیں- بلا تاریخ - ۱۳۱ ورق —

---

۱۰ - موسیقی

۲۳۳ - مفرح القلوب — حسن علی عزت نے ٹیپو سلطان کی فرمایش سے

سنہ ۱۷۸۵ع میں تصنیف کیا - بلا تاریخ - ۱۸۵ ورق۔

۲۳۴ - تا ۲۴۱ - مفلح القلوب کے ۹ مکرر نسخے : —

نسخہ ہشتم (نمبر ۲۴۰) پر تیپو سلطان کی دستخط ثبت ہے —

۱۱-زراعت

۲۴۲ - توصیف زراعات مرزا کلب حسین خاں نے سنہ ۱۲۶۵ ھ میں تصنیف کیا - مکتوبہ ۲ ستمبر سنہ ۱۸۷۵ ع - ۱۳۱ ورق —

۱۲-آئین حرب

۲۴۳ - قواعد انتظام افواج جو شاہ شجاع الملک والی کابل کے لئے سنہ ۱۸۴۲ ع میں لفٹنٹ بننت Bennet نے ترجمہ کیا بلاتاریخ - ۱۷ ورق —

۱۳ - فرہنگ الفاظ

۲۴۴ - آموختن فارسی مصادر ترتیب حروف تہجی اور ان کی معنی بزبان اُردو - مکتوبہ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۴ ھ - ۲۴ ورق

۲۴۵ - فرہنگ فارسی الفاظ کا ، ترجمہ اور بیان بزبان اُردو —

۲۴۶ - فرہنگ نمبر ۲۴۵ کے مانند —

۲۴۷ - آمد نامہ　　فارسی مصادر بہ ترتیب حروف تہجی معنی بزبان اُردو۔

۲۴۸ - فرہنگ　　اُردو الفاظ کا معنی پشتو زبان میں - ۱۹۱ ورق --

۲۴۹ - تحفۂ پنجاب　　پنجابی الفاظ کے معانی اُردو اور فارسی میں - مرتبہ ایودھیا پرشاد، تحصیلدار لاہور - ۴۸۱ ورق --

۲۵۰ - مصطلحات ٹھگی　　ٹھگوں کے اصطلاحات علی اکبر الہ آبادی نے سنہ ۱۸۳۵ ع میں مرتب کیا - ۷۳ ورق --

۲۵۱ - فرہنگ ہندوستانی الفاظ کا : -

به ترتیب حرف تہجی - ناقص - صرف حرف الف کا حصہ موجود ہے - ۱۹ ورق --

۲۵۲ - خالق باری　　مشہور کتاب - امیر خسرو سے منسوب ہے - کاتب نے خاتمے میں اس کا نام مطبوع الصبیان لکھا ہے --

۲۵۳ - تا ۲۵۵ خالق باری کے مکرر تین نسخے : --

نسخہ نمبر (۲۵۳) ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ھ کا مکتوبہ ہے --

۲۵۶ - حمد باری　　خالق باری کے مانند عربی فارسی الفاظ کے هندی مترادفات --

۲۵۷ - رازق باری　　خالق باری کے مانند - دکنی زبان میں سنہ ۱۷۹۴ ع میں بعہد ٹیپو سلطان مکتوب ہوئی ہے --

---

۱۴ - لغات

۲۵۸ مدارالافاضل　　شیخ الہ داد فیضی سرہندی کی مشہور لغات کا اردو ترجمہ۔ ابتدا میں مصنف کا دیباچہ نہیں ہے جس کے باعث مترجم

کا نام معلوم نہ ہو سکا - یہ نسخہ مسٹر چنڈلر Chandler کے لئے تین جلدوں میں ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۱۸۸ ھ کو مکتوب ہوا ہے - ۳۷۰ - ۲۹۳ - ۲۴۵ اوراق —

۲۵۹ - ڈکشنری ہندوستانی زبان کی - جسکو لفٹنٹ آگسٹس والٹر Walter نے مرتب کیا ہے - غالباً مصنف کا مسودہ ہے ۴۷۷ - ورق —

---

۱۵ - صرف و نحو

۲۶۰ - ہندوستانی گرامر ' بنجمن شولز کی لاطینی گرامر کا ترجمہ جو ۳۰ جون سنہ ۱۷۴۱ ع کو مدراس میں مرتب ہوا - اس پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہوا ہے —

A grammar of the Hindustan language by Benjamin Schulzius or Shultz written at Madras the 30th June 1741. Printed at Halle in Saxony 1745 Editorship of IO. Hen. Callenberg.

۱۰۷ ورق - بلاتاریخ —

۲۶۱ - قاعدۂ زبان پنجابی فورٹ ولیم کالج کے طلبہ کے لئے - مارچ سنہ ۱۸۱۱ ع کو منشی کاشی راج کھتری نے مرتب کیا - مکتوبہ ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۱۱ ع - ۸۴ ورق —

---

۱۶ - متفرقات

۲۶۲ - مجموعہ — سرکاری احکام اور متفرق مراسلات کا جو ایست انڈیا کمپنی، نظمائے بنگالہ اور سلاطین مغلیہ سے تعلق رکھتے ھیں - منشی محمد شاکر نے جو ایست انڈیا کمپنی کے سکرٹری مسٹر بولس W. Bolts کے یہاں منشی تھے، سنہ ۱۷۶۰ ع کے قریب جمع کیا - ۲۶۲ ورق —

۲۶۳ - اڈریس — زمینداران پنجاب جو ڈیوک آف ارگائیل سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کی خدمت میں ۶ فروری سنہ ۱۸۷۹ ع کو پیش ھوا ایک ورق مطلا و مذھب —

۲۶۴ - گوشوارہ جات — محاصل زمیداران صوبہ جات متحدہ، بابت سنہ ۱۸۶۴ ع —

۲۶۵ - عجیب اللطایف — غیر معروف تصنیف - مصنف کا نام اور زمانہ غیر متحقق ۶۱ ورق —

۲۶۶ - مجموعہ — جس میں چھوٹے چھوٹے حکایات، منظوم مکالمات، غزلوں کے انتخابات اور صرف و نحو کے متفرق یاد داشت جمع ھیں - دیوناگری اور فارسی خط میں، آخر میں بزبان انگریزی ایک تحریر ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ جنرل کرک پیاٹرک Genl. KirkPatrick. نے دیوناگری گرامر کے لئے بطرز خاکہ یہ متیریل جمع کیا تھا —

۲۶۷ - مجموعہ — اُردو فارسی عربی اور سنسکرت تصنیفات کا - جس میں اُردو زبان کی حسب ذیل تصیفات ھیں (۱) بہت بڑا حصہ شوازکی ھندو ستانی گرامر (۲) ھندوستانی

ضرب الامثال (۳) سودا اور تاباں کی ریختہ نظمیں —

۲۶۸ - مجموعہ متفرق مذہبی رسایل اور استفتاء کا ، عربی ، فارسی اردو زبانوں میں ، بلا تاریخ ، ۱۰۷ ورق —

۲۶۹ - ذخیرہ متفرق تحریرات کا ، جس میں بہت سے خطوط، درخواستیں اشتہارات وغیرہ جمع ہیں —

---:o:---

ادب

انتخاب دیوان مصحفی (قیمت ۸ آنے)

دیوان شاہ حاتم (قیمت ۶ آنے)

انتخاب سخن جلد اول و جلد پنجم سلسلہ جرأت فی جلد (قیمت ۱۰ آنے)

متروکات سخن (قیمت ۶ آنے)

(مرتبہ جناب حسرت موہانی)

حسرت موہانی اُردو کے ایک بے مثال شاعر ہی نہیں بلکہ اُردو زبان کے محسن بھی ہیں - اُردوے معلی کے ذریعے، نیز قدیم اساتذہ کے کلام کی اشاعت سے، انہوں نے اُردو کی بہت خدمت کی ہے - جو لوگ ان کے قدردان ہیں انہیں رنج اور افسوس ہے کہ وہ اس کوچہ شریف کو چھوڑ کر کن گلیوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں - ان کتابوں کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، اس قدر کافی ہے کہ یہ جناب حسرت کے انتخابات ہیں —

انتخاب سخن - جلد اول میں رنگین، نثار، بیدار، تابان شاگرداں شاہ حاتم، ماہر شاگرد سودا، معروف، امیر، افسر، بقا، بیتاب برادر رنگین، عشرت، طالب اور

شاہ نصیر دہلوی کے کلام کا انتخاب ہے - جلد پنجم سلسلۂ جرأت میں حسرت استاد جرأت ' جرات' غضنفر ' رضا ' رقت ' رضوی ' محبت ' نصرت ' معروف ' منعمت ' جلال ' مائل ' عاشق شاگردان جرات : نساخ و رضا علی وحشت کے دیوان کا انتخاب ہے —

متروکات سخن - کتاب نکات سخن کا پہلا باب ہے - اس میں اگرچہ مولانا حسرت نے صرف ان متروکات کے ذکر کرنے کا دعویٰ کیا ہے جو دور اول کے زمانے میں عام طور سے رائج تھے مگر ان میں کے بعض الفاظ دور دوم ' سوم اور چہارم تک میں نظر آتے ہیں - خیر یہاں تک درست تھا - لیکن غضب یہ کیا ہے کہ جو الفاظ اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں اور برابر استعمال میں ہیں ' ان کو بھی زبان سے خارج فرما دیا ہے - یہ غالباً اساتذہ لکھنو کا اثر معلوم ہوتا ہے - لیکن بعض جگہ مولانا حسرت نے بڑی رواداری سے کام لیا ہے - مثلاً وہ " مت " کو متروکات میں داخل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں —

" صرف نہ میں ہ کی آواز خفیف بلکہ معدوم ہوتی ہے اس کے بر خلاف مت کا تلفظ کامل ہوتا ہے اور ضروریات شعر کے لحاظ سے اس کا استعمال حرف ' نہ ' کے ناقص تلفظ کے مقابلے میں ناگزیر ہو جایا کرتا ہے ' چنانچہ اس بنا پر راقم حروف کے نزدیک مت کو فہرست متروکات میں داخل کرنا کسی طرح سے مناسب نہیں معلوم ہوتا " یہ کوئی معقول وجہ نہیں - اس کا جواب ' زمانہ ہوا ' ایک صاحب ذوق یہ دے چکا ہے کہ " شعر گفتن چہ ضرور " - اصل یہ ہے کہ ان دو لفظوں کے معنی میں بھی فرق ہے اور نہ مت کا کام نہیں دے سکتا - کتاب بہت دلچسپ اور مفید ہے اور ہر لفظ کے لئے اساتذہ کے کلام سے نظیر میں اشعار دے ہیں —

ان کتابوں کی قیمتیں اس قدر کم ہیں کہ ہر اردو داں آسانی سے خرید سکتا ہے - ہمیں امید ہے کہ ان کی پوری قدر کی جائے گی —

ارباب اُردو

(مولفۂ سید محمد صاحب بی - اے ' عثمانیہ ' مکتبۂ ابراہیمیہ امداد باہمی اسٹیشن روڈ ' حیدرآباد دکن ' قیمت دو روپیہ)

یہ فورٹ ولیم کالج کے اردو نثر نویسوں کا تحقیقی اور تنقیدی تذکرہ ہے - شروع میں چند صفحے میں فورٹ ولیم کالج کا ذکر ہے اس کے بعد ڈاکٹر جان گل کرائسٹ اور ان لوگوں کا

تذکرہ لکھا ہے جو کالج میں تالیف و ترجمہ کے کام پر مامور تھے - قابل مؤلف نے بڑی محنت اور کوشش سے ان حالات کو جمع کیا ہے اور ساتھ ساتھ ہر ایک کی تالیفات پر تبصرہ بھی کیا ہے - اگرچہ دوران بیان میں بعض غیر متعلق بحثیں بھی آگئی ہیں لیکن اب تک اس تفصیل سے ان ارباب نثر کا تذکرہ اُردو میں نہیں لکھا گیا تھا —

کتاب میں جابجا تعریض و تعلی کی جھلک پائی جاتی ہے جو ایک نوجوان مولف سے کچھ تعجب خیز نہیں - خطا تحقیق کے ساتھ لگی ہوئی ہے - اگلوں کی تحقیق پچھلوں کی رہنمائی کا کام دیتی ہے ' اگر اس میں کوئی فرو گذاشت رہ گئی ہے تو آنے والے اس کی اصلاح کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے - تحقیق اگلوں کی ہو یا پچھلوں کی ' قابل قدر ہے ' اگر اس میں کوئی خطا ہے تو قابل اصلاح ہے نہ کہ لائق سب و شتم - کتاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لائق مؤلف کا یہ خیال ہے کہ اگلے ہر سر خطا تھے اور مؤلف کی تحقیق خطا اور غلطی سے پاک ہے - تحقیق اُن کی بھی ایسی ہی قابل قدر ہے جیسی مؤلف کی ' رہی خطا سو ان کی تحریروں میں بھی ایسی ہی پائی جاتی ہے جیسی اس تالیف میں مثال کی طور پر چند فروگزاشتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ ہم اسے قابل اعتراض سمجھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ قابل مؤلف کو معلوم رہے کہ ادبی اور علمی معاملات میں ایسی تحقیق جو خطا و سہو سے بری ہو ' شاذ و نادر ہی ہوتی ہے —

شاہ ولی اللہ ' اشتیاق ' کو مؤلف نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سمجھا ہے - میر تقی میر اور میر حسن کے تذکروں کے شائع ہونے کے بعد یہ غلطی نہیں ہونی چاہئے تھی یہ صاحب مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے - سرھند میں پیدا ہوئے اور کوٹلہ فیروز شاہ میں رہتے تھے —

محمد خلیل خاں یا خلیل علی خاں اشک کی تالیفات میں انتخاب سلطانیہ کا مطلق ذکر نہیں کیا گیا —

فورٹ ولیم کالج کے بعض مؤلفین مثلاً حاجی مرزا مغل ' مولوی نورعلی ' سید بخشش علی ' منشی محمد بخش وغیرہ کا کتاب بھر میں کہیں نام نہیں اور نہ اُن کی کسی تالیف کا ذکر ہے جو موجب تعجب ہے —

سر سید احمد خاں مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں " اپنی کتاب آثارالصنادید کے پہلے اڈیشن کے وقت اس کو الہی بخش سے لکھواتے ہیں "- الہی بخش کوئی شخص نہیں تھا ' امام بخش صہبائی تھے جو فارسی کے بڑے اُستاد اور ادیب گزرے ہیں —

اسی قسم کی خامیاں کتابوں کے تبصروں میں بھی جابجا پائی جاتی ہیں - مگر اس

سے کتاب کی قدر و قیمت میں کچھہ فرق نہیں آ تا - مؤلف کی کوشش اور محنت ہر حال میں قابل قدر ہے —

پیغام سروش

(مؤلفۂ ایم - اسلم صاحب قیمت ایک روپیہ بارہ آنے)

میاں اسلم صاحب کے نام سے اردو داں اصحاب ضرور واقف ہونگے بچوں کے لئے وہ کئی چھوٹی چھوٹی دلچسپ کتابیں لکھہ چکے ہیں- کتاب زیر تبصرہ میں انہوں نے اپنے افسانے ، چند نثر کی مضامین اور چند نظمیں جمع کر کے شایع کی ہیں - یہ افسانے وغیرہ اس سے قبل بعض رسالوں میں شایع ہو چکے ہیں - لیکن رسالوں کے مضمون کسے یاد رہتے ہیں - اس لئے قابل مؤلف نے انہیں کتاب کی صورت میں شایع کر دیا ہے - سارا مجموعہ بہت دلچسپ ہے اور دل بہلانے کے لئے بہت اچھی چیز ہے - میاں صاحب کو جیسا نثر لکھنے کا اچھا سلیقہ ہے ویسے ہی نظم بھی وہ بلا تکلف اور پر درد لکھتے ہیں۔ اس مجموعے میں فسانے پڑھنے کے قابل ہیں —

جواب شکوہ

(از جناب شمس العلما مولانا سید محب الحق صاحب
مطبوعہ اتحاد پریس ، مرادپور پٹنہ)

شمس العلما حافظ سید محب الحق صاحب چھپے رستم نکلے - ہم انہیں حافظ اور عالم کی حیثیت سے تو جانتے تھے ، حافظ بھی معمولی نہیں بلکہ قرآن کے معانی اور مطالب پر جو انہیں عبور ہے وہ شاید ہی کسی کو ہو ، چنانچہ ان کی تالیفات و تصنیفات اس پر شاہد ہیں ، لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ شاعر بھی ہیں ۔ سر اقبال کے شکوے کا جواب لکھا ہے اور خوب لکھا ہے - مگر اس میں بھی اپنا رنگ نہیں چھوڑا - ہر شعر بلکہ ہر مصرع کی تائید میں قرآن کی آیت موجود ہے اور بقول ان کے یہ جواب شکوہ بھی ہے

اور تبلیغ الٰہی بھی۔ شکوے کے جواب اور بھی لکھے گئے ھیں لیکن یہ سب سے نرالا ھے - اس کی داد سر اقبال ھی دے سکتے ھیں —

پسند خاطر

ترجمہ "As You Like it" از ولیم شیکسپیر مترجمہ ولایت حسین صاحب

تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ - حجم ۱۴۰ صفحہ - لکھائی چھپائی معمولی کاغذ اوسط درجے کا -

قیمت ۱ روپیہ ۸ آنے - ملنے کا پتہ - اشاعت العلوم پریس - فرنگی محل لکھنؤ

مترجم نے شیکسپیر کی بہترین کامیڈی کا ترجمہ اردو داں پبلک کی خدمت میں پیش کیا ھے - انھوں نے یہ بہت اچھا کیا کہ ترجمہ بجائے نظم کے نثر میں کیا ھے گیتوں کا ترجمہ نظم میں ھے اور یہ ضروری بھی تھا مگر اس میں کسی شاعر سے اصلاح لے لی جاتی تو مناسب تھا - موجودہ صورت میں گیتوں کا ترجمہ بہت ناقص ھے - مثلاً

ایک عاشق گھومنے نکلا تھا ساتھ ھاتھ میں لے کر کے محبوبہ کا ھاتھ

اور گھٹیں سنتا تھا چڑیوں کی وہ تھا ٹہلتا میند پر کھیتوں کی وہ

ھے بہاری رت پسند عاشقاں

اصل قصے کا ترجمہ نثر میں اچھا خاصا ھے - کمپنیوں کے ڈراما نویسوں کی تقلید میں نام ھندوستانی رکھے گئے ھیں - یہ اول تو ترجمے کے اصول کے خلاف ھے دوسرے مذاق سلیم پر گراں گذرتا ھے قصہ اور طرز معاشرت کہیں کا کہیں ھے اور نام سے معلوم ھوتا ھے کہ جن لوگوں کا ذکر ھے وہ ھندوستانی مسلمان ھیں یہ "سعدی در زلیخا" اچھا نہیں معلوم ھوتا - ان ناموں میں "ذتیمخ" عجب نام ھے - خود قصے کا نام "پسند خاطر" بھی کچھ مناسب نہیں "من بھائے کا سودا" زیادہ مناسب ھوتا —

تاریخ و تمدن

طبقات الامم

(سلسلۂ دارالمصنفین نمبر ۳۲) مصنفۂ صاعد بن احمد اندلسی
مترجمۂ قاضی احمد میاں صاحب اختر-تقطیع ۲۶ × ۲۰ حجم ۲۵۰ صفحہ
۸
قیمت درج نہیں - لکھائی چھپائی اچھی - کاغذ نہایت نفیس -

یہ کتاب سنہ ۴۶۲ ھ میں لکھی گئی تھی - مصنف نے اپنے زمانے کی علمی تحقیقات سے پورا فائدہ اُٹھا کر نہایت قابلیت سے اسے ترتیب دیا ھے - اس میں امم قدیمہ کی علمی زندگی اور اُن کے علمی کارناموں پر اختصار کے ساتھہ تبصرہ کیا ھے - مصنف نے قوموں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ھے :- (۱) وہ قومیں جنھوں نے تحصیل علوم کی طرف توجہ کی اور مختلف اقسام علوم کے موجد ھوے (؟) - (۲) وہ قومیں جنھوں نے علوم کی طرف ایسی توجہ نہیں کی جس سے وہ اھل علم طبقے میں شمار ھونے کی مستحق ھوں' اس لئے ان سے نہ کوئی نتیجۂ فکریہ دنیا کو پہنچا' اور نہ فائدۂ حکمیہ- طبقۂ اول میں وہ اھل ھند' اھل فارس' کلدانیوں' یونانیوں' عبرانیوں' رومیوں' مصریوں اور عربوں کو شمار کرتا ھے - اور طبقۂ دوم میں بقیہ تمام قوموں کو جن میں سب سے پہلے وہ چین کا نام لیتا ھے - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اھل چین کے متعلق دنیا اس زمانے میں موجودہ زمانے سے بھی زیادہ بے خبر تھی - اسی ایک مثال سے اس کتاب کی قدر و قیمت کی حد معلوم ھوتی ھے- عربوں کے علوم پر جو تبصرہ ھے وہ آج بھی اسی قدر مفید ھے جتنا سنہ ۴۶۲ ھ میں تھا لیکن دوسری قوموں کے علوم خصوصاً یونانیوں اور رومیوں کی ذھنی زندگی کے متعلق جو کچھہ لکھا گیا ھے وہ جدید تحقیقات کے مقابلے میں نفس امر کے لحاظ سے بالکل ناقص ھے البتہ تاریخی اھمیت ضرور رکھتا ھے - مترجم اپنی "گذارش" میں اگر اس کی طرف اشارہ کردیتے تو اچھا تھا —

ترجمہ بہت خوبی سے کیا گیا ھے - اور اس کے علاوہ عنوانات کی ترتیب' کتابوں کے ماخذ کا حوالہ بہم پہنچانے اور مفید ذیلی حاشیوں کا اضافہ کرنے میں مترجم نے نہایت محنت اور دقت نظر سے کام لیا ھے اور وہ یقیناً تعریف کے مستحق ھیں —

مادر ہند

ترجمہ "مدر انڈیا" حصۂ اول مصنفۂ مس کیتھرین مہو مترجمۂ خالد کے - بیگ صاحب تقطیع ۲۰ × ۳۰ حجم ۲۸۷ صفحے لکھائی چھپائی اچھی کاغذ اوسط درجے کا - قیمت ۱۶ دو روپیہ - ملنے کا پتہ :- مطبع یوسفی پریس فرنگی محل لکھنؤ

مس مہو کی کتاب اتنی شہرت حاصل کرچکی ہے کہ شاید اگر شیطان اپنی سوانح عمری لکھ کر مغربی دولت کی امداد سے چھپواتا تو وہ بھی اس سے زیادہ مشہور نہ ہوتی - ہندوستان کی عام تمدنی حالت خصوصاً سماجی کمزوریوں کا نقشہ غالباً اس قدر قابلیت اور اس قدر بدنیانتی سے کسی نے نہ کھینچا ہوگا —

اس کتاب کا مطالعہ ہر ہندوستانی کے لئے سرمایۂ عبرت ہے - اس سے اسے ایک طرف اپنے عیوب کا اور دوسری طرف اپنے دوست نما دشمنوں کی خباثت کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا اور یہ دونوں باتیں مفید ہیں - ترجمہ اچھا ہے اور محمد ادریس انصاری صاحب کا مقدمہ "مطلب سعدی" کے سمجھنے میں خوب مدد دیتا ہے - "پبلشر" کو افسوس ہے کہ مس مہو کی تصویر دستیاب نہ ہوسکی لیکن ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور حضرت ناشر کو یقین دلاتے ہیں کہ جس طرح مصنفہ کی گفتگو "فردوس گوش" نہیں اسی طرح ان کی صورت بھی ہرگز "جنت نگاہ" نہیں ہے ان کی تصویر کا شائع کرنا خواہ "گناہ" ہوتا یا نہ ہوتا مگر "بے لذت" ضرور ہوتا —

آثارالکرام جلد اول

(شائع کردہ مکتبۂ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن) مؤلفۂ حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب تقطیع ۲۰ × ۲۶ حجم ۱۴۰ صفحہ - لکھائی چھپائی اوسط درجے کی کاغذ ۸ اچھا قیمت ایک روپیہ ۱۲ آنے —

اس کتاب میں آل سبکتگین کے عہد سلطنت کے علمی کارناموں پر قابلیت سے روشنی ڈالی گئی ہے - مؤلف ان علمی ترقیوں کی مکمل تاریخ لکھنا چاہتے ہیں جو ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہوئیں - یہ کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے - یہ ارادہ بہت مبارک اور مفید ہے اور پہلی جلد کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہتم بالشان کام بہت خوبی سے انجام کو پہنچے گا - ہمیں امید ہے کہ مؤلف اپنے تبصرے کو عربی فارسی اردو تک محدود نہ رکھیں گے بلکہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کی علمی ترقی پر بھی نظر ڈالیں گے —

اپنے فاضلانہ دیباچے میں مولف نے علاوہ مفید مقدمات قائم کرنے کے یہ بھی ثابت کرنا چاہاہے کہ آل سبکتگین کے عہد حکومت کا شمار ہندوستان کی تاریخ میں ہونا چاہئے۔

ہمارے خیال میں مختصر اتنی بات کہ پنجاب کم و بیش مستقل طور پر اس خاندان کے قبضے میں رہا اس کے حکمرانوں کو سلاطین ہند میں شامل کرنے کے لئے کافی نہیں - خصوصاً اس کتاب کے مبحث کے لحاظ سے تو آل سبکتگین کا عہد حکومت ہندوستان کی تاریخ میں ہرگز شامل نہیں کیا جاسکتا - کیونکہ اس عہد کی تصنیف و تالیف نہ ہندوستان میں ہوئی اور نہ یہاں پہنچی۔ خیر یہ دوسری بحث ہے خواہ اس عہد کی علمی ترقیاں ہندوستان کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہوں یا نہ رکھتی ہوں تمہید کے طور پر اس کا بیان کرنا بہت ضروری تھا —

البتہ ایک بات نہایت حیرت انگیز ہے اس عہد کے سب سے بڑے حکیم ابوریحان بیرونی کا ذکر مؤلف نے چند سطروں میں قانون مسعودی کے مصنف کی حیثیت سے کردیا ہے اور اس کی دوسری اہم تصانیف کا یہاں تک کہ " کتاب الہند " کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ " بیرونی " کے ذکر میں یہ دکھانے کا بہترین موقع تھا کہ مسلمانوں کے علمی تعلقات ہندوستان سے کیونکر قائم ہوئے - ہمیں امید ہے کہ دوسری جلد میں مولف اس کی تلافی کردینگے —

مسلمانوں کی ایجادیں

از - مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب

(شائع کردہ مسلم بک ڈپو - پھلواری شریف - پٹنہ) تقطیع چھوٹی - حجم ۸ صفحے - لکھائی چھپائی اوسط درجے کی قیمت ۲ پائی —

جائز اور مفید پرو پاگنڈے کا اچھا نمونہ ہے —

تاریخ الامت حصۂ ششم

تاریخ داں حضرات پر یہ خوب روشن ہے کہ مولانا محمد اسلم صاحب نے کس کاوش و محنت سے ازمنۂ اسلامیہ کے واقعات جمع کر کے جدید تاریخی پیرایے میں پیش کئے ہیں تاریخ الامت جلد پنجم کے واقعات ہبوط بغداد پر منتہی ہوتے ہیں ان کے بعد مصر کے

دور اسلامی کی تاریخ ہے جو اس جلد میں دی گئی ہے - فاضل مؤلف نے نہایت عرقریزی کے ساتھ مصر کی قدیم تاریخ کے واقعات بھی بیان کئے ہیں دولت قدیمہ وسطیٰ اور اخیرہ یونانی اور رومانی تسلط کے حالات مختصراً درج کئے ہیں اس کے بعد اسلامی زمانے کی تاریخ تفصیل سے بیان کی گئی ہے بنو امیہ اوربنوعباس کے زمانے میں جو مصر کی حالت تھی اس کا پورا خاکہ کھینچا ہے سلطنت عباسیہ کے مرکزی ضعف کے بعد جو سلطنتیں مصر میں یکے بعد دیگرے قائم ہوئیں ان کے واقعات مناسب تفصیل و اختصار سے دئے گئے ہیں - سلطان صلاح الدین کی سیرت اس کے انتظامات، جنگی کامیابیاں اور ان کے اثرات وضاحت سے درج ہیں - بعد کے واقعات آل عثمان کی سیادت تک مختصراً بیان کئے گئے ہیں - ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مؤلف نے اس کتاب کے سلسلے میں زیادہ تحقیق و جستجو سے کام لیا ہے اور وہ مستحق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس مہم کو ایک حد تک سر کر لیا ہے - لیکن ہمیں پھر اس امر کا اعادہ کرنا پڑتا ہے کہ کتاب میں اقتباسات اور اسناد جو تاریخی کتابوں کی جان ہوتے ہیں درج نہیں ہیں کہیں کہیں تاریخی واقعات بھی غلط ہیں مثلاً ملاحظہ ہو —

صفحہ ۳۹ " اس کے شکم سے دارا اول جس کو دارا یوش اعظم کہتے ہیں پیدا ہوا اور تیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا اس کا بیٹا دارا ثانی تھا جس کے عہد میں سکندر مقدونی نے ایران فتح کر لیا " سکندر نے دارائے ثالث کو شکست دی ہے نہ کہ دارائے ثانی کو - آپ نے ملوک کی فہرست میں سوغدیا نوس کے بعد دارائے ثانی کا نام درج کیا ہے لیکن اس پر ایرانی بادشاہوں کا سلسلہ ختم کردیا ہے حالانکہ اس کے بعد اردشیر اور کچھ ابتری کے بعد دارائے ثالث ہے جس کے زمانے میں اسس کے مقام پر ایرانی فوجوں کو شکست ہوئی —

صفحہ ۳۵ " لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوا کیونکہ جوں ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوا طہراق پھر تخت پر آ گیا اس کے بعد آشوری فوجیں جاتی رہیں اور سلسلہ وار جنگ ہوتی رہی —

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طہراق سلطنت پر مسلط رہا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ طہراق کا آخری زمانہ غریب الوطنی میں گزرا —

صفحہ ۳۷ " زمانۂ ما بعد میں سولن - فیثا غورس - افلاطون اور اودکس وغیرہ بہت سے یونانی مشاہیر انہیں مصری درسگاہوں سے نکلے " —

ان تمام فلاسفہ نے اپنے علوم کی تکمیل یونان میں کی نہ کہ مصر میں البتہ انہوں نے مصر میں سفر کیا - سفر کرنا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے ضروری ہوتا تھا - ان

لوگوں نے وھاں کے حالات سے تھوڑی بہت واقفیت ضرور حاصل کی لیکن وھاں تعلیم تو نہیں پائی —

صفحہ ۹۷ " اوارسہ اور افالبہ کی جماعتوں نے اس کا ساتھہ دیا جن کی مدد سے رفتہ رفتہ اس نے غلبہ حاصل کرنا شروع کیا " —

واقعات اس کے بالکل خلاف ھیں اوارسہ نے تو بجاے عبیداللہ شیعی کی امداد کرنے کے عبدالرحمن الناصر اندلسی سے امداد طلب کی - اسماعیلی قبضہ تو بربروں کی امداد کر نے سے ہوا —

صفحہ ۱۲۸ " آخرکار مجبور ہوکر اس کے ساتھہ صلح کر کے واپس گئے " —

اصل واقعہ یہ ہے کہ رچرڈ اور فلپ میں سخت رقابت کا احساس پیدا ہوگیا تھا اس لئے رچرڈ سلطان صلاح الدین سے شرائط طے کر کے واپس گیا قوت کے مقصد رھنے تک تو یہ تینوں سلاطین (فلپ رچرڈ اور باربروسا) کامیاب رہے —

اس قسم کی غلطیاں کتاب میں موجود ھیں لیکن ان کے باوجود یہ جلد قدیم اسلامی مصر کی نہایت عمدہ تاریخ ہے - ھمیں امید ہے کہ قابل مولف کا یہ سلسلۂ تحقیق و تلاش جاری رھیگا اور اردو داں پبلک اس سے استفادہ کرے گی —

کتاب کا کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ہے حجم سوا دوسو صفحے - سائز ۲۰ × ۲۶ - قیمت دو روپیے مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی سے دستیاب ہو سکتی ہے —

(محمد ابراھیم)

خزینۂ تاریخ

کلیۂ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی بزم تاریخ کی جانب سے یہ مجموعۂ مضامین انجمن ترقی اردو کے ٹائپ پریس میں طبع ہوا ہے دس ایک مضامین اس میں نہایت عمدہ ھیں اور یہ ھمارا فرض ہے کہ ھم ان حضرات کی تلاش و جستجو کی داد دیں - مولوی خواجہ مظہرالدین صاحب کا مضمون " شہری زندگی کا ارتقا " قابل مطالعہ ہے انھوں نے قدیم اور قرون وسطی کے شہروں کے حالات و سیاسیات پر گہری نظر ڈالی ہے اور ان کا باھمی مقابلہ کیا ہے ھندوستان کے شہروں کی حکومت بھی بیان کی گئی ہے اور یہ حقیقت آشکارا کی گئی ہے کہ قرون وسطی میں ھندوستان کے شہروں کی حالت نہایت عمدہ تھی ' لیکن ھم یہ ضرور عرض کریںگے کہ کہیں کہیں انھوں نے مبالغے سے کام لیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو صفحہ ۷۳ —

" شاھنشاھی رومہ کے استحکام تک جنگ و جدال میں شکست کھانے کے یہ معنی

تھی کہ اس شہر پر عام تباہی آگئی "—

فاضل مضمون نویس کے سامنے غالباً کارتھیج کی تباہی ہے - جمہوریۂ رومہ کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ کامیابی کے بعد رومی اپنے مفتوحین کے ساتھہ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے - تسخیر اطالیہ کے دوران میں ان کے زبردست حریف سیمنائٹ تھے لیکن رومیوں نے فتح پانے کے بعد سیمنیم کو تباہ نہیں کیا - تسخیر اطالیہ کے سلسلے میں رومیوں نے بہت کم تشدد سے کام لیا - یہ امر تو قطعی ہے کہ جنھیں رومیوں نے اپنے بقا و تحفظ کے لئے خطرناک خیال کیا ان کا استیصال کیا لیکن بالعموم انہوں نے مغلوب قوم کے ساتھہ عمدہ سلوک روا رکھا اور ان کو مختلف درجوں میں سیاسی اور شہری اختیارات عطا کئے یا بحال رکھے —

ازمنۂ وسطیٰ کے یورپی شہر کو انہوں نے عام طور پر کسی سلطنت یا جاگیری امیر کے علاقہ جات کا ایک حصہ بتایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جاگیری شہر مملکت نہیں ہے ' اگر فاضل مضمون نویس شہر فلارنس کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں تو انہیں اپنے اس کلئے کے خلاف ثبوت ملے گا ' فلارنس کا شہر ایک نیم عمومی مملکت کا بہترین نمونہ تھا جنوا ' وِنِس ' میلان اور دوسرے شہروں کی حیثیت بھی آزادانہ تھی اور ان کی شہری مملکت سیاسیات روما کی مقلد تھی —

مضمون میں خامیاں ضرور ہیں لیکن پھر بھی مولوی صاحب کی محنت لائق تحسین ہے —

فلسفۂ تاریخ پر جو مضمون مولوی خلیفہ عبدالحکیم صاحب کا تحریر شدہ ہے وہ نہایت تشنہ ہے - سچ پوچھا جائے تو یہ مضمون صرف چند سیاسی فلاسفہ کے خیالات کا اظہار ہے - جن کے خیالات میں باہمی کوئی ربط نہیں ' ارسطو کو علم تاریخ کا بانی قرار دیا ہے لیکن اس کے سیاسی یا تاریخی نظریات کو بیان نہیں کیا - ارسطو کے بعد فاضل مضمون نویس آگسٹین کے خیالات کو لیتے ہیں اور تمام درمیانی سلسلے چھوڑ جاتے ہیں لیکن آگسٹین کے خیالات کو انہوں نے خوب بیان کیا ہے—

فلسفۂ تاریخ ایک ارتقائی چیز ہے اور اس کو اسی پیرایے میں بیان کیا جانا چاہئے - اس سلسلے میں پہلا تاریخ داں نبانی دس Nabonidas ہے مختلف منزلوں سے گزر کر ارسطو کے ہاتھوں سیاسی نظریات قائم ہوئے اس لئے ان فلاسفہ یا تاریخ دانوں کے خیالات کا ضرور اظہار ہونا چاہئے جو نبانی دس Nabonidas اور ارسطو کے درمیان ہیں—

ہمیں امید ہے کہ فاضل پروفیسر اس سلسلے کے مضامین میں ارتقا کو نظر انداز نہ فرمائیں گے —

مولوی جمیل الرحمن صاحب کا مضمون "ابن خلدون کے خیالات عمرانیات پر" نہایت جامع اور موثر ہے —

جناب مسٹر هلمنات راؤ صاحب کا مضمون "مملکت میں اقتدار کا مسئلہ" ضرورت سے زیادہ مختصر - ہے اُنہوں نے قدیم سیاسی فلسفہ کے نظریات کو مطلق بیان نہیں کیا اور جدید سیاسی فلسفہ کے خیالات پیش کئے ہیں تو اُن میں کوئی خاص تحقیق کی بات نہیں - لاک کو تو خیر اُنہوں نے روسو کو بھی نظر انداز کردیا ہے ' جس نے اقتدار اعلیٰ کے مسئلے کو نہایت ہی سلجھی ہوئی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا - ہابز کا صرف نام ہی پیش کیا ہے اور اس کے نظریے کے متعلق کسی رائے کا اظہار نہیں کیا - اقتدار اعلیٰ کا مسئلہ سیاسیات میں نہایت اہم ہے اور اس کو ہمیشہ ارتقائی صورت میں پیش کیا جانا چاہئے اس قسم کے بے جوڑ خیالات سے مضمون کی حیثیت بالکل گرجاتی ہے —

ان تمام خامیوں کے باوجود ہم اس مجموعہ کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ آئندہ یہ بزم' تاریخ کے بہتر مضامین شائع کرے گی —

کاغذ عمدہ ہے کتاب ٹائپ میں چھپی ہے' حجم پونے دو سو صفحے- سائز ۱۸ × ۲۲-
دفتر بزم تاریخ واقع اقامت خانہ هنود حیدرآباد دکن سے ایک روپیہ آٹھ آنے میں دستیاب ہوسکتی ہے —

(محمد ابراهیم)

مذهب

دنیا کا محسن

مصنفہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ مسیح ثانی قادیان۔
پتہ:- بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور. قیمت ۴ آنہ -
حجم ۱۱۲ صفحے - لکھائی' چھپائی' کاغذ متوسط. سائز چھوٹا

یہ کتاب مرزا صاحب موصوف کا وہ معرکہ آرا لکچر ہے جو انہوں نے قادیان کے یک مجمع عام میں دیا تھا - اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی پاکیزہ و بے نظیر سیرت احسانات اور قربانیوں پر مدلل طور پر اظہار خیال کیا تھا - یہ لکچر

جس بنیاد پر دیا گیا ہے - اس کو تمہید میں بتادیا ہے۔ مرزا صاحب کا یہ نہایت مبارک اور قابل قدر خیال ہے کہ دنیا کے تمام ادیان اور اقوام کے جو پیشرو گزرچکے ہیں - اور جن کی تعظیم وہ مذہبی حیثیت سے کرتے ہیں ان کا احترام ہمیں بھی کرنا چاہئے اور سب کو - نیز ان دنیا کے بڑے بڑے مصلحین کے حالات پر ایسی تقریریں ہر جگہ پر عام جلسوں میں ہوں جس میں ہر قوم و ملت کے افراد بکثرت شریک ہوں - اس میں ان بزرگوں کے اخلاقی اور عملی فضائل کو دکھایا جائے نہ کسی پر حملہ ہو، نہ دل شکن پہلو اختیار کیا جائے - اسی اصول پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت پر یہ لکچر تیار کیا اور دیا گیا تھا اس لحاظ سے دنیا کے ایک مصلح اعظم کی حیثیت سے آپ کی مبارک سیرت پر نہایت قابل قدر تبصرہ فرمایا ہے - مناظرانہ پہلو کو بالکل نظر انداز کردیا ہے - ایسی کتابیں ہندوستان کے تمام مختلف اقوام خاص کر ہندو مسلم اتحاد کے لئے بہت مفید ہوں گی اگر دونوں نے تعصب سے الگ ہوکر یہ خدمت انجام دی، تو ہندوستان پر جو لعنت چھائی ہوئی ہے وہ جلد سے جلد دور ہوسکتی ہے —

اربعین حدیثاً (عربی)

مولفۂ جناب مولانا عنایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسۂ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ - قیمت درج نہیں- حجم ۸ صفحے، لکھائی چھپائی بہت اعلیٰ-

---

یہ جناب رسالت مآب علیہ الصلواۃ والسلام کی مختصر چالیس احادیث کا مجموعہ ہے- جو احادیث صحیحہ کے بڑے بڑے مجموعوں سے انتخاب کرکے موصوف نے مرتب کیا ہے- اس میں صرف وہ احادیث لی ہیں جو امارت شرعیہ اور خلافت و سلطنت کے متعلق ہیں اور جن میں سلاطین و امراء کے لئے عمدہ ارشادات و نصائح نبوی کا مجموعہ ہوگیا ہے- اس اربعین کو مولف صاحب نے غازی اعظم فرمانروائے افغانستان دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ کے نام تہدیہ کیا ہے —

تعلیم

مکالمات جیمس

مترجمہ سید وہاج الدین احمد صاحب، شائع کردۂ انجمن ترقی اردو
(سلسلۂ مطبوعات سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی) تقطیع ۱۸ × ۲۲
حجم ۲۳۰ صفحے۔ چھپائی تائپ خوشنما، کاغذ اچھا، قیمت ندارد۔

یہ امریکہ کے مشہور نفسی پروفیسر ولیم جیمس کے لکچر ہیں جو انہوں نے کیمبرج (امریکہ) کے معلمین کے سامنے دیے تھے۔ ان میں نفسیات کے اصول اس قدر دلچسپ اور عام فہم طریقے سے بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والا قصے کی طرح پڑھتا چلا جائے۔ پتھر کو پانی کردینا اسی کا نام ہے۔ جناب مترجم نے اصل کتاب کی سلاست اور دلچسپی کو ترجمے میں پوری طرح قائم رکھا ہے ابتدا میں ایک مفید اور مختصر مقدمہ بھی ہے —

ہمارے نبی

مولفۂ مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج، ملنے کا پتہ.
مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی، حجم تقریباً ۶۰ صفحے، قیمت
۴ آنے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، سائز چھوٹا —

جناب رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت پر یوں تو بہت کافی ذخیرہ اُردو میں موجود ہے اور برابر اس کا سلسلہ جاری ہے، کورس کے لئے بھی کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر اقوام کے غیر متعصب اور سمجھدار لوگوں نے بھی کئی کتابیں شائع کی ہیں مگر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے جو سیٹ (سلسلہ) شائع کیا ہے وہ بچوں کی تعلیم اور ان میں قومی روح پیدا کرنے اسلام کے بانی اور اپنے آقاے امت کی سیرت و حالات سے باخبر ہونے اور اخلاقی تعلیم اور سبق آموز

کارناموں کو رھبر ھدایت بنانے کے لئے بہترین سے سلسہ ہے اس کی پہلی کڑی ھمارے نبی ھے جو سب سے زیادہ سہل اور میٹھی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ پانچ چھہ برس کا بچہ بے تکلف پڑہ اور سمجھہ سکتا ھے صرف ضروری واقعات کو لیکر نہایت سادہ طور سے بیان کیا ھے طرز بیان ایسا ہے کہ چپکے چپکے دل میں کھبتا جاتا ہے اپنے مذھب اور نبی کی محبت و اخلاق کا سکہ بٹھاتا جاتا ھے - یہ کتاب جیسا کہ چاھئے تھا خوب مقبول ھوی اور اب تیا وہ چھپی ہے ھماری رائے ہے کہ یہ پورا سلسلہ ہر مسلمان گھر میں ھونا چاھئے - اور لڑکے لڑکی کو پڑھانا چاھئے - ھر اسلامی مدرسہ کے نصاب تعلیم میں شامل کرنا چاھئے --

---

ھمارے رسول

مولفہ مولوی خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ ملنے کا پتہ مکتبۂ جامعہ ملیہ دھلی - قیمت ۸ آنے - حجم ۸۵ صفحے لکھائی چھپائی ' کاغذ عمدہ - تقطیع چھوٹی

یہ سیرت بنوی پر مذکورہ سلسہ کی دوسری کتاب ہے جسے جامعہ ملیہ کے فاضل استاد تفسیر خواجہ عبدالحی صاحب نے تالیف کیا ھے - اس نے شروع میں خانۂ کعبہ کا فوٹو بھی ھے - جو بچوں کے لئے بہت نظر فریب ھوگا فوٹو پر حضرت اقبال کا یہ شعر ھے —

دنیا کے بت کدے میں پہلا یہ گھر خدا کا   ہم اس کے پاسباں ھیں یہ پاسباں ھمارا

اس میں ولادت رسول اللہ سے لے کر وفات تک کے واقعات لئے گئے ھیں اور خاص کر ان حالات و واقعات کو انتخاب کیا ھے - جو بچوں کی ذھنیت کے لحاظ سے ان کے لئے فائدہ مند اور نفع بخش ھوسکتے ھیں - اور خاموشی سے ان کی اخلاقی اصلاح کرسکتے ھیں - یہ کتاب ھمارے نبی کے بعد پڑھنے پڑھانے کی ھے - اوربہت خوب ھے - خواجہ صاحب نے بہت خوش اسلوبی سے تمام مضامین کو لکھا ھے - عبارت کا معیار بھی کتاب کے درجہ کے لحاظ سےھے —

سرکار کا دربار

مرتبۂ جناب الیاس احمد صاحب مجیبی ' ملنے کا پتہ : مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۔ قیمت ایک روپیہ' حجم تین سوصفحے' لکھائی چھپائی ' کاغذ عمدہ ۔ سائز چھوٹا ۔

یہ کتاب بھی اس سلسلے کی تیسری کتاب ہے ۔ مولف صاحب جامعہ ملیہ کے قدیم مخلص رکن ہیں ۔ انھوں نے یہ نہایت اخلاص کے ساتھہ تیار کی ہے ۔ اور اپنے معیار عبارت و مضامین کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے ۔ موصوف نے اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ دس بارہ برس کے بچے اس کتاب کو پڑھ سکیں اور مطالب سے فائدہ اٹھا سکیں اور اپنے آقا کی سیرت سے اپنی اصلاح اخلاق کرسکیں ۔ یہ سچ ہے کہ مجیبی صاحب کو اس کتاب کی تالیف میں پوری کامیابی ہوی ہے ۔ ہم ان کو اس تالیف پر مبارک باد دیتے ہیں ۔ ان کی یہ کوشش صرف کامیاب اور ملک وقوم میں مشکور ہوگی ۔ کتاب بچوں کے لئے دل چسپ بنانے کی خاطر ' خانۂ کعبہ ' بیت المقدس اور مسجد نبوی کے فوتو بھی شامل کردئے ہیں اس نے کتاب کے محا سن میں اور خوبی پیدا کردی ہے قاعدہ سرورق بھی بہت خوب صورت اور دیدہ زیب ہے جس سے مولف صاحب کا سلیقہ ظاہر ہوتا ہے ۔

خطبات عالیہ (۳ حصے)

مرتبۂ مولوی انوار احمد صاحب زبیری مارہروی ملنے کا پتہ ۔ صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڈہ حجم ہر حصہ تقریباً تین سو صفحے قیمت تین روپے ' لکھائی چھپائی کاغذ متوسط سائز ۲۶ × ۲۰

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈہ کے نام سے شاید ہی ہندوستان کا کوئی پڑھا لکھا مسلمان ناواقف ہو ' اس کے قیام کو چالیس سال کا طویل زمانہ ہوگیا ۔ اس کی بنیاد جن مقدس ہاتھوں سے ہوئی ہے ۔ ان میں سر سید علیہ الرحمۃ کا نام لے دینا کافی ہے ۔ مسلمانوں کا شاید ہی کوئی ایسا راہ نما اور بڑا آدمی ہو جسے اس کی خدمت کا کسی صورت میں شرف حاصل نہ ہوا ہو ۔ اور اس سے دل چسپی

نہ رکھتا ہو اس تعلیمی مجلس نے ہندوستان کے مسلمانوں میں جدید تعلیمی
بیداری پیدا کرنے کے جو مساعی کی ہیں وہ محتاج بیان نہیں، ہندوستان کا شاید
کوئی ایسا بدنصیب بڑا شہر ہوگا جو اس کے کسی سالانہ جلسے سے محروم رہا ہو
غرض اس نے دور دراز مقامات میں بھی علمی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی ہے -
اگرچہ اب اُس کی حالت خود ایک جسد بے روح کی سی ہو رہی ہے - اس کے سالانہ
جلسوں کو بڑے بڑے نامور مسلمان رہنماؤں کی صدارت کا فخر حاصل ہوا ہے - جنہوں
نے مسلمانوں کی تعلیم پر اپنے خطبات صدارت میں بیش بہا خیالات و آراء کا اظہار
کیا ہے - اور ان پر عمل پیدا ہونے سے ہماری بہت سی تعلیمی مشکلات کا حل ممکن
ہے - لیکن یہ سب خطبات کانفرنس کی سالانہ رپورٹوں کے صفحات میں تھے - جو عام طور
پر نہیں ملتیں - اور اس طرح یہ گنج گراں مایہ نگاہوں سے پوشیدہ، کتب خانوں کی
الماریوں میں بند اور معطل تھا- کانفرنس نے یہ بہت بڑا کام کیا کہ ان چالیس سالوں
کے تمام خطبات کو ایک جگہ مرتب و مدون کر کے چھپوادیا - اب ہمارے رہنماؤں
کے تعلیمی خیالات میں اور بیش بہا مشورے کا قابل قدر ذخیرہ و کتابی صورت میں
آگیا ہے یہ مجموعہ نواب صدریار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی سکریٹری
کانفرنس کے ارشاد و ایما سے مولوی انوار احمد صاحب زبیری نے مرتب کیا ہے - جو
۶۰۰ صفحات کی اچھی خاصی ضخامت رکھتا ہے - بغرض سہولت اس کے تین حصے
کر دئے گئے ہیں - ان گراں قدر معلومات کے علاوہ جن سے ان خطبات کے صفحات بھرے
ہوئے ہیں مرتب صاحب نے یہ کام بہت عمدہ کیا ہے کہ ان تمام حضرات کے فوٹو اور ہر خطبہ
سے پہلے ان کے مفصل حالات و بھی سوانح فراہم کر دے ہیں - اس طرح سے ہمارے لئے مفید
تر اور مزید دلچسپ بنا دیا ہے - اس میں آپ کو مولانا حالی مرحوم، نواب محسن الملک،
نواب عمادالملک جیسے بزرگ مقدس بھی نظر آتے ہیں - خلیفہ محمد حسین
پٹیالہ، منشی امتیاز علی مرحوم جیسے وزراء ریاست - اور سر ابراہیم رحمت اللہ،
نیز اللہ آغا خاں، حشمت اللہ - سر عبدالرحیم مسٹر امیر علی، مسٹر حیدری -
وغیرہ مہاراجہ صاحب محمود آباد، نواب صاحب ڈھاکہ، غرض ہر اعلیٰ طبقے کے مسلمان
تاجر، رئیس، فاضل، شاعر اور نامور مصنف وغیرہ بھی نظر آتے ہیں اور ان کے چہروں
کو کاغذی پیکر میں دیکھ کر قومی روح میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے - غرض کہ خطبات
عالیہ کا یہ مجموعہ ہر حیثیت سے مفید کام ہے - ابھی ان رپورٹوں کے انبار میں اور بہت سے
ایسے گراں مایہ ذخیرے دفن ہیں - کیا اچھا ہو کہ کانفرنس کے ارباب عمل ان کو بھی
بتدریج عالم ظہور میں لے آئیں کہ یہ ہمارے تعلیمی معاملات اور مشکلات کے لئے مشعل
ہدایت کا کام دیں گے —

راجا اور جوگی

مصنفہ خان صاحب حاجی ڈاکٹر منیرالدین صاحب ایل - ایم - ایس
اسسٹنٹ سرجن - پی - سی - ایم - ایس - ملنے کا پتہ :- حکیم ڈاکٹر
نصیرالدین صاحب کپورتھلہ ریاست - قیمت ایک روپیہ - حجم ۱۲۸
صفحات ' سائز چھوٹا - لکھائی ' چھپائی ' کاغذ متوسط درجہ کا

یہ کتاب ایک راجہ اور جوگی کا مکالمہ ہے - راجہ ' جوگی سے کہتا ہے کہ تم اپنے لڑکے کو پڑھاتے کیوں نہیں - جوگی اس کا جواب دیتا ہے - پڑھتے پڑھتے یہ مکالمہ ۱۲۸ صفحوں تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے - اور ان میں بقول مصنف " وہ سب معرکہ آرا مسائل آجاتے ہیں جو حقیقت میں امن و راحت کا سبب تھے مگر افہام و تفہیم کی غلطی سے بے امنی و تشویش کا باعث ہو رہے ہیں - یہ بحث لطیف پیرایے میں ہے اور اس کے دوران میں بتایا گیا ہے کہ علم برداران سیاست نے رفاہ عام کے پردے میں مادیت کا کیا طوفان برپا کردیا ہے - آرام و آسائش کے اسباب خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے ہیں - مذہب اسلام ایک مشعل راہ ہے - اسی کی روشنی میں صراط مستقیم پر چلا جائے تو بآسانی منزل مقصود پر آدمی پہنچ سکتا ہے " مکالمہ دل چسپ ہے اور مصنف صاحب نے اپنے مطالب کو بہت عام فہم اور سہل بنا کر سمجھانے کی کوشش کی ہے - لیکن کئی جگہ بہت طول ہوگیا ہے - جس نے مکالمہ کی دلچسپی کو کم کردیا ہے - پھر بھی اپنے مقاصد کی تفہیم کے لئے ایسی کتابیں خاص کر عام اور معمولی سمجھ والوں کے لئے ٹھوس علمی کتب سے زیادہ فائدہ بخش اور کار آمد ہوسکتی ہے - جو حضرات ان مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں اُن کو پڑھنا چاہئے —

متفرق

—— : * : ——

رپورٹ سالانہ انجمن علم و ادب شملہ بابت سنہ ۱۹۲۷ع

(مرتبۂ جناب پروفیسر شجاع منعمی صاحب سکریٹری۔ ملنے کا پتہ: خواجہ شجاع صاحب منعمی پروفیسر کالج بہاولپور۔ قیمت معہ محصول ۸ آنے لکھائی، چھپائی، کاغذ متوسط۔ سائز چھوٹا —

———

شملے کے ارباب ادب نے عرصے سے اس پر فضا مقام پر ایک ادبی انجمن قائم کر رکھی ہے۔ جو کامیابی کے ساتھہ ذوق ادب کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ بلکہ پھیلا رہی ہے۔ اس کا سالانہ جلسہ بہت شان سے ہوا کرتا ہے۔ یہ رپورٹ سنہ ۲۷ ع کے سالانہ جلسہ کی ہے جو مہاراجہ بھوانی سنگھ جی والی ریاست جھالا واڑ کی صدارت میں ہوا تھا۔ مشاعرہ کا بھی خاص انتظام کیا گیا تھا اور ہندوستان کے نامور شعرا مدعو کئے گئے تھے شروع میں عذر تاخیر اور نذر کے عنوان سے ۱۸ صفحات میں مشاعرہ وغیرہ کے حالات سکریٹری صاحب نے بہت دلچسپ لکھے ہیں۔ جن سے ہمارے شعرا کی حالت پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ پھر انجمن کی آمدنی اور خرچ کی تفصیل ہے، ۲۵ سے ۸۰ صفحے تک وہ نظمیں اور غزلیں ہیں جو انجمن کے اس سالانہ جلسے میں پڑھی گئی تھیں اور جو اکثر عمدہ اور پاکیزہ ہیں۔ آخری صفحے پر قلعۂ معلی دہلی کا سرخ بلاک ہے۔ غرض کہ کہنے کو تو یہ رپورٹ ہے مگر حقیقت میں نظموں کا ایک عمدہ مجموعہ ہے —

———

اردو کے جدید رسالے

تعلیم و تربیت

ایڈیٹر : عبدالحمید خاں - پتہ :- ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور - قیمت سالانہ
دو روپے فی پرچہ تین آنے ' سائز رسالۂ اُردو کا (۲۰ × ۳۰) ضخامت
۲۸ صفحے - لکھائی چھپائی متوسط

ایم فیروزالدین اینڈ سنز لاہور کے مشہور ناشر ہیں - جو اُردو کی بہت خدمت کر رہے ہیں خاص کر تعلیمی مفید کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں - یہ ماہانہ رسالہ بھی انہوں نے جاری کیا ہے - پہلے یہ سنہ ۱۷ع میں نکلا تھا - مگر تعلیمی مذاق کی پستی اور ناقدری سے بند ہوگیا تھا - اب پھر ہمت کرکے جاری کیا ہے - مفید عام و سنجیدہ مضامین کے علاوہ بچوں کی تفریح اور افادہ کے لئے بھی مضامین کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے - اکثر ایسے لوگوں کے لکھے ہوئے مضامین ہیں جو فن تعلیم و تربیت سے ذوق و واقفیت رکھتے ہیں - نظمیں بھی اچھی اچھی ہیں - اور تصاویر کا اہتمام بھی ہے - تعلیمی خبروں کا انتخاب بھی ہے - اسی نام کا ایک سہ ماہی رسالہ تعلیمی کانفرس علی گڈہ سے نکلا ہے جو اشتراک مقاصد کے ساتھہ ساتھہ اشتراک اسمی بھی رکھتا ہے - گو معیار مضامین کے لحاظ سے اس سے بلند تر ہے - اس پر ہم کسی گذشتہ نمبر میں تبصرہ کرچکے ہیں - بہر حال اس قسم کے جتنے رسالے نکلیں قوم و ملک کے لئے بہت مفید ہوں گے - اس رسالے کے اجرا پر بھی ہم اظہار مسرت کئے بغیر نہیں رہ سکتے - امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب بتدریج اسے اور زیادہ مفید ' دلچسپ اور کار آمد بنانے کی کوشش کریں گے —

ثریا لاهور

ایڈیٹرس ' رضیہ ناصرہ صاحبہ - سلمیٰ بانو - اور ساحل بیگم سوج
لکھنوی ' قیمت سالانہ چار روپے - سرورق خوب صورت رنگین - کاغذ
لکھائی چھپائی متوسط - حروف جلی سائز چھوٹا

یہ ننھا باتصویر پندرہ روزہ رسالہ لاہور سے نیا نکلا ہے - اور کم عمر کی لڑکیوں کے لئے مخصوص ہے اس میں چھوٹے چھوٹے مضامین اور افسانے ' نظمیں ہیں جو سہل اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہیں - مضامین عورتوں کے بھی ہیں اور مردوں کے لکھے ہوئے بھی رسالے کے اندر ایک سہیلی کی رنگین تصویر بھی بچوں کے لئے دلچسپ ہے آخر میں رسالہ کے مقاصد کے موافق چند خبریں بھی ہیں - ثریا غالباً اُردو میں پہلا رسالہ ہے جو اس موضوع پر نکلا ہے - اب تک بچوں کے لئے تو بہت سے رسالے نکلے - کچھ بند ہوے اور کچھ جاری ہیں ، مگر خاص لڑکیوں کے لئے ثریا ہی ہماری نظر سے گزا ہے مضامین اور نظمیں پرچے کے معیار کے لحاظ سے اچھی اور غنیمت ہیں - لیکن سرورق پر ہلال سرخ کے دائرہ میں ثریا کا ہونا کچھ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے - ہلال کی جگہ ستارے کی شکل ہو تو بہتر ہے - ہم اس قسم کے رسالے کے دل سے حامی ہیں اور اس مزید ترقی کے خواہاں - مگر ایسے رسالوں کا نکالنا آسان کام نہیں - امید ہے کہ جو خواتین فرائض ادارت حامل ہیں - اسے اور مفید و دلچسپ اور کار آمد بنائیں گی -

---

انکشاف

ایڈیٹر سید محمد نسیم انہونوی پتہ :- صدر دفتر
ایک آنہ فنڈ لکھنؤ - قیمت سالانہ دو روپے حجم ۴۲ صفحہ
لکھائی چھپائی معمولی - سرورق رنگین و گل کار ' سائز رسالہ اُردو کا

یہ رسالہ درحقیقت لکھنؤ کی مشہور انجمن اسلامیہ ایک آنہ فنڈ کا آرگن اور اس کے مقاصد کا ناشر و مبلغ ہے - اور ایک آنہ فنڈ ایک نیک دل اور درد مند مسلمان کے مساعی جمیلہ کا بہترین مظہر ہے - جس کا مقصد یہ ہے کہ لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ کے

ویران و شکستہ مساجد کی تعمیر و مرمت اور آبادی کی کوشش کرے نیز ان کو تباہی و بربادی سے بچائے ۔ اس انجمن نے بہت عمدہ خدمات انجام دی ہیں اور مدت سے ادا کر رہی ہے ۔ مرمت و آبادی مساجد کے علاوہ مذہبی معلومات بہم پہنچانا اور اردو زبان کی اشاعت بھی اسنے اپنے فرائض میں داخل کیا ہے - اس کے سکریٹری سید خلیل احمد صاحب ہیں جن کے ان تھک مساعی سے یہ کام نہایت حسن سے انجام پارہے ہیں اور اس نے نہایت قلیل سرمایہ اور نہایت حقیر چندوں سے بڑے بڑے کام کئے ہیں ۔ مساجد میں امام اور موذن کے تقرر کے علاوہ ابتدائی مدارس نے قیام کا انتظام بھی کیا ہے روشنی پانی اور دیگر ضروریات کا انتظام بھی عمدہ طریقہ سے کیا ہے ۔ انکشاف کا یہ رسول نمبر خاص اہتمام سے شائع کیا گیا ہے جس کا سرورق رنگین اور گل کاریوں سے مزین ہے - مضامین نظمیں ' غزلیں جناب رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام اور مذہب اسلام کے متعلق ہیں - اور دو تین افسانے ہیں مگر وہ بھی مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں - غرض کہ ایڈیٹر صاحب نے اس نمبر کو بہت کامیاب بنا یا ہے آخر میں چندہ کے چندہ دینے والوں کی فہرست اور دو تین صفحوں میں مختصر حالات ہیں - جن سے اس انجمن کے کار روائیوں کا پتہ چلتا ہے —

نوید ناگپور

ایڈیٹر - اے - ایس رحمان خاں ایم - اے لکھائی چھپائی کاغذ
معمولی قیمت سالانہ پانچ روپے اور ہر حصے کی الگ الگ قیمت
تین روپے چار آنے - حجم ۵۰ صفحے سائز ۲۰×۲۶

یہ رسالہ انگریزی اور اُردو میں ناگپور سے نکلنا شروع ہوا ہے - اور پہلا پرچہ ہمارے سامنے ہے - اس کے ۲۰ صفحوں میں اُردو نظم و نثر کے مضامین ہیں اور ۳۰ صفحوں میں انگریزی ہے - پہلا اُردو مضمون بنگال کے مشہور نواب سراج الدولہ پر ہے جس کی شخصیت ہندوستان کی تاریخ میں خاص حیثیت رکھتی ہے - دوسرا مضمون پردۂ رحمت ہے یا لعنت ہے - ان کے علاوہ چند نظم و نثر مضامین اور ہیں - اوریہ سب غنیمت ہیں - انگریزی حصے میں کئی چھوٹے چھوٹے اور دو بڑے مضمون ہیں - ایس - ایم رحمان خاں صاحب ایم - ایل - سی کا مضمون "سیاسی احساس کے نشو و نما اور اصلاحات" پر قابل قدر اور پڑھنے کے قابل ہے - دوسرا مضمون ناصر علی صاحب

مہاسی کا " ہمیں کیا ہوگیا ہے " ہے اس میں موصوف نے ہماری سیاسی و تمدنی حالت پر تبصرہ کیا - اور بہت خوب کیا ہے - ہماری کمزوریاں دکھائیں ہیں - نیز ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا ہے - باقی مضامین بھی دلچسپ اور اچھے ہیں البتہ حصۂ تنقید کسی قدر کمزور نظر آتا ہے - ناگپور سی پی کا صدر مقام ہے - اور یہاں یونیورسٹی بھی ہے - مگر علم و ادب کی اکثر کساد بازاری رہتی ہے - خصوصاً علم و ادب کی پہلے بھی دو ایک رسالے نکلے مگر مسلمانوں کی غفلت و جمود نے کامیاب نہ ہونے دیا - یہ رسالہ مضامین کے لحاظ سے بہت غنیمت اور اچھا ہے - اس صوبے کے مسلمانوں کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس کی قدر کریں ' اس کی اشاعت کو بڑھائیں اور بند نہ ہونے دیں --

---

تازہ ترین مطبوعات انجمن

ذکر میر

ہندوستان میں کون ایسا صاحب ذوق ہوگا جو اُردو کے فدائے سخن حضرت میر کے نام اور کلام سے نا آشنا ہو۔ اُن کے کلام کا پاکیزہ انتخاب عرصہ ہوا کہ انجمن نے شائع کیا تھا جو ملک میں بہت مقبول ہوا - اور کئی بار چھپ چکا ہے۔ اب خاص اہتمام سے میر صاحب کی یہ نادرۂ روزگار سوانح عمری طبع کی گئی ہے - جو خود انھیں کے پر سوز و گداز قلم کی تراوش ہے - جس میں انھوں نے اپنے حالات زندگی اور اس وقت کی فضا نیز آخری دور مغلیہ کی تصویر نہایت دل کش انداز سے کھینچی ہے - اور اپنے مخصوص و خوش نما ٹائپ میں انجمن نے چھاپی ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب مدظلہ سکریٹری انجمن کا مقدمہ بجائے خود قابل دید اور کتاب کی جان ہے - جلد خوب صورت دیدہ زیب حجم ۱۸۰ صفحے قیمت دو روپے سکہ انگریزی

بزم مشاعرہ

گزشتہ ماہ تیر (مئی جون) میں عالی جناب مہاراجہ کشن پرشاد ' شاد ' مدظلہ العالی صدر اعظم دولت آصفیہ دکن نے اورنگ آباد میں شرف ورود فرمایا تھا - جناب معتشم کی تشریف آوری پر اور دل چسپ ہنگاموں کے علاوہ ایک نہایت پر تکلف دل فریب مشاعرہ بھی حضرت موصوف کی صدارت میں بمقام مقبرہ ہوا۔ اس مشاعرہ کا گلدستہ نہایت خوش نما ' نظر فریب ' دو رنگوں میں طبع کیا گیا ہے - شروع میں جناب صدر مدظلہ کی پاکیزہ تصویر اور جناب معنوی صدیقی کے قلم کا دل پذیر دیباچہ بھی ہے - سرورق بھی خوب صورت اور شاندار ہے - آخر میں وہ قصائد بھی شامل کردیے گئے ہیں جو اورنگ آباد کالج میں پڑھے گئے تھے - نفاست پسند ارباب ذوق کے لئے بہت تھوڑی تعداد میں یہ گلدستہ طبع ہوا ہے - جلد منگوائیے قیمت صرف آٹھ آنے

المشتہر

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

عالمگیر

عالمگیر ہندوستان کا ماہوار رسالہ ہے - جو کئی سال سے نہایت آب و تاب کے ساتھ پنجاب کے دار السلطنت لاہور سے شائع ہوتا ہے —

عالمگیر اپنے بلند پایہ مضامین اور بہترین تصاویر کے اعتبار سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں ممتاز ترین رسالہ تسلیم کر لیا گیا ہے —

عالمگیر ایک سال میں بڑے سائز پر دو قابل دید خاص نمبر شائع کرتا ہے — اور یہ دونوں خاص نمبر سال بھر کے خریدارں کو مفت ملتے ہیں —

عالمگیر کے خاص نمبروں کو ہندوستان کے مشہور اورمقتدر انگریزی اور اُردو اخبارات نے متفقہ طور پر

ہندی اور انگریزی رسائل کا ہم پایہ قرار دیا ہے

عالمگیر کا ایک معرکۃالآرا اور ہنگامہ آفریں خاص نمبر اگلے مہینے بڑے سائز پر شائع ہو رہا ہے —

اگر آپ اُردو پڑھنا جانتے ہیں تو آپ کا علمی فرض ہے

کہ آپ عالمگیر کا مہتمم‌بالشان خاص نمبر ضرور ملاحظہ فرمائیں - آپ اس کا ہر صفحہ ملاحظہ فرماتے ہی بے اختیار کہہ اٹھیں گے

صفحہ کاغذ بنا ہے دامن گل کا جواب

عالمگیر کے اس خاص نمبر کے بغیر آپ کا ذوق ادب اور شوق علم یقیناً تشنہ ہے -

عالمگیر کے اس مہتم‌بالشان خاص نمبر اور عنقریب شائع ہونے والے سالانہ نمبر کو اگر آپ مفت حاصل کرنا چاہیں تو آج ہی

ایک سال کے لئے فرمائش خریداری بھیج دیجئے

عالمگیر کی سال بھر کی قیمت‌صرف چار روپے ہے- اور اسی سالانہ قیمت میں دونوں خاص نمبر بھی مفت ملتے ہیں اعلان ہذا ملاحظہ فرماکر سب سے پہلی فرصت میں

سال بھر کے لئے فرمائش بھیج دیجئے

پتہ :— منیجر رسالہ عالمگیر لاہور شہر

اردو

آٹھویں جلد سنہ ۱۹۲۸ ع

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

اردو

آٹھویں جلد   سنہ ۱۹۲۸ ع

فہرست مضامین

(الف) مقالے

(ب) نظمیں

ادب

اخلاق و مذہب

تاریخ

تعلیم

نظم

متفرق

[انگریزی]

اردو رسالے

رسالوں کے خاص نمبر

متفرقات

انجمن کے مطبوعات

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب' ایم- اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے رسالۂ اُردو میں اُردو شاعری پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو عام طور پر بہت پسند کیا گیا تھا اب رضوی صاحب نے اس میں بہت کچھ اضافہ کرکے کتابی صورت میں کردیا ہے - اور انجمن ترقی اردو نے اُسے نہایت عمدہ طور پر پوری کتاب دو رنگوں میں (لیتھو میں) طبع کرائی ہے - اور پورے کپڑے کی خوشنما جلد ہے- حجم دو سو صفحے قیمت دو روپیہ —

کلیات ولی

ولی دکنی کے نام سے کون اُردو داں واقف نہ ہوگا - اسے اُردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں- اور یہی گویا ہماری قدیم شاعری کا قدیم اور ممتاز ترین علم بردار ہے - اور اس کا کلام اس زمانے کی زبان اور شاعری کا بہترین اور کامل مرقع ہے —

یہ کلیات جناب احسن صاحب مارہروی نے نہایت محنت' کاوش اور قابلیت سے مرتب کیا ہے - اور انجمن ترقی اردو کے جدید ترین مطبوعات میں ہے - اب تک ولی کے جو دیوان کہیں کہیں چھپے اور ملتے ہیں - اکثر غلط اور نا مکمل ہیں- یہ کلیات ۱۷-۱۸ قدیم' قلمی' نایاب نسخوں سے مقابلہ اور صحیح کرکے کئی سال کی لگاتار محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے —

اس قادرالکلام اُستاد کا کلام اور کلیات تقریباً تمام اصناف سخن پر حاوی ہے' اور تقریباً چار سو صفحوں پر پھیلا ہوا ہے- شروع میں مرتب صاحب کا ایک بسیط اور قابل قدر مقدمہ ہے جس میں موصوف نے صاحب دیوان کے حالات و سوانح نہایت تحقیق اور کمال محنت و جانفشانی سے فراہم کرکے جمع کئے ہیں اور کلام پر تبصرہ فرمایا ہے- اور یہ بھی بتایا ہے کہ اردو کی دنیائے شاعری میں ولی کا کیا مرتبہ ہے —

کلیات کے آخر میں ایک بسیط فرہنگ ہے جس میں ان تمام قدیم' متروک' اجنبی' ہندی دکنی الفاظ کا حل ہے جو کلام ولی میں جا بجا آئے ہیں - آخر میں پونے دو سو صفحے کا ایک ضمیمہ اختلاف نسخ ہے جو نہایت محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے اس میں تمام نسخوں سے مقابلہ کرنے پر جو جو اختلاف نظر آیا ہے' دیوان کی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

ہر غزل کے نمبر کا حوالہ دے کر بتادیا ہے۔ یہ ضمیمہ ارباب فن و تحقیق کے لئے خاص طور سے قدر کی چیز ہے۔ اور کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد تیار ہوا ہے ان تمام خوبیوں کے علاوہ انجمن نے اپنے مشہور عمدہ ٹائپ میں مضبوط سفید چکنے کاغذ پر طبع کیا ہے، قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر لائبریری اور قدر دانان اردو کے ہر کتب خانے میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود رہے۔ حجم تقریباً آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد ۵ روپے غیر مجلد ۴ روپے —

مثنوی خواب و خیال

حضرت میر درد دہلوی (رح) کے چھوٹے بھائی میر اثر کی یہ لاجواب مثنوی مدت سے نایاب تھی، بہت کوششوں کے بعد بھی پتہ نہ چلتا تھا، اُردو کی خوش نصیبی سے انجمن ترقی اردو کو دستیاب ہوگئی، اور اب خاص اہتمام کے ساتھ عمدہ اردو ٹائپ میں اعلیٰ درجے کے کاغذ پر، طبع کی گئی ہے، جس پر انجمن کے فاضل معتمد جناب مولوی عبدالحق صاحب نے ایک زبردست ناقدانہ مقدمہ تحریر فرماکر اس نایاب مثنوی کے خصوصیات اور محاسن کو نمایاں کیا ہے۔ یہ نادر مثنوی آج تک ناپید تھی، تذکروں میں کہیں کہیں اس کا ذکر آجاتا ہے حضرت میر درد کے اشعار اور کلام کے علاوہ اس میں مصنف کی غزلیں بھی جا بجا آئی ہیں، جو قابل دید اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہیں۔ مثنوی اُردو میں ایک قابل قدر اضافہ اور انجمن کی طرف سے قدردانان اُردو کی خدمت میں اس سال کا جدید علمی ہدیہ ہے جلد بھی مضبوط عمدہ اور جدید طرز کی بنوائی گئی ہے۔ حجم دو سو صفحے سے زاید، قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ —

انتخاب کلام میر

ملک الشعرا میر تقی میر کے نام اور کلام سے کون قدردان اُردو واقف نہیں، یہ اُنھیں کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ جو جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سارے کلیات کا عطر کھینچ لیا ہے، یہ انتخاب ملک میں بہت مقبول ہو چکا ہے اور کئی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا ہے —

مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب دوسری بار انجمن ترقی اُردو پریس نے اپنے مشہور، نفیس، ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا ہے۔ کاغذ چکنا، نہایت عمدہ، حجم دو سو صفحات سے زیادہ، جلد نفیس اور مضبوط۔ شروع میں فاضل مرتب کا نہایت زبردست فاضلانہ، ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ ہے، قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں --

قواعد اردو

یہ کتاب جناب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی بیش بہا تالیف ہے ، اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ زبان اُردو کے قواعد پر اب تک اس سے بہتر ، سہل ، جامع کتاب تصنیف نہیں ہوئی ہے - ملک میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ور نہایت مقبول ہوی - جامعہ عثمانیہ کے نصاب ایف اے میں داخل ہے - اب جناب مؤلف و مرتب کی بیحد کاوش اور غور سے نظر ثانی ، ترمیم و اضافہ کے بعد دو بارہ چھاپی گئی ہے ، شروع میں اُردو زبان اور اس کے ادب پر لا جواب بسیط مقدمہ بجائے خود قابل دید ہے انجمن نے اپنے پریس میں ، عمدہ ٹائپ میں چھپوائی ہے ، کاغذ بہت عمدہ جلد نہایت نفیس اور مضبوط ، قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے

جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق

سرکار نظام نے نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی کو جاپان کے تعلیمی نظام کے مطالعہ اور تحقیق کے لئے بھیجا تھا - نواب صاحب موصوف نے وہاں رہ کر اس عجیب و غریب ملک کے حالات اور خاص کر تعلیمی نظم و نسق کو نہایت غور اور تحقیق سے مطالعہ فرمایا - کتاب کے ابتدائی حصے میں جاپان کی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب پر نہایت دلچسپ اور فاضلانہ بحث کی ہے - جو ہمارے اہل وطن کے لئے بہت سبق آموز ہے - اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو جاپان پر اس طرز میں لکھی گئی ہے - ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھے - جو علاوہ دلچسپ ہونے کے پر از معلومات ہے - خاص کر ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ نا گزیر ہے جو ملک کی تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں (حجم ۴۸۲ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۳ روپیہ —

سرگذشت حیات (یا) آپ بیتی

اس کتاب میں حیات کے آغاز اور اس کے نشو و نما کی داستان نہایت دلچسپ طرز پر بہت ہی سلیس زبان میں بیان کی گئی ہے - حیات کی ابتدائی حالت سے لیکر اس کا ارتقا انسان تک پہنچایا گیا ہے اور تمام تاریخی مدارج کو اس سہل طریقے سے بتایا گیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اور اگرچہ جدید سے جدید علمی تحقیقات بھی اس میں آگئی ہے مگر بیان کی سلاست میں فرق نہیں آیا - یہ کتاب جدید معلومات سے لبریز ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا لازم ہے (حجم ۳۰۰ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۲ روپیہ ۸ آنے —

نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

تذکرۂ شعراے اردو

مولفۂ میر حسن دہلوی - میر حسن کے نام سے کون واقف نہیں - اُن کی مثنوی بدر منیر کو جو قبول عام نصیب ہوا شاید ہی اُردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو - یہ تذکرہ اسی مقبول اور نامور استاد کی تالیف ہے - یہ کتاب بالکل نایاب تھی بڑی کوشش سے بہم پہنچا کر طبع کی گئی ہے - میر صاحب کا نام اس تذکرہ کی کافی شہادت ہے - اس پر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک بسیط نقادانہ اور عالمانہ تبصرہ لکھا ہے جو قابل پڑھنے کے ہے - قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ ۱۴ آنہ غیرمجلد ایک روپیہ ۶ آنہ —

تاریخ تمدن

سرتامس بکل کی شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ ہے - الف سے (ی) تک تمدن کے ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی اسناد سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے - حصۂ اول غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد دو روپیہ - حصۂ دوم مجلد دو روپیہ —

مقدمات الطبیعات

یہ ترجمہ ہے مکرر انگلستان کے مشہور سائنس داں حکیم ہکسلے کی کتاب کا جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے - اس میں بظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب علم و فضل کا مرقع ہے - قیمت غیر مجلد ۲ - روپیہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

القول الاظہر

امام ابن مسکویہ کی معرکۃالآرا تصنیف (فوزالاصغر) کا اُردو ترجمہ ہے - یہ کتاب فلسفۂ الہین کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انہوں اصول کو منطبق کیا گیا ہے - قیمت غیر مجلد ۸ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

القمر

قوانین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت کے بعد چاند کے متعلق جو

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

جدید انکشافات ہوے ہیں ' ان سب کو جمع کردیا ہے - طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے - قیمت غیر مجلد ۱۰ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

فلسفۂ تعلیم

ہر برٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلۂ تعلیم کی آخری کتاب ہے - غور و فکر کا بہترین کار نامہ - والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے - تربیت کے قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھہ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے - اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ - غیر مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنہ —

دریاے لطافت

ہندوستان کے مشہور سخن سنج میر انشاءاللہ خاں کی تصنیف ہے - اُردو صرف و نحو اور محاورات اور الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب نکات درج ہیں - قیمت غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد ۲ روپیہ —

طبقات الارض

اس فن کی پہلی کتاب ہے - ۳۰۰ صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلم بند کئے ہیں - کتاب کے آخر میں انگریزی مصطلحات اور ان کے مرادفات کی فہرست بھی شامل ہے - قیمت غیر مجلد ۲ روپیہ - مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

مشاہیر یونان و روما

ترجمہ ہے - سیرت نگاری اور انشا پردازی میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے - ادیبان عالم بلکہ شکسپیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے - وطن پرستی اور بے نفسی عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس کا ہر ایک صفحہ معمور ہے - قیمت جلد اول غیر مجلد ۳ روپیہ - مجلد ۴ روپیہ جلد دوم مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

اسباق النحو

ملک کے ادیب کامل مولانا حمیدالدین صاحب بی - اے کی تالیف ہے - اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - قیمت حصۂ اول غیر مجلد ۶ آنہ - حصۂ دوم مجلد ۴ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

علم المعیشت

اس کتاب کی تصنیف سے پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ایم - اے نے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے- معیشت پر یہ کتاب جامع و مانع ہے - مبہم و مشکل مسائل کو پانی کردیا ہے اس کے اکثر باب نہایت عجیب و غریب ہیں- اشتراکیت کا باب قابل دید ہے حجم ۸۸۵ صفحے قیمت مجلد ۵ روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ یونان

یہ کتاب مطالب کے لحاظ سے مستند کتابوں کا خلاصہ ہے اور زبان کے لحاظ سے سلاست و شگفتگی کا نمونہ - اس کا نقطۂ خیال خالصاً ہندوستانی ہے- ایف اے کلاس کے طلبا جو یونان قدیم کی تاریخ سے گھبراتے ہیں' اس کتاب کو انتہا درجہ مفید پائیں گے- قیمت مجلد ۲ روپیہ —

رسالۂ نباتات

اس موضوع کا پہلا رسالہ ہے- علمی اصطلاحات سے معرا - طلباء نباتات جس مسئلہ کو انگریزی میں نہ سمجھہ سکیں وہ اس رسالہ میں مطالعہ کریں- قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے —

دیباچۂ صحت

اس کتاب میں مطالبات صحت پر - مثلاً (ہوا' پانی' غذا' لباس' مکان وغیرہ) مبسوط اور دلچسپ بحث کی گئی ہے- زبان عام فہم اور پیرایہ موثر و دلپذیر ہے ملک کی بہترین تصنیف ہے - اس کا مطالعہ کئی ہزار نسخوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا - حجم ایک ہزار صفحے- قیمت مجلد چار روپیہ —

نکات الشعراء

یہ اردو کا تذکرہ استادالشعرا میر تقی مرحوم کی تالیفات سے ہے - اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں - نیز میر صاحب کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں- مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدرالصدور امور مذہبی سرکار عالی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے- قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

فلسفۂ جذبات

کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور ماہر نفسیات ہے۔ جذبات کے علاوہ نفس کی ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آوری کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ متعلمان نفسیات اسے مفید پائیں گے قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔ غیر مجلد دو روپیہ —

وضع اصطلاحات

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحیدالدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے بقول فاضل مولف "یہ بالکل نیا موضوع ہے - میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے ،، ایشیا کی کسی زبان میں" اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قایم کئے گئے ہیں۔ مخالف و موافق رایوں کی تنقید کی گئی ہے اور زبان کی ساخت اور اس کے عناصر ترکیبی' مفرد و مرکب اصطلاحات کے طریقے۔ سابقوں اور لاحقوں - اردو مصادر اور ان کے مشتقات - غرض سیکڑوں دلچسپ اور علمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں - اردو میں بعض اور بھی ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں - لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کردی ہیں - اور ہمارے حوصلے بلند کردیے ہیں - اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوے جھجکتے اور اس کی آئندہ ترقی کے متعلق دعوی کرتے ہوے ہچکچاتے تھے - مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا۔ اس نے حقیقت کا ایک نیا باب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے - تعداد صفحات ۳۰۵ - قیمت مجلد تین روپیہ ۱۲ آنہ —

محاسن کلام غالب

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا معرکۃالآرا مضمون ہے۔ اردو زبان میں یہ پہلی تحریر ہے - جو اس شان کی لکھی گئی ہے - یہ مضمون اردو کے پہلے نمبر میں طبع ہوا تھا۔ صاحب نظر قدر دانوں کے اصرار سے الگ بھی طبع کیا گیا ہے - قیمت مجلد ایک روپیہ۔ غیر مجلد ۸ آنہ —

ملل قدیمہ

ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے - اس میں بعض قدیم اقوام' سلطنت کلدانی' آشوری' بابل - بنی اسرائیل و فنیقیہ کی معاشرت - عقائد - اور صنعت و حرفت وغیرہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

کے حالات دلچسپی اور خوبی کے ساتھ دیے ہیں۔ اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے اُن قدیم اقوام کے حالات صحیح طور سے معلوم ہوسکیں اس لئے انجمن نے اسے خاص طور پر طبع کرایا ہے۔ حالات کی وضاحت کے لئے جابجا تصویریں دی گئی ہیں۔ صفحہ ۲۸۴ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

بجلی کے کرشمے

یہ کتاب مولوی محمد معشوق حسین خانصاحب بی ' اے۔ نے مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے۔ برقیات پر یہ ابتدائی کتاب ہے اور سہل زبان میں لکھی ہے۔ ہمارے بہت سے ہم وطن یہ نہیں جانتے کہ بجلی کیا چیز ہے' کہاں سے آتی ہے؟ کیا کام آسکتی ہے۔ یہ کتاب ان تمام معلومات کو بتاتی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی مفید ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے —

البیرونی

مصنفہ مسٹر سید حسن برنی بی ' اے۔ اس کتاب میں علامۂ ابوریحان بیرونی کے سوانحی حالات ہیں اور ان کی مشہور و معروف تصنیف کتاب الہند اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب انجمن ترقی اُردو میں باقی نہیں رہی تھی مگر اب اس کی چند جلدیں آگئی ہیں جن اصحاب کے پاس نہ ہو جلد طلب فرما لیں قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ۔ غیر مجلد ڈیڑ روپیہ —

تاریخ ہند

ہندوستان کی یہ تاریخ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی نے محکمۂ تعلیمات سرکار نظام کی فرمایش پر لکھی ہے اور مڈل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس وقت تک کوئی اور مختصر تاریخ ہند اس نقطۂ نظر اور ایسی خوبی سے نہیں لکھی گئی ہے۔ تعلیمی حلقوں کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے۔ چھوٹے سائز کے ۲۸۴ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ ایک آنہ —

لغت اصطلاحات علمیہ

جملہ اہم علوم کی اصطلاحوں کا ترجمہ ' جس میں حسب ذیل علوم داخل ہیں:-

Astronomy, Botany, Economics. History, (Constitutional, Greece

---

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

England etc, Logic, Algebra, Conics, Solid Geometry, Trigonometry, Differntial Equations, Statics, Metaphysics, Psychology, Physics, Political Science, Archæology, Biology.

کئی سال کی مسلسل محنت اور مختلف ماہرین فن و ماہرین لسان کی کاوش و کوشش کا نتیجہ ہے - مصنفوں ' مترجموں اور معلموں کے لئے نا گزیر ہے —

حجم ۸۳۸ صفحہ - قیمت مجلد چھ روپے —

یہ بیش بہا کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ہیں

دیوان غالب جدید و قدیم

یہ وہ نایاب کلام ہے جس کی اشاعت کا اہل ملک کو بے حد انتظار تھا - اس میں مرزا غالب کا قدیم و جدید تمام کلام موجود ہے - مرزا صاحب کا قدیم کلام ملنے کی کسے توقع تھی یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ہاتھ آگیا اور ریاست بھوپال کی سرپرستی میں چھپ کر شائع ہوا ہے - مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ (بلا مقدمہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ - غیر مجلد دو روپیہ ۸ آنہ) —

حقیقت اسلام

یہ کتاب جناب نواب سر امین جنگ بہادر ' کے ' سی ' آئی ' ای ' سی ' ایس ' ایم ' اے ' بی ' ایل ' ایف ' آر ' ایس ' چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و المہام پیشی کی بے نظیر تصنیف ٹرتھ آف اسلام کا با محاورہ اور سلیس ترجمہ ہے - کتاب میں مصنف نے نہایت خوبی کے ساتھ موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی حقانیت اور اس کی صداقت کا بیان کیا ہے - فاضل مصنف نے ان تمام مشکل مسائل حقیقت کو جن میں اکثر تعلیم یافتہ جوانوں یا غیر مسلموں کو شبہات واقع ہوں ' زمانۂ حال کے ترقی یافتہ خیالات کی روشنی میں نہایت دلاویز طریقے حکیمانہ استدلال سے بیان کیا ہے - جس سے مصنف ممدوح کے وسیع مطالعہ ' شگفتہ طبیعت اور غور و خوض کا پتہ ملتا ہے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب بہت عمدہ کاغذ پر مجلد چھپی ہے۔ انجمن سے بارہ آنہ میں مل سکتی ہے

تمدن ہند

مصنفہ ڈاکٹر گستاؤ لی بان مترجمہ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم۔ اس کتاب سے کون واقف نہیں! ہر جگہ اس کے شائق موجود تھے مگر کہیں نہ ملتی تھی۔ اب اس کی چند جلدیں انجمن ترقی اُردو میں آگئی ہیں۔ اور بہت کم قیمت پر پیش کی جا رہی ہیں۔ جلد منگوا لیجئے ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہے۔ قیمت فی جلد مجلد پندرہ روپیہ —

تاریخ زوال روما

یہ گبن کی مشہور تاریخ کے ابتدائی (۷) ابواب کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے محتاج تعریف نہیں۔ قیمت فی جلد غیر مجلد سوا روپیہ —

تاریخ عرب

مصنفہ موسیو سدیو فرانسیسی۔ عربوں کے متعلق یہ کتاب ان تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے جو یورپ و ایشیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں۔ مسلمانوں کی ترقیوں اور عربوں کے کمالات کا آئینہ ہے۔ ساتھ ہی یورپ کے کذب و افترا کا بہترین جواب۔ قیمت مجلد چرمی ۷ روپیہ ۸ آنہ، مجلد پارچہ ۵ روپیہ —

بانگ درا (مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام کا مجموعہ مع دیباچہ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایڈیٹر مخزن لاہور قیمت غیر مجلد ۴ روپیہ —

یادگار غالب

یعنی مرزا اسداللہ غالب دہلوی کے مفصل حالات زندگی اور ان کے اقسام نظم و نثر، اُردو فارسی پر تفصیلی ریویو اور انتخاب۔ مولفۂ شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم۔ قیمت مجلد ۳ روپیہ —

شعر و شاعری

شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے اُردو دیوان کا لاجواب مقدمہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکہ انگریزی میں ہیں —

جس میں شعر و شاعری پر نقادانہ بحث کی گئی ہے - تنقیدی حیثیت سے اُردو زبان میں اب تک ایسا مضمون نہیں لکھا گیا ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ غیر مجلد سوا روپیہ - ۲

موازنۂ انیس و دبیر

میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور میر انیس و مرزا دبیر کا موازنہ - مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت فی جلد مجلد چار روپیہ - غیر مجلد تین روپیہ —

وکرم اُروسی

کالیداس کے مشہور ناٹک کا اُردو ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں هندو ڈرامہ کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبۂ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - قیمت مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

خطوط شبلی

علامہ شبلی مرحوم کے یہ وہ لاجواب اور نادر خطوط ہیں جو موصوف نے بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ خواتین عطیہ بیگم صاحبہ فیضی ' زهرا بیگم صاحبہ فیضی کے نام وقتاً فوقتاً کمال اخلاص و محبت اور انداز خاص کے ساتھ لکھے تھے - یہ جواهر پارے اُردو میں مولانا کے کمال انشا پردازی کی نایاب یادگار ہیں - طرز نگارش اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا دشوار ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب ' بی - اے معتمد انجمن ترقی اُردو کا ایک نہایت لطیف و سخن گسترانہ مقدمہ بھی شامل ہے - جس نے ان خطوط کے جذبات - اخلاص و محبت اور نکات ادبی کو بے نقاب کردیا ہے - مرتبۂ محمد امین صاحب مارهروی و جناب قیصر بھوپالی - قیمت ایک روپیہ —

دیوان غالب مطبوعہ جرمنی

غالب کے کلام کی قدر اور جو مانگ ہے ' هر صاحب ذوق جانتا ہے ' اُس کے دیوان کا ایک اڈیشن نفاست پسند طبایع کے لئے جرمنی کے مشہور کاویانی پریس میں جامعۂ ملیہ نے چھپوایا تھا جو هاتھوں هاتھہ نکل گیا - دوسری بار پھر اسی اهتمام و نفاست سے طبع ہوا ہے - ٹائپ ' کاغذ ' چھپائی ' جلد ' سائز ' هر چیز دیدہ زیب و دلفریب ہے - قیمت چار روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

محشر خیال

یہ سید سجاد انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چلد دلکش ادبی و اصلاحی مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہے جو شرکت ادبیہ دھلی نے خاص اهتمام سے چھپوایا ہے - سجاد انصاری صاحب خوش فکر و خوش گفتار ادیب تھے ' اُن کے مضامین خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف اور بلند خیالی و جذبات نگاری ہوتی ہے - یہ مجموعہ مرحوم کی جوانمرگی کی یادگار ہے ' جس کو سید منظور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے - لکھائی چھپائی بہت پاکیزہ ' سائز مختصر ' جلد نہایت نفیس ' اوپر سنہری حروف میں کتاب کا نام بھی لکھا ہے ' قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

چمن

یہ نہایت چھوٹا سا حسین و جمیل مجموعہ اساتذہ اردو کے پاکیزہ کلام کا انتخاب ہے - کارڈ سائز پر نہایت اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ عید کے موقعہ پر دوست احباب کو پیش کرنے کے لئے بہترین ادبی تحفہ ہے - قیمت ۵ آنہ —

اُردوے قدیم

مجلس دارالمورخین حیدرآباد کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو اور اُس کے نظم و نثر کی مفصل تاریخ اور عہد بعہد کی ترقیوں کا تذکرہ ہے ابتدائی زمانے سے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد آخرتک شعراء اور مصنفین اُردو کے صحیح حالات تحریر ہیں ' جسے مشہور مورخ مولوی شمس اللہ قادری ماہر علوم آثار قدیمہ نے عربی ' فارسی اُردو ' انگریزی ' فرانسیسی ' جرمنی وغیرہ زبانوں کی مشہور و مستند کتابوں سے مرتب و تالیف کیا ہے - قابل دید ہے-قیمت قسم اول دوروپیہ'قسم دوم ایک روپیہ آٹھ آنہ-

معراج العاشقین

یہ کتاب بھی مجلس مذکور کے مطبوعات میں ہے اور حضرت مخدوم ابوالفتاح صدرالدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز (رح) کی تصنیف ہے ' جنھوں نے سنہ ۸۲۵ ھ میں انتقال فرمایا - اس کتاب میں حضرت کے بعض مواعظ و ارشادات قدیم اردو یعنی دکنی اُردو میں لکھے ہیں - مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی تصحیح و ترتیب اور مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - قیمت ۶ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مسکوکات قدیمہ

جنوبی ہندوستان کے طلائی سکوں کی تاریخ اور حالات و اقسام جن کو " ہون " کہا جاتا تھا ' آخر میں اُن کی فہرست اور تصاویر بھی شامل ہیں - طلباے تاریخ دانی کے لئے بہت مفید ہے - مرتبہ مولوی شمس اللہ صاحب ' قیمت ۲ آنہ —

ظہیر فاریابی

یہ رسالہ بھی مجلس مذکور کی مطبوعات میں ہے ' اس میں فارسی کے مشہور و غیر فانی شاعر ظہیر فاریابی کے حالات و سوانح وغیرہ کے علاوہ اُس کے کلام پر قابلانہ تبصرہ کیا گیا ہے - قیمت ۲ آنہ —

طہران مخوف (یا) یادگار یک شب - جلد اول

جدید فارسی زبان کا ایک دلچسپ اور اثر انگیز ناول ہے - جس میں موجودہ ایران کی سیاسی و انتظامی حالت کا ہو بہو خاکہ کھینچا ہے - وہاں کی بد نظمیوں اور قابل اصلاح شعبوں کو دکھلایا ہے ' مرتضیٰ ' مشفق ' کاظمی - تین فاضل ایرانی ادیبوں کی تصنیف ہے اور برلن پایہ تخت جرمنی کے مشہور کاویانی پریس نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

انتخاب زریں

نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ریاست حیدرآباد دکن نے اُردو شعرائے ماضی و حال کے کلام کا اِنتخاب فرمایا ہے - اِس میں شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ہے - عمدہ چکنے کاغذ پر نظامی پریس بدایوں نے شایع کیا ہے اور جلد بھی بہت خوبصورت ہے - قیمت فی جلد ڈھائی روپیہ —

قاموس المشاہیر (جلد اول و دوم)

اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے - یعنی دنیا کے کل مشہور لوگوں کے حالات مختصر طور پر بیان کردئے گئے ہیں - ہندوستان کے لوگوں اور مسلمانوں کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں - مطبوعہ نظامی پریس بدایوں قیمت جلد اول چھ روپیہ ' جلد دوم چھ روپیہ —

فسانۂ جوش

مسٹر سلطان حیدر جوش کے بعض مضامین کا مجموعہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت ایک روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مجموعۂ قصائد مومن

ہندوستان کے مشہور و باکمال شاعر حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اُردو قصائد ۔مرتبۂ ضیاء احمد صاحب ایم - اے مع مقدمہ و حواشی مطبوعہ الناظر پریس قیمت ۱۲ آنہ ۔

گوتم بدھ

ہندوستان کے مشہور ومعلم مہاتما بدھ کی مختصر سوانح عمری اور اُن کی تعلیمات کا خلاصہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ —

مسالک النظر فی نبوت سید البشر

مصنفہ سعید بن حسن الاسکندرانی مترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم - اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

حکایۂ لیلی مجنوں

ایک دلچسپ افسانہ مصنفہ مولوی سید سجاد حیدر صاحب بی - اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

مقتل فریب مغربی محمل خانے

مؤلفہ مولوی سید طالب علی طالب الہ آبادی مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چارنہ ۔

صوفی پنڈی بہاءالدین کی کتابیں

غازی انور پاشا

انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ اور حیرت انگیز کارروائیاں - طرابلس کی نبرد آزمائیاں جنگ بلقان کے معرکے اور جنگ عظیم کے حالات - عالمگیر اتحاد اسلامی کی ایک منظم کوشش - یہ کتاب بتائیگی کہ یورپ نے کس طرح اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ سازشیں کیں - غازی موصوف کی زندگی کے مکمل حالات - قیمت تیرہ روپیہ ۔

مسئلۂ شرقیہ

علامہ مصطفیٰ کمال پاشا کی کتاب " المسئلۃ الشرقیہ " کا اردو ترجمہ - ۱

(نوٹ) کل تیسکوں سکۂ انگریزی میں ہیں -

کتاب میں سیاسیات اسلامی کے اہم اسرار اور رموز بےنقاب کر دیے گئے ہیں -
قیمت دو روپیہ —

امین و مامون

علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے عربی ناول کا ترجمہ - مامون رشید اور امین اور ہارون الرشید کی سیاسی چالیں، تخت خلافت کے لئے جد و جہد - تاریخی، علمی اور ادبی لحاظ سے قابل دید ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ افغانستان

اتحاد اسلامی اور پین اسلام ازم کے موجد جمال الدین افغانی کی اس کتاب کا ترجمہ جو سید موصوف نے افغانستان کی سوتی بستی کو جگانے کے لئے لکھی -
قیمت سوا روپیہ —

سید جمال الدین افغانی

(مرتبہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے ایڈیٹر زمیندار)

یہ اس بزرگ ہستی کے حالات زندگی ہیں جس نے موجودہ ترک احرار پارٹی کا بیج بویا اور آزادی کی روح پھونکی اور غلامی کا جوا گردن سے نکال پھینکنے کا سبق دیا،
قیمت ۵ آنے —

دربار علم

عالم خیال میں دربار علم کا انعقاد - افتتاحی تقریر اور سات علمی درباروں کے بعد موجودہ تعلیم و تدریس کی بد عنوانیاں، علما و طلبا، شان تعلیم و تعلم کا نہ رہنا، اور ان خرابیوں کا علاج - مولفہ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی قیمت تیرہ روپیہ —

فقرائے اسلام

مولفہ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی - اس میں پیشوایان دین اور علمائے اسلام کے حالات جنہوں نے با وجود فقر و فاقہ اسلام کے اصول و ارکان کو مستحکم کیا - ان کی فیاضی، ہمدردی، قناعت، توکل اور بے نیازی کے بے نظیر نمونے درج ہیں - قیمت تیرہ روپیہ —

پھل اور میوہ جات

ہر قسم کے ثمرات اور میوہ دار درختوں کی کاشت اور ان کی نگہداشت کے طریقے قیمت ۸ آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

ترکاریاں

ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت اور نگہداشت کے طریقے - قیمت ۸ آنے —

اسلامی کہانیاں

(مسلمان بچوں کے لئے) صحابۂ کرام، تابعین، مجاہدین اور علمائے سلف کے ایثار، جوانمردی اور کریم النفسی کے حالات کتاب میں جمع کردیے گئے ہیں - قیمت ۴ آنہ —

(دارالمصنفین اعظم گڑھ)

سیرۃالنبی حصۂ اول	۴ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ دوم	۳ روپیہ ۸ آنہ
سیرۃالنبی حصۂ سوم	۶ روپیہ
شعرالعجم مکمل ۵ حصے	۱۳ روپیہ
سفر نامۂ مولانا شبلی	۲ روپیہ
علم الکلام	۲ روپیہ
الکلام	۲ روپیہ
کلیات شبلی	ڈیڑھ روپیہ
اسوۂ صحابہ مکمل دو حصے	۸ روپیہ
انقلاب الامم	۲ روپیہ
برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مکالمات برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مثنوی بحرالمحبت	۱۲ آنہ
تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی)	۲ روپیہ
سیر الصحابیات	۲ روپیہ ۴ آنہ
روح الاجتماع	۲ روپیہ
ابن رشد	۴ روپیہ
گل رعنا	۵ روپیہ
سیرالانصار	۳ روپیہ ۸ آنہ
شعرالہند مجلد	۵ روپیہ
شعرالہند غیر مجلد	۴ روپیہ

(مطبع کاویانی برلن)

تیاتر (فارسی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ سلی ملوک الارض (عربی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
نصاب الصبیان (فارسی)	۱ روپیہ
رهنمای پسران (فارسی)	۱ روپیہ ۸ آنہ
تلغراف بی سیم (فارسی)	۱ روپیہ
هزار و یک سخن (فارسی)	۱۱ آنہ

(جامعہ ملیہ دہلی)

الخلافت الکبریٰ	۵ روپیہ
الصراط المستقیم	۲ روپیہ
بصائر	۶ آنہ
سیرۃ الرسول	ڈیڑھ روپیہ
خلافت راشدہ	۲ روپیہ
خلافت بنی امیہ	ڈیڑھ روپیہ
خلافت عباسیہ	۲ روپیہ

نوٹ کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

خلافت عباسیۂ بغداد ۲ روپیہ
مبادی معاشیات ۱ روپیہ
انتخاب کلام مہر (از نورالرحمن صاحب) ۱ روپیہ
قواعد عربی ۲ روپیہ
عرض جوہر ۸ آنہ
مجموعۂ کلام جوہر ۶ آنہ
اسلامی تہذیب و قومی تعلیم ۴ آنہ
ارمغان ادب (عربی) ۸ آنہ
انتخاب مضامین جوہر ۱ روپیہ
ترکوں کی کہانیاں ۴ آنہ
خطبۂ شیخ الہند ۲ آنہ
تذکرہ حکیم اجمل خاں صاحب ۳ آنہ
ہمارے نبی ۸ آنہ
تاریخ ہند قدیم ۱ روپیہ
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ۱۲ آنہ

(نظامی پریس بدایوں)

تذکرۃ المشاہیر جلد اول ۶ روپیہ
تذکرۃ المشاہیر جلد دوم ۶ روپیہ
نکات غالب مجلد ۱ روپیہ
دیوان غالب مشرح مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
دیوان جان صاحب مجلد ڈیوڑھ روپیہ
دیوان درد ۱ روپیہ ۴ آنہ
دیوان غالب (لائبریری ایڈیشن) ڈیوڑھ روپیہ
خطوط سر سید قسم اول ۳ روپیہ
خطوط سر سید قسم دوم ۲ روپیہ
بہو گراں مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
انتخاب زریں مجلد ۲ روپیہ

مراثی انیس جلد اول مجلد ۱۰ روپیہ
مراثی انیس جلد دوم قسم دوم ۸ روپیہ
قسم سوم ۴ روپیہ
قصائد ذوق ۳ روپیہ

(دائرہ ادبیہ - لکھنؤ)

یادگار صاحب مجلد ۳ روپیہ
مکاتیب امیر مینائی ۲ روپیہ ۸ آنہ
مکاتیب اکبر ۱ روپیہ
مرقع سخن ۱ روپیہ
حزن اختر ۸ آنہ
درس عمل ۴ آنہ
خواتین انگورا ۱ روپیہ
بیانات پاشا ۶ آنہ
اسلام کا اثر یورپ پر ۴ آنہ
مسلمانان ترکستان ۶ آنہ
سیاحت زمین ۱ روپیہ
سیاحت ہوا ۱ روپیہ

(الناظر پریس - لکھنؤ)

فلسفیانہ مضامین عبدالماجد صاحب ۱ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ عرب مجلد ۷ روپیہ
موازنۂ انیس و دبیر غیر مجلد ۳ روپیہ
مقدمۂ شعر شاعری ۱ روپیہ ۴ آنہ
اصول المسخ ۶ آنہ
مسلمانان اندلس ۱ روپیہ
اسرار رنگون ۱ روپیہ
ہوم رول ۵ آنہ
خوان دعوت ۱ روپیہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

معصومی شوہر	۲ آنہ
وکرم عروسی	۱ روپیہ ۸ آنہ
مسلمانوں کی تہذیب	۲ آنہ
الاحسان	۸ آنہ
ارض نہرین	۴ آنہ
تذکرۂ حزیں	۴ آنہ
حیات نظامی	۴ آنہ
خطاب	۴ آنہ
میلاد نبوی	۴ آنہ
تصویر درد	۴ آنہ
شمع و شاعر	۲ آنہ
فریاد اُمت	۳ آنہ

(دارالاشاعت پنجاب لاہور)

صبح زندگی	۱ روپیہ ۸ آنہ
شام زندگی	۱ روپیہ ۴ آنہ
شب زندگی ہر دو حصہ	۲ روپیہ ۴ آنہ
منازل السائرہ	۱ روپیہ
سنجوگ	۱۰ آنہ
جواہر قدامت	۱ روپیہ ۸ آنہ
تحفۂ سائنس	۲ روپیہ ۸ آنہ
مشاہیر ہند	۲ روپیہ ۸ آنہ
نیلی چھتری	۱ روپیہ ۴ آنہ
بہرام کی گرفتاری	۱ روپیہ
اختر النساء بیگم	۱ روپیہ ۸ آنہ
روشنک بیگم	۲ روپیہ
رانی کرونارت	۱ آنہ
رسوم دہلی	۴ آنہ ۲ پائی
ان پورنا دیوی کا مندر	۱ روپیہ ۸ آنہ

ایام غدر	۱ روپیہ ۴ آنہ
نقش فرنگ	۱ روپیہ ۴ آنہ
پریم پچیسی مکمل	۳ روپیہ
پریم بتیسی حصۂ اول	۱ روپیہ ۸ آنہ
بانگ درا غیر مجلد	۴ روپیہ
نعمت خانہ	۱ روپیہ ۴ آنہ
چاندن ہار	۲ آنہ
انمول موتی	۱ آنہ ۹ پائی
سوکن کا جلاپا	۹ آنہ
گوہر مقصود	۹ آنہ
لیلیٰ	۲ روپیہ
سواء السبیل	۱ روپیہ
سخندان پارس	۱۰ آنہ
قوانین دولت	۴ آنہ
مہلا	۱۲ آنہ
چترا	۱۲ آنہ
امتیاز پچیسی	۸ آنہ
دلپسند کہانیاں	۱۲ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۰ آنہ

(تصانیف نورالٰہی ومحمدعمر صاحبان)

موجودہ لندن کے اسرار	۱ روپیہ
ناٹک ساگر (یعنی دنیائے ڈراما کی تاریخ) مجلد	۳ روپیہ
تین تصویریں	۸ آنہ
ظفر کی موت	۴ آنہ
قزاق	۸ آنہ
بگڑے دل	۸ آنہ

—— :*: ——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں ۔

(دوسری قابل قدر کتابیں)

وسائل شبلی	۱ روپیہ ۸ آنہ	زکری	۱۰ آنہ
کتب خانۂ اسکندریہ	۵ آنہ	سیرالمصنفین	۲ روپیہ
بشریٰ	۹ آنہ	جہاں آرا بیگم	۸ آنہ

—— :o: ——

عروس ادب

مولوی سید ناظرالحسن صاحب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ - حجم ۲۲۴ صفحہ سایز ۲۹ × ۲۰ کاغذ عمدہ سفید - لکھائی چھپائی بہت خوشنما ہے - قیمت فی جلد غیر مجلد دو روپیہ —

خیالات اَرونگ

مشہور امریکن مصنف واشنگٹن ارونگ کے بعض دلچسپ مضامین کا با محاورہ اُردو ترجمہ از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل غازی آباد ضلع میرٹھہ - قیمت آٹھہ آنے —

رسالۂ اردو کے خریداروں کے ساتھہ خاص رعایت

رسالہ اردو کے خریداروں کو انجمن ترقی اُردو کی شایع کی ہوئی کتابیں فی روپیہ چار آنہ کمی قیمت کے ساتھہ دی جائینگی - اُمید ہے کہ ناظرین اس رعایت سے فائدہ اُٹھا ئینگے —

دیگر مقامات کی کتابیں جو بطور ایجنسی انجمن میں فروخت ہوتی ہیں ؛ ان کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی —

——]•[——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اپنے اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے بہار ہوتے ہی اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کردی جایا کرے - ہمیں اُمید ہے کہ قدردان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس قسم کی اجازت دیدینگے کہ ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کرلئے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شایع ہو فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے - یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ اسے نئی نئی کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے بھی خواہ ہیں اس اجازت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے —

ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہوں گی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کر کے روانہ ہوں گی —

انجمن ترقی اُردو - اورنگ آباد (دکن)

اردو